پاک انگلینڈ سیریز کا احوال

29

منیجنگ ایڈیٹر
ریاض احمد منصوری

بزنس منیجر لاہور
عصمت پاشا
فون: 0300-9493896

لے آؤٹ ڈیزائننگ
محمد شاہد
اسپیشل فوٹو گرافر
فاروق عثمان

بیرون ملک نمائندے
ایان ڈیوڈسن، اسٹیو وائننگ (انگلینڈ)
کیمن بیس (آسٹریلیا)
ڈک برٹنڈن (نیوزی لینڈ)
گوپیش مہرا (بھارت)
ایس ایس پریرا (سری لنکا)
برول جانز (ویسٹ انڈیز)

کاروباری خط و کتابت و ترسیل زر کے لئے پتہ
منیجر ماہنامہ "کرکٹر"
C-4, 14 کمرشل اسٹریٹ، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی فیز II ایکسٹینشن، کراچی۔
فون: 35805391 (پانچ لائنیں)
فیکس نمبر: 35896269
ای میل: cricketerurdu@gmail.com

Registration No. SS-048

مارچ 2012ء، جلد نمبر 34، شمارہ نمبر 3

قیمت: 75 روپے

آپس کی بات

قارئین کرام

کیسی بلندی، کیسی پستی کے مصداق انگلینڈ نے پاکستان سے ٹیسٹ سیریز میں وائٹ واش ہونے کا بدلہ ون ڈے سیریز میں کلین سوئپ کی فتح سے حاصل کر کے حساب برابر کر دیا۔ انگلش ٹیم نے رنگین یونیفارم کیا زیب تن کی اس کے رنگ ڈھنگ ہی بدل گئے۔ انگلینڈ کے کیون پیٹرسن 'ایلسٹر کک' بیٹنگ میں اور اسٹیون فن 'ڈیرن پچ بالنگ میں پاکستانی ٹیم کو ہرانے کے لئے کافی تھے۔ دیگر کھلاڑیوں کو تو موقع بھی نہ مل سکا۔ ٹیسٹ سیریز میں فتح کے نشے میں چور ہم یہ بھول چکے تھے کہ وہاں کامیابی بلے بازوں کی نہیں بالرز کی مرہون منت تھی اور ون ڈے سیریز میں یہی بالرز بھیگی بلی نظر آئے۔ پاکستانی ٹیم کی غیر مستقل مزاج بیٹنگ پرفارمنس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آخری 25 ایک روزہ میچوں میں ٹیم 300 رنز کا ہندسہ بھی عبور نہیں کر سکی ہے۔ 23 فروری 2011ء کو ہمبن ٹوٹا میں گرین شرٹس نے کینیا کے خلاف 371 رنز اسکور کئے تھے ایک بات راقم ہوگئی کہ مصباح الحق ٹیسٹ کے لئے بہتر سہی لیکن ون ڈے اور ٹی ٹوئنٹی فارمیٹ میں ہرگز اچھے کپتان ثابت نہیں ہوسکیں گے اور دیگر ممالک کی طرح پی سی بی کو بھی الگ الگ کپتان تینوں فارمیٹس میں مقرر کرنا ہوں گے۔ شکست کے گھن چکر نے پی سی بی میں تبدیلیوں کے حوالے سے راہ ہموار کر دی ہے جو کہ آنے والے دنوں میں دکھائی دے گی۔

ریاض احمد منصوری

ابن حسن پرنٹنگ پریس (پرائیویٹ لمیٹڈ) کراچی سے طبع کرا کے دفتر ماہنامہ "کرکٹر" پلاٹ نمبر C-4، 14 ویں کمرشل اسٹریٹ فیز II، ایکسٹینشن، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، کراچی سے شائع کیا۔

ایشیاء کپ 2012ء

12 مارچ .... پاکستان بمقابلہ بنگلہ دیش .... ڈھاکہ
13 مارچ .... بھارت بمقابلہ سری لنکا .... ڈھاکہ
15 مارچ .... پاکستان بمقابلہ سری لنکا .... ڈھاکہ
16 مارچ .... بنگلہ دیش بمقابلہ بھارت .... ڈھاکہ
18 مارچ .... پاکستان بمقابلہ بھارت .... ڈھاکہ
20 مارچ .... بنگلہ دیش بمقابلہ سری لنکا .... ڈھاکہ
22 مارچ .... فائنل .... ڈھاکہ

جنوبی افریقہ کا دورہ نیوزی لینڈ

7 تا 11 مارچ .... پہلا ٹیسٹ میچ .... ڈنیڈن
19 تا 23 مارچ .... دوسرا ٹیسٹ میچ .... ہیملٹن
23 تا 27 مارچ .... تیسرا ٹیسٹ میچ .... ویلنگٹن

آسٹریلیاکادورہ ویسٹ انڈیز

27 مارچ .... پہلاٹی ٹوئنٹی میچ .... گروس آئیلیٹ
30 مارچ .... دوسرائی ٹوئنٹی میچ .... برج ٹاؤن
7 تا 11 اپریل .... پہلا ٹیسٹ .... برج ٹاؤن
15 تا 20 اپریل .... دوسرا ٹیسٹ .... پورٹ آف اسپین
23 تا 27 اپریل .... تیسرا ٹیسٹ .... پرووڈینس

آئی سی سی انٹر کانٹی نینٹل کپ

29 مارچ .... افغانستان بمقابلہ نیدرلینڈ .... شارجہ
31 مارچ .... افغانستان بمقابلہ نیدرلینڈ .... شارجہ
15 تا 19 مارچ .... دوسرا ٹیسٹ میچ .... ہملٹن
23 تا 27 مارچ .... تیسرا ٹیسٹ میچ .... ویلنگٹن

انگلینڈ کادورہ سری لنکا

26 تا 30 مارچ .... پہلا ٹیسٹ میچ .... گال
3 تا 7 اپریل .... دوسرا ٹیسٹ میچ .... کولمبو

ویسٹ انڈیزکادورہ انگلینڈ

17 تا 21 مئی .... پہلا ٹیسٹ .... لارڈز
25 تا 29 مئی .... دوسرا ٹیسٹ .... ناٹنگھم
7 تا 11 جون .... تیسرا ٹیسٹ .... برمنگھم
16 جون .... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل .... ساؤتھمپٹن
19 جون .... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... اوول
22 جون .... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... لیڈز
24 جون .... ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل .... ناٹنگھم

آسٹریلیا کادورہ انگلینڈ

29 جون .... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل .... لارڈز
یکم جولائی .... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... اوول
4 جولائی .... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... برمنگھم
7 جولائی .... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل .... چیسٹر لی اسٹریٹ
10 جولائی .... پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل .... مانچسٹر

آسٹریلیا کا دورہ اسکاٹ لینڈ

23 جون .... واحد ون ڈے انٹرنیشنل .... بیلفاسٹ

جنوبی افریقہ کادورہ انگلینڈ

19 تا 23 جولائی .... پہلا ٹیسٹ .... اوول
2 تا 6 اگست .... دوسرا ٹیسٹ .... لیڈز
16 تا 20 اگست .... تیسرا ٹیسٹ .... لارڈز
24 اگست .... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل .... کارڈف
28 اگست .... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... ساؤتھمپٹن
31 اگست .... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... اوول
2 ستمبر .... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل .... لارڈز
5 ستمبر .... پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل .... ناٹنگھم
8 ستمبر .... پہلاٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل .... چیسٹر لی اسٹریٹ
10 ستمبر .... دوسرائی ٹوئنٹی انٹرنیشنل .... مانچسٹر
12 ستمبر .... تیسرائی ٹوئنٹی انٹرنیشنل .... برمنگھم

انگلینڈ دورہ اسکاٹ لینڈ

12 اگست .... واحد ون ڈے انٹرنیشنل .... ایڈن برگ

آئی سی سی ٹی 20 ورلڈ کپ 2012ء

18 ستمبر .... سری لنکا بمقابلہ زمبابوے .... ہمبن ٹوٹا
19 ستمبر .... آسٹریلیا بمقابلہ کوالیفائر .... کولمبو
19 ستمبر .... بھارت بمقابلہ کوالیفائر .... کولمبو
20 ستمبر .... جنوبی افریقہ بمقابلہ زمبابوے .... ہمبن ٹوٹا
21 ستمبر .... انگلینڈ بمقابلہ کوالیفائر .... کولمبو
22 ستمبر .... سری لنکا بمقابلہ جنوبی افریقہ .... ہمبن ٹوٹا
22 ستمبر .... آسٹریلیا بمقابلہ ویسٹ انڈیز .... کولمبو
23 ستمبر .... نیوزی لینڈ بمقابلہ پاکستان .... پالیکیلی
23 ستمبر .... انگلینڈ بمقابلہ بھارت .... کولمبو
24 ستمبر .... ویسٹ انڈیز بمقابلہ کوالیفائر .... کولمبو
25 ستمبر .... بنگلہ دیش بمقابلہ پاکستان .... پالیکیلی
27 ستمبر .... سی ون بمقابلہ ڈی ٹو .... پالیکیلی
27 ستمبر .... اے ون بمقابلہ بی ٹو .... پالیکیلی
28 ستمبر .... ڈی ون بمقابلہ سی ٹو .... کولمبو
28 ستمبر .... بی ون بمقابلہ اے ٹو .... کولمبو
29 ستمبر .... سی ون بمقابلہ بی ٹو .... پالیکیلی
29 ستمبر .... بی ون بمقابلہ سی ٹو .... پالیکیلی
30 ستمبر .... بی ٹو بمقابلہ ڈی ٹو .... کولمبو
یکم اکتوبر .... اے ون بمقابلہ سی ون .... پالیکیلی
یکم اکتوبر .... بی ون بمقابلہ ڈی ون .... پالیکیلی
2 اکتوبر .... اے ٹو بمقابلہ سی ٹو .... کولمبو
2 اکتوبر .... کوالیفائر بمقابلہ کوالیفائر .... کولمبو
4 اکتوبر .... پہلا سیمی فائنل .... کولمبو
5 اکتوبر .... دوسرا سیمی فائنل .... کولمبو
7 اکتوبر .... فائنل .... کولمبو

پاکستان کو انگلینڈ کے خلاف ٹیسٹ سیریز میں وہائٹ واش کے باوجود تبدیلیوں کی ضرورت ہے!

جب ٹیم فتح کی راہ پر گامزن ہو تو سلیکشن کی خامیاں فتح کے جشن تلے دم توڑ دیتی ہیں۔ ناقص فیصلے بڑی خاموشی سے قالین کے کسی کونے میں دھول مٹی کی طرح دبا دیئے جاتے ہیں۔ ان غلطیوں اور خامیوں کا احساس تو ہوتا ہے مگر فتح کی بدمستی ان کا مداوا نہیں کرنے دیتی۔ یہ سوچ لیا جاتا ہے کہ اگلے کسی مرحلے پر ان کی درستگی کرلی جائے گی مگر جس لمحے خامی کو جڑ سے اکھاڑنا ضروری ہوتا ہے وہ ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ محسن خان کی قومی ٹیم کی کوچنگ میں "دلچسپی" نے سلیکشن کمیٹی میں ایسے افراد کو "ترقی" ولا دی جن کے بیٹنے پر "چیف" کا تاج کسی طرح بھی نہیں سجتا۔ عبوری مدت کے لئے چیئرمین مقرر کئے جانے والے ایک سابق کرکٹر یوں محسوس ہوتا ہے کہ "ڈیلی ویجز" پر کام کررہے ہیں۔ انہوں نے حالیہ ٹیسٹ کامیابیوں کو "ہائی لائٹ" کرتے ہوئے بہت سارے پہلوؤں کو یکسر فراموش کردیا۔ میڈیا کے سامنے "کاغذ" پر لکھی ٹیم کا اعلان کرنے کی "اہلیت" کے مالک چیف سلیکٹر جب سینہ تان کر یہ فرض نبھا رہے ہوتے ہیں تو یہ بھلا دیتے ہیں کہ یہ کام تو پچھلے کئی سلیکشن کمیٹی کے سربراہ بھی کرتے آئے ہیں جو ان سے زیادہ تجربہ کار بھی تھے اور کہیں زیادہ شہرت یافتہ بھی!!

شہرت تو عارضی چیف سلیکٹر کی بھی کم نہیں جو اپنے کندھے پر "کھلاڑی داماد" کا بوجھ اٹھائے پھر رہے ہیں۔ 70ء کے عشرے میں آسٹریلیا کا دورہ کرنے والی قومی ٹیم میں شامل سابق کھلاڑی کے بارے میں بڑے دلچسپ قصے سننے میں آتے رہے ہیں جن کو وہ آج بھی اپنے مخصوص انداز میں نجی محفلوں میں "ریورس" کرکے سناتے اور داد وصول کرتے ہیں مگر جو لوگ حقائق سے واقف ہیں وہ ان کی مرچ مصالحہ لگی قصہ گوئی پر زیر لب مسکرائے بغیر نہیں رہ پاتے۔ میرے محترم استاد اور کراچی کے ایک سابق صحافی گل حمید بھٹی اکثر مجھ سے کہا کرتے تھے کہ "اگر عبدالحفیظ کاردار حیات ہوتے تو موجودہ چیف سلیکٹر کے ساتھ وہی کرتے جو انہوں نے 40 برس پہلے کیا تھا۔" یہ کیا قصہ تھا اس کی تفصیل میں جائے بغیر ہمارا مقصد یہاں ان خامیوں کا تذکرہ کرنا ہے، جس نے جیت کی راہ پر گامزن ٹیم کو اچانک ہی ٹریک سے اتار دیا ہے اور انگلینڈ کو ٹیسٹ سیریز میں "وہائٹ واش" کرنے والی قومی ٹیم ون ڈے میں ایک اور سیریز سے ہاتھ دھو بیٹھی ہے۔ جیت کی راہ پر گامزن ٹیم کو جب اپنی محنت کا ثمر ملنے لگا تھا تو بعض اہم باریکیوں کو یکسر نظر انداز کردیا گیا جن پر توجہ دے کر مستقبل میں بھی کامیابی کی قطار طویل ہوسکتی تھی۔ اب ان کو سدھارنے کے لئے "ہڑ بونگ" کے عالم میں جو کچھ کیا جارہا ہے اس کے نتائج برعکس ہی نکل رہے ہیں اور اچھی بھلی کامیاب ٹیم شکست خوردہ نظر آرہی ہے۔

متحدہ عرب امارات کے "مانوس" موسم اور حالات میں انگلینڈ کے خلاف ٹیسٹ سیریز میں پاکستان کو سازگار ماحول کے پیش نظر کوئی مشکل پیش نہ آئی اور "اسپن بالرز کی جوڑی" کی شاندار کارکردگی کے سہارے "جیت کے گھوڑے پر سوار" قومی ٹیم "شاہراہ کامیابی" پر سرپٹ دوڑتی رہی۔ اس دوران نہ تو بیٹنگ کی غلطیوں کا اندازہ کیا گیا اور نہ ہی فاسٹ بالرز کی "کارگزاری" پر توجہ دینے کی کوشش کی گئی کیونکہ اسپن کرنے والے "ناگوں کی جوڑی" مدمقابل کو کچھ اس طرح ڈستی رہی کہ اس زہر کا "تریاق" پاکستانی "تفریحی" ثابت ہوا جو اس سے قبل دو ٹیسٹ میچز کھیلنے کے باوجود ابھی تک پہلی ٹیسٹ وکٹ کے انتظار میں ہے۔ اس سے بڑا بدقسمت شاید ہی کوئی ہو جو عالمی کرکٹ میں سب سے تیز وکٹ پرتھ پر بھی وکٹ حاصل نہ کرسکا جب اسے 2004ء میں آسٹریلیا کے خلاف موقع ملا تھا۔ بھارت کے خلاف 2005ء میں کولکتہ پر بھی ناکامی کا سلسلہ محمد فیصل کو ٹیم سے باہر کرنے کے لئے کافی تھا۔ اس نے اسی سال تین ون ڈے میچوں میں 2/55 کی عمدہ کارکردگی کے ساتھ پانچ وکٹیں ضرور حاصل کیں مگر سلیکٹرز اس سے قطعی متاثر نہ ہوئے اور ڈومیسٹک کرکٹ میں عمدہ کارکردگی بھی اسے ٹیم میں واپس نہ لا سکی۔

> ذرائع کا کہنا ہے کہ ون ڈے سیریز میں ناکامی کا اسکرپٹ اس لئے بھی تحریر کیا گیا ہے کہ کامیابی کے دعوے کرنے والے کوچ محسن خان کو آسمان سے واپس زمین پر پہنچا دیا جائے اور اس تنقید سے بچا جائے جو محسن خان کی موجودگی میں ڈیو واٹمور یا کسی غیر ملکی کوچ کو مقرر کرنے پر ہوسکتی تھی کیونکہ یہ بات اب عام طور پر کہی جانے لگی تھی کہ جب محسن خان کی نگرانی میں ٹیم نے فتح گر کارکردگی دکھائی ہے تو پھر غیر ملکی کوچ کی کیا ضرورت ہے؟

جس وقت محمد خلیل کو "قابل غور" سمجھا گیا اسی وقت 21 سالہ صدف حسین نے بھی خلیل جتنی کارکردگی دکھا رکھی تھی مگر اسے نظر انداز کردیا گیا۔ عبوری چیف سلیکٹر نے اپنی بے پایاں مہارت کے ساتھ محمد خلیل کی سلیکشن کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ "یہ بڑا سخت فیصلہ تھا" انہوں نے صدف حسین کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے کہا کہ "اسے کسی اور وقت موقع دیا جائے گا۔" مگر یاد رہے کہ نوجوان صدف حسین اس سے قبل بھی ایک ٹیم میں منتخب ہونے کے بعد کسی موقع سے محروم رہ چکا ہے اور یہ بات بڑی عجیب سی لگتی ہے کہ جب کوئی نوجوان اپنی بہترین کارکردگی کے بعد بھی انتظار کی سولی پر لٹکا رہے تو اسے قومی ٹیم میں کھیلنے کا موقع آخر کب ملے گا؟ چیف سلیکٹر کے بقول انہوں نے ٹیم انتظامیہ کے ساتھ مشاورت کی اور چار گھنٹے تک گفت و شنید کے بعد محمد خلیل کا نام متفقہ طور پر سامنے آیا مگر یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ اتنے بڑے دماغوں کو ایک بات پر "متفق" ہونے میں چار گھنٹے کیوں لگے؟ اتنے عرصے میں تو پاکستان کی چار ٹیمیں بن کر تیار ہو جاتی ہیں۔"

یہ نومبر 2011 کی بات ہے جب خلیل کو منتخب کرنے والے سلیکشن کمیٹی کے چیف بڑے طمطراق سے یہ دعویٰ بھی کررہے تھے کہ "یہ بڑی خوش

انگلش کوچ مشتاق احمد بھی تلاش نہ کرسکے اور ہمارے بلند پایہ کوچ کے ساتھ ہی ماہر سلیکٹرز بھی یہ بھول گئے کہ جس حکمت عملی کے ساتھ متحدہ عرب امارات کا میدان مارا گیا ہے اس کے ساتھ دوسرے ممالک میں بھی کیا یہی طریقہ کارگر رہے گا۔ جہاں وکٹیں، موسم اور حالات قدرے مختلف ہوں گے۔ وقت بڑا ظالم ہے، جس نے ملک اور حالات بدلنے سے پہلے فارمیٹ کی تبدیلی پر قومی ٹیم کی انتظامیہ کو آئینہ دکھا دیا کہ اگر انہوں نے صرف "دوسرا" اور "تیسرا" کا کھیل جاری رکھا تو یہ جیت کی راہ پر چلنے کے لئے ناکافی ہوگا۔ انہیں ٹیم میں فارمیٹ کے لحاظ سے مناسب تبدیلیاں کرنا پڑیں گی ورنہ وہی نتائج سامنے آتے رہیں گے جیسے کہ ون ڈے سیریز میں آئے ہیں۔

یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ جب وہاب ریاض کو ٹیم میں شمولیت کے حوالے سے کسی "خدشے" کا سامنا ہے تو قومی ٹیم اسے جگہ جگہ اٹھائے کیوں گھوم رہی ہے اور محمد خلیل کے علاوہ تنویر احمد کو باہر بٹھانے کا کیا جواز ہے؟ جنید خان کی انجری اتنی طویل کیوں ہوگئی ہے کہ اس کو واپس لانے میں مشکلات پیش آرہی ہیں۔ جنید خان نے ٹیم میں قدم جمانے کا آغاز کرتے ہوئے جب کارکردگی کا سلسلہ شروع کیا تو ایسا لگا کہ فاسٹ بالنگ کو ایک اچھا سہارا مل گیا ہے مگر بدقسمتی سے لیفٹ آرم پیسر کو انجری نے گھیر لیا تو ایک "انوکھا فیصلہ" کیا گیا اور 29 سالہ محمد خلیل کو جنید خان کے متبادل کے طور پر بنگلہ دیش ٹور کے لئے منتخب کرلیا گیا جو 2005ء کے بعد سے پاکستانی ٹیم کی نمائندگی نہیں کرسکا تھا۔ 6 برس کے طویل عرصے کے بعد اگر کسی بالر کو اس کی ڈومیسٹک کرکٹ میں "عمدہ" کارکردگی کا صلہ دینا ہی تھا تو اسے مواقع تو فراہم کئے جاتے کہ اس میں ابھی کتنی کرکٹ باقی ہے مگر خلیل کے لئے یہ دورہ

آئند بات ہے کہ پاکستان کی "بیچ اسٹرینتھ" مضبوط ہے اور جو لوگ منتخب نہ ہو سکے وہ بددل نہ ہوں خاص طور پر صدف حسین جو مستقبل کا کھلاڑی ہے جسے درست وقت پر ضرور موقع دیا جائے گا۔" یہ درست وقت کب آئے گا اس کا کسی کو علم نہیں کیونکہ ٹیم جب فاسٹ بالرز کی واجبی سی کارکردگی کے باعث ون ڈے سیریز ہار گئی ہو اور اسپنرز اچانک غیر موثر دکھائی دینے لگے ہوں تو اس سے بہتر وقت کون سا ہو سکتا ہے جب کسی نوجوان کو آزمایا جائے مگر شاید یہ محض زبانی تسلی" تھی جو صدف حسین کے منہ میں چوسنی کی طرح دیدی گئی۔ چیف سلیکٹر کا کہنا تھا کہ "اس وقت محمد خلیل بہترین آپشن ہے جو اپنے کیریئر کی بہترین فارم اور کنڈیشن میں ہے جس نے بیشتر وکٹیں بہترین ٹیموں کے خلاف حاصل کی ہیں" مگر افسوس کہ محمد خلیل کو بنگلہ دیش میں اس وقت بھی صرف میچ دیکھنے کا موقع دیا گیا جب ہوم ٹیم اپنا بقاء کی جنگ لڑتے ہوئے ہتھیار پھینک چکی تھی۔ اپنی تمام تر صفات اور اہلیت کے ساتھ وطن واپس آنے والا محمد خلیل ایک مرتبہ پھر ڈومیسٹک کرکٹ کی خاک چھان رہا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ اب اسے قومی ٹیم میں واپسی کے خواب دیکھنا بھی چھوڑ نا پڑے گا کیونکہ وہ شاید اپنا آخری موقع پا چکا ہے جسے اصول کے مطابق اسی "کچرے کے ڈھیر" کی نذر کر دیا گیا ہے جہاں پہلے ہی ان گنت کھلاڑی اپنے خوابوں کی کرچیاں سمیٹ رہے ہیں جن کی واپسی کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا ہے۔

فاسٹ بالر جنید خان کو سری لنکا کے خلاف ابوظہبی میں پانچویں ون ڈے کے دوران انجری نے جکڑ لیا تو یہ خبر آئی کہ وہ 6 ہفتے کے لئے کرکٹ سے دور ہو گیا ہے مگر اس کی واپسی کا ہنوز انتظار ہی رہا جو کھیل میں واپسی کے بعد بہت کم استعمال کیا گیا۔ سری لنکا کے خلاف ٹیسٹ سیریز میں 12 وکٹیں لینے والے بائیں ہاتھ کے بیسر نے چار ٹیسٹ میچوں میں 13 اور 10 ون ڈے میچوں میں گیارہ کھلاڑی آؤٹ کئے ہیں اور اس کی فٹنس کی بحالی کا مطلب یہ ہے کہ ٹیم کو محمد خلیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے جس کا ٹیم میں واپسی پر یہ کہنا تھا کہ "وہ ٹیم میں اپنے نامکمل کام کو آگے بڑھا کر اسے تکمیل تک پہنچانا چاہتا ہے مگر سلیکٹرز نے بڑی چالاکی کے ساتھ اسے "آگے بڑھا دیا ہے" اسی طرح باصلاحیت بالر تنویر احمد کو بھی سائیڈ لائن کر کے اس کے کیریئر کو بھی ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جو بہ مشکل ٹاپ لیول پر ابھرنے میں کامیاب ہوا اور اس نے اپنی اہلیت کو ثابت بھی کیا مگر اب وہ گمنامی میں دھکیل دیا گیا ہے اور چیف سلیکٹرز کی مضبوط "بیچ اسٹرینتھ" کی ٹانگیں کمزوری کے باعث ہلنا شروع ہو گئی ہیں۔

انگلینڈ کے خلاف ٹیسٹ سیریز کے خاتمے پر جب ون ڈے سیریز کے لئے پاکستانی ٹیم یو اے ای پہنچی تو اسی وقت کپتان مصباح الحق نے اس جانب [illegible] کیا تھا کہ "ٹیم مستقل [illegible] بیٹنگ پر تشویش ہے" [illegible] کہنا تھا کہ انگلینڈ [illegible] سے بیٹھے [illegible] جس کا نقصان سیریز ہارنے کی صورت ادا کرنا پڑا۔ عمران فرحت کو مسلسل مواقع دے کر چیف سلیکٹر کو ان کی خدمات کا سلسلہ یاد رہا ہے مگر اس سے پاکستان کرکٹ کو کتنا نقصان پہنچ رہا ہے اس کا کسی کو اندازہ نہیں ہے۔ یونس خان کی ون ڈے کرکٹ میں حکمت عملی سمجھ میں نہیں آئی جو ٹیسٹ میچوں میں تو سنچریاں اسکور کرتے ہیں مگر ون ڈے میں ان کو بدستور مشکلات کا سامنا ہے اور لگتا یہی ہے کہ انہیں اب اس طرز کی کرکٹ میں اپنی کارکردگی پر توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے خراب اثرات آنے والے عرصے میں ٹیسٹ میچز کے دوران بھی سامنے آ سکتے ہیں۔ ان کی جگہ کھیلنے والے اسد شفیق کو لگاتار مواقع دے کر اس قابل بنایا جا سکتا ہے کہ وہ اعتماد کے ساتھ کھیل سکیں کیونکہ نوجوان کھلاڑی کو بار بار ٹیم میں آنے اور جانے کا مسئلہ درپیش ہے اور وہ مناسب حوصلے سے محروم ہوتا جا رہا ہے۔

ایک خبر یہ بھی گردش کر رہی ہے کہ ٹیم میں ایک مرتبہ پھر "پلیئرز پاور" کا بھوت داخل ہو گیا ہے جس کے ثبوت کے طور پر شعیب ملک کی ناکامی کے باوجود ٹیم میں بار ہا موجودگی کو بتایا جا رہا ہے جو کپتان کی آشیر واد کے سہارے قومی ٹیم کے اسکواڈ میں جگہ بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں حالانکہ ان کی موجودگی ٹیم میں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھی گئی ہے کیونکہ ون ڈے ٹیم میں شامل کئی کھلاڑی ایسے ہیں جو شعیب ملک کے دور قیادت میں ان سے روابط کے حوالے سے مشکلات کا شکار رہے ہیں۔ بیٹنگ کی خامیوں کو ہر صورت میں دور کرنے کے خواہاں کپتان مصباح الحق کا ووٹ اگر شعیب ملک کے

حق میں رہا تو اس سے نہ ٹیم کی بیٹنگ لائن میں مضبوطی پیدا ہو گی اور نہ ٹیم کامیابی کی راہ پر گامزن ہو سکے گی۔ بلکہ حیرت کی بات نہ ہو گی کہ انہیں کپتانی سے ہی ہاتھ دھونا پڑ جائیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ ون ڈے سیریز میں ناکامی کا اسکرپٹ اس لئے بھی تحریر کیا گیا ہے کہ کامیابی کے دعوے کرنے والے کوچ محسن خان کو آسمان سے واپس زمین پر پہنچا دیا جائے اور اس تنقید سے بچ جائے جو محسن خان کی موجودگی میں ایک [illegible] غیر ملکی کوچ کو مقرر کرنے پر ہو سکتی تھی کیونکہ یہ بات اب عام طور پر کی جانے لگی تھی کہ جب محسن خان کی نگرانی میں ٹیم نے شاندار کارکردگی دکھائی ہے تو پھر غیر ملکی کوچ کی کیا ضرورت ہے؟

پی سی بی کے سربراہ نے حال ہی میں بیان دیا کہ "وہ انگلینڈ کے خلاف سیریز کے بعد سابق کھلاڑیوں اور ماہرین سے مشورہ کر کے شکست کی وجوہات معلوم کریں گے اور ان کی کوشش ہو گی کہ ہر فارمیٹ کے لئے الگ ٹیم تشکیل دی جائیں۔ یا کم از کم کسی حد تک تبدیلیاں ضرور کی جائیں۔ ان کا یہ اقدام ظاہر ہے کہ صورتحال کے عین مطابق ہو گا مگر انہیں سلیکشن کمیٹی کی نئے سرے سے تشکیل کے بارے میں بھی سوچنا چاہئے جو اپنے فرائض کی انجام دہی میں کافی حد تک ناکام ہے اور جیت کی وجہ سے جن خامیوں کو ابھرنے کا موقع نہیں ملا تھا وہ اب سامنے آ رہی ہیں اور شکست کا سبب بن رہی ہیں۔ ون ڈے ٹیم کے لئے ایک اچھے وکٹ کیپر بیٹسمین کی ضرورت اب لازمی ہو گئی ہے جہاں عمر اکمل کو ذمہ داری ادا کرنا پڑ رہی ہے اور وہ تھکاوٹ کے باعث اپنی بیٹنگ کی اہلیت سے انصاف نہیں کر رہا حالانکہ وہ مکمل فارم میں ایک ایسا کھلاڑی ہے جو پلک جھپکتے ہی بازی پلٹ سکتا ہے۔ اسے بیٹنگ آرڈر میں بہتر پوزیشن اور کھل کر کھیلنے کی ضرورت ہے مگر نہ جانے کیوں اس کے ہاتھوں کو باندھنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے اور وکٹ کیپنگ کا اضافی بوجھ بھی اسے اصل کارکردگی سے دور کر رہا ہے۔ انگلینڈ کے خلاف وہائٹ واش کامیابی ماضی کا حصہ بن گئی، اس پر جشن منایا جا چکا اور کریڈٹ لینے والے اپنے اپنے حصے کا کریڈٹ بھی وصول کر چکے۔ اب قومی ٹیم ایک بار پھر شکست خوردہ یونٹ کے طور پر سب کے سامنے ہے جسے 2011ء کی

> **جنید خان نے ٹیم میں قدم جمانے کا آغاز کرتے ہوئے جب کارکردگی کا سلسلہ شروع کیا تو ایسا لگا کہ فاسٹ بالنگ کو ایک اچھا سہارا مل گیا ہے مگر بدقسمتی سے لیفٹ آرم پیسر کو انجری نے گھیر لیا تو ایک "انوکھا فیصلہ" کیا گیا اور 29 سالہ محمد خلیل کو جنید خان کے متبادل کے طور پر بنگلہ دیش ٹور کے لئے منتخب کر لیا گیا جو 2005ء کے بعد سے پاکستانی ٹیم کی نمائندگی نہیں کر سکا تھا**

کامیابیوں کے سہارے آگے بڑھانا محض طفل تسلی کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔ پی سی بی کے سربراہ کو چاہئے کہ وہ ٹیسٹ سیریز کی کامیابی کے حصار سے نکل کر اب حالیہ ناکامی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے فیصلے کریں اور فوری طور پر نئے چیف سلیکٹر، کوچ اور بالنگ کوچ کا انتظام کرنے کی کوشش از سر نو شروع کر دیں اور تینوں فارمیٹس کے لئے مکمل نہ سہی مناسب تبدیلیوں کے ساتھ نئے اسکواڈ تشکیل دینے کے احکامات صادر کریں اور ایسے کھلاڑیوں کو فراموش نہ کریں جن کو سلیکشن کمیٹی نے آزمائے بغیر نامناسب مواقع کے ساتھ گھر بھیج دیا ہے۔ یہی ایک ایسا وقت ہے کہ ذرا سی کوشش قومی ٹیم کو اپنے قدموں پر کھڑا کر دے گی مگر ٹال مٹول یا نظر انداز کرنے کی پالیسی کو اپنایا گیا تو وہ ثمرات ٹھکانے لگ جائیں گے جو کہ "بدعنوانی" کا عنصر ختم ہونے پر ٹیم کو ملنے لگے ہیں۔

جب ٹیم پر کڑی نظر ہو گی اور اس کے ہر شعبے میں اہل افراد کا تقرر ہو گا تو "پلیئر پاور" اور من چاہے کھلاڑیوں کو مواقع دینے کا عفریت بھی جان چھوڑ دے گا۔ یہ ٹیم بڑی مشکل سے "اعجاز بٹ دور" کے بُرے اثرات سے باہر نکلی ہے اور یہ سلسلہ "ذکاء اشرف دور" میں بھی جاری رہا تو پھر تبدیلی کا فائدہ ہی کیا ہے کیونکہ تبدیلیاں ہمیشہ اچھے نتائج کے لئے کی جاتی ہیں اور اس وقت بھی ان کی بہت زیادہ ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ ٹیمیں عبوری یا عارضی مدت کے لوگوں پر نہیں چلتی ہیں ان کے لئے مستقل مزاج پروفیشنلز کی ضرورت ہوتی ہے۔!! MAB

کیا اب دانش کنیریا کو پھنسانے کی کوشش کی جارہی ہے؟

اگر کوئی یہ سمجھ رہا تھا کہ تین پاکستانی کھلاڑیوں کی سزاؤں کے بعد پاکستان کا دامن صاف ہو جائے گا تو وہ سراسر غلط سوچ رہا تھا اگر کسی کا یہ خیال تھا کہ اس کے بعد میچ فکسنگ کا آسیب اپنی موت مرجائے گا تو یہ بھی محض خام خیالی تھی۔ اہل مغرب نے کمال مہارت سے بدعنوانی کا طوق پاکستان کے گلے میں ڈال کر اس بات کی عالمی سطح پر تصدیق کروی کہ کھیل میں بے ایمانی اسی ملک کا طرہ امتیاز ہے۔ یہ سلسلہ سلمان، عامر اور آصف پر ختم نہیں ہوا بلکہ آنے والے عرصے میں یہ فہرست مزید طوالت اختیار کرے گی اور دنیائے کھیل سے بدعنوانی کے خاتمے کا عہد کرنے والے پاکستان کے منہ پر کالک ملتے رہیں گے جنہوں نے اب لیگ اسپنر دانش کنیریا کے گرد بھی یہ دائرہ تنگ کرنا شروع کردیا ہے اور اطلاع یہ ہے کہ انگلینڈ میں ایک انضباطی ٹریبونل کا قیام عمل میں لانے کی تیاری کی جارہی ہے جو کہ اس بات کی تحقیق کرے گا کہ ایسیکس کے کرکٹر میرون ویسٹ فیلڈ کو اکسانے اور ورغلانے کے پیچھے دانش کنیریا کا ہاتھ تھا۔

انسداد بدعنوانی یونٹ کے ماہرین ماضی میں نہ تو آنجہانی ہنسی کرونیے کو جیل کی سزا دلا سکی اور نہ ہی ان کی معاونت کرنے والے ان کھلاڑیوں کو جو اب بھی کسی نہ کسی طور پر کھیل سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے نہ تو پڑوسی ملک بھارت میں ذمہ داروں کو سزائیں دلائیں اور نہ ہی آسٹریلین کھلاڑیوں کو جنہوں نے بے ایمانی اور بدعنوانی کا برملا اعتراف کیا اور پھر عظمت کے درجے پر بھی فائز ہوئے مگر وہ پاکستانیوں کو پھنسانے میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ کچھ غلطیاں پاکستانی کھلاڑیوں سے بھی سرزد ہوئیں جو فرشتے نہیں محض انسان ہی تھے مگر کیا سزاؤں اور بدنامی کے لئے صرف پاکستان ہی آسان ہدف ہے؟ دوسرے ممالک پر ان کا زور کیوں نہیں چلتا جن کے کھلاڑی کچھ بھی کر گزریں انہیں آسانی سے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ پاکستانی کھلاڑیوں کی بھون پر آئی سی سی نے کڑی سزا کا اطلاق کیا تو پی سی بی سمیت ہر ایک نے اسے کڑوا گھونٹ سمجھ کر پی لیا۔ پھر عدالتی سطح پر جب تحقیق اور پوچھ گچھ ہوئی تو اس وقت بھی تعاون کیا گیا مگر لگتا ہے کہ اب اس معاملے پر مزاحمت اور سخت احتجاج کا وقت آگیا ہے اور یہ سلسلہ نہ روکا گیا تو کئی کھلاڑی اس طرح کے مسائل کا شکار ہو کر نہ صرف کھیل سے دور ہوجائیں گے بلکہ پاکستان کا نام مزید خراب کیا جائے گا۔

پاکستان کے تین کھلاڑیوں کو برطانوی عدالت سے سزا ہوئے ابھی چار ماہ کا عرصہ بھی نہیں گزرا اور صرف محمد عامر کی جیل سے رہائی ممکن ہوسکی ہے تو ایک مرتبہ پھر پاکستان کو بدعنوانی کی دلدل میں گھسیٹنے کی تیاریاں شروع ہوچکی ہیں اولڈ بیلی کی عدالت میں معاملہ تھا فاسٹ بالر میرون ویسٹ فیلڈ کا مگر کورٹ میں سارا وقت دانش کنیریا کا نام گونجتا رہا جبکہ اس نے معصوم ویسٹ فیلڈ کو بے ایمانی پر اکسایا اور بعض دوسرے کھلاڑیوں سے بھی رابطہ کرکے انہیں لالچ میں مبتلا کرنے کی کوشش کی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ویسٹ فیلڈ نے ابتداء میں جھوٹ کا سہارا لیا اور الزامات سے انکار کرتا رہا مگر بعد میں یہ معاملہ پولیس کے سامنے جانے سے پہلے ہی اپنے جرم کا اعتراف بھی کرلیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ''اعتراف'' کسی در پردہ ڈیل کا نتیجہ ہے اور جان بوجھ کر خراب بالنگ کے بعد رقم وصول کرنے کا الزام قبول کرنے پر بھی اسے صرف چار ماہ کی سزا

دی گئی ہے یعنی دو ماہ کے معمولی عرصے میں صاف ستھرا ہو کر واپس آجائے گا جبکہ پاکستانیوں نے آخر وقت تک ''نو بال'' کے واقعے سے انکار کیا اور انہیں سخت سزا کا سامنا ہے اور صرف محمد عامر ہی ویسٹ فیلڈ کی طرح اعتراف کرکے معمولی سزا کا مستحق سمجھا گیا۔

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ 2010ء میں جب کاؤنٹی کرکٹ میں بدعنوانی کا واقعہ منظر عام پر آیا تو اس وقت ویسٹ فیلڈ کے ساتھ ہی دانش کنریا کو بھی گرفتار کیا گیا تھا مگر لیگ اسپنر کے خلاف ناکافی ثبوت کے باعث تمام چارجز ڈراپ کردیے گئے تھے اگر وہ کسی طرح بھی قصوار تھا تو اسی وقت یہ بات واضح کیوں نہیں کی گئی اور ایسیکس کے وہ کھلاڑی مجرمانہ خاموشی کیوں اختیار کئے رہے جو ویسٹ فیلڈ کی سزا کے بعد یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ ''پاکستانی کھلاڑیوں کی طرف سے آنکھ بند کرلینا ایک مذاق ہے'' کاؤنٹی کی کوچ پال گریسن بھی اب یہ بات کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے کئی لیگل بک میکرز کے دانش کنیریا سے براہ راست تعلق کے بارے میں سنا تھا مگر عدالت نے ان تمام افراد کو طلب کرکے سرزنش کیوں نہیں کی کہ ماضی میں انہوں نے زبان کیوں نہیں کھولی اور اب وہ بڑے طمطراق سے حقائق کیوں بیان کررہے ہیں؟ مگر شاید عدالت ایسا نہ کرسکے کیونکہ ویسٹ فیلڈ کو معمولی سزا دے کر دانش کنیریا کو پھنسانے کا پلاٹ تیار کرلیا گیا ہے اور اطلاع یہ ہے کہ اگر اس پر جرم ثابت ہوگیا تو پھر وہ تاحیات پابندی کا شکار بھی ہوسکتا ہے۔

اولڈ بیلی کی عدالت کے جج انتھونی مورس نے میرون ویسٹ فیلڈ کو سزا سناتے ہوئے کہا کہ اب ایک قانونی ٹیم کی تشکیل لازمی ہوگئی ہے جو نہ صرف اس جرم کی سنجیدہ نوعیت کا جائزہ لے بلکہ ایسے لوگوں کا بھی قلع قمع کرے جو کہ بدعنوانی کے ذریعے رقم سمیٹتے رہے ہیں۔ ویسٹ فیلڈ کو کسی پادری کی طرح نصیحت کرنے والے جج نے واضح کیا کہ فاسٹ بالر نے لوگوں کا بھروسہ توڑا ہے اور بے ایمانی کرکے لاکھوں افراد کا کھیل پر یقین بھی ختم کردیا ہے۔ عدالت کے فیصلے کے بعد انگلش کرکٹ بورڈ نے ویسٹ فیلڈ کے کھیل میں شریک ہونے پر عبوری پابندی عائد کردی ہے جو ایسیکس کی جانب سے ریلیز کئے جانے کے بعد ایسیکس لیگ میں ہی کلب کرکٹ کھیل رہا تھا کیا یہ بات بھی عجیب

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ 2010ء میں جب کاؤنٹی کرکٹ میں بدعنوانی کا واقعہ منظر عام پر آیا تو اس وقت ویسٹ فیلڈ کے ساتھ ہی دانش کنریا کو بھی گرفتار کیا گیا تھا مگر لیگ اسپنر کے خلاف ناکافی ثبوت کے باعث تمام چارجز ڈراپ کردیئے گئے تھے اگر وہ کسی طرح بھی قصوار تھا تو اسی وقت یہ بات واضح کیوں نہیں کی گئی اور ایسیکس کے وہ کھلاڑی مجرمانہ خاموشی کیوں اختیار کئے رہے جو ویسٹ فیلڈ کی سزا کے بعد یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ ''پاکستانی کھلاڑیوں کی طرف سے آنکھ بند کرلینا ایک مذاق ہے''

نہیں تھی کہ ''کرکٹ کی وجوہات'' پر ایسکس کاؤنٹی نے جب ویسٹ فیلڈ کو ریلیز کردیا تو اس کے بعد ساتھی کھلاڑیوں اور کوچ نے اس کے خلاف بیان داغنے شروع کردیئے جبکہ پہلے وہ خاموش رہے!!

کاؤنٹی کرکٹ میں بدعنوانی اور بے ایمانی کے خلاف باقاعدہ قوانین موجود ہیں جہاں کھلاڑیوں کو اس عفریت سے بچاؤ کے لئے باقاعدہ لیکچرز دیئے جاتے ہیں مگر اس ماحول میں ایک کھلاڑی بے ایمانی کرتا ہے اور پھر اپنے ایک ساتھی کو بھی اس سے آگاہ کرتا ہے تو یہ معاملہ بڑا مضحکہ خیز سا محسوس ہوتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ستمبر 2009ء میں درہم کے خلاف میچ میں مقررہ رنز دینے کے عوض 23 سالہ ویسٹ فیلڈ کو 6 ہزار پاؤنڈز کی رقم لی اس نے میچ کے چند روز بعد ایک ساتھی کھلاڑی ٹونی پالاڈینو کو اپنے گھر بلا کر اس بارے میں آگاہ کیا اور اسے ایک پلاسٹک بیگ بھی دکھایا جس میں پچاس پاؤنڈ کے کرنسی نوٹوں پر مشتمل رقم موجود تھی۔ ویسٹ فیلڈ نے پالاڈینو سے کہا کہ ''یہ سب سے زیادہ رقم ہے جو اس نے یکمشت دیکھی ہے'' کیا کوئی اس احمقانی کہانی پر یقین کرسکتا ہے کہ کوئی کھلاڑی اپنی بدعنوانی کا کسی کے سامنے ایسے حالات میں پردہ چاک کرے جب اس جرم پر کڑی سزا کا اعلان کیا جارہا ہو۔ یہ تو بالکل اسکول کے بچوں جیسا رویہ ہے جس پر یقین کرنا بھی چاہیں تو نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص ایک فاش غلطی کر بیٹھے' اسے اچھی طرح علم ہو کہ اس کا کیا بھگتان ادا کرنا پڑسکتا ہے مگر پھر بھی وہ کھلے بندوں اعلان کرتا پھر رہا ہو۔ واقعات کے مطابق ویسٹ فیلڈ نے پالاڈینو کو یہ بات بھی بتادی تھی کہ یہ معاملہ طے کرانے میں دانش کنیریا کا ہاتھ ہے جو ''مڈل مین'' کا کردار ادا کررہا ہے اور اس کے عوض اسے چار ہزار پاؤنڈز ملے ہیں۔ عدالت میں ویسٹ فیلڈ کا دفاع کرنے والے وکیل مارک ملیکن اسمتھ نے بھی یہ کہنے میں تامل نہیں کیا کہ دانش کنیریا نے ٹیم کے سب سے کمزور کھلاڑی سے دوستی بڑھائی جسے سالانہ 20 ہزار پاؤنڈز کی آمدنی ہوتی ہے۔ دانش نے ویسٹ فیلڈ کو بتایا کہ

آئی سی سی نے ای سی بی اور پی سی بی کے ساتھ مشترکہ اعلامیہ جاری کرتے ہوئے اس امر کی وضاحت کردی ہے کہ دانش کنیریا کو پاکستان کی جانب سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ ویسٹ فیلڈ کا معاملہ سامنے آنے کے بعد لیگ اسپنر پر پہلے ہی عرصہ حیات تنگ تھا' سونے پہ سہاگہ یہ کہ اسپاٹ فکسنگ معاملے کے بعد تو پی سی بی نے پاکستان کے صف اول کے اسپنر سے طوطے کی طرح آنکھیں پھیرلیں اور کھیل کی گورننگ باڈی کے خوف میں مبتلا ہوکر دانش کنیریا کو ''سائیڈ لائن'' پر پڑے گلدان میں سجادیا

وہ اسے تیزی سے رقم کمانے کا طریقہ بتا سکتا ہے'' یاد رہے کہ یہ وکیل ساؤتھ وارک کراؤن کورٹ میں پاکستان کے فاسٹ بالر محمد عامر کا بھی ''ناکام دفاع'' کرچکا ہے جو اس وقت بھی بری طرح ناکامی سے دوچار ہوا اور ویسٹ فیلڈ کو بھی نہ بچاسکا بلکہ اس نے دانش کنیریا پر الزام دھرنے کے باعث اپنے موکل کی سزا میں کمی ضرور کرالی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ ویسٹ فیلڈ کو معصوم اور ''بھولا بچہ'' ثابت کرتے ہوئے اس نے دانش کنیریا کو پھنسانے میں اہم کردار ادا کیا۔

ایسکس کے کھلاڑی اور کپتان اب اس طرح کے بیانات دینے میں پیش پیش نظر آرہے ہیں جیسے کہ دانش کنیریا نے کاؤنٹی میں ہر ایک کو لالچ اور طمع میں مبتلا کردیا تھا۔ تحقیق تو اس بات کی بھی ہونا چاہئے کہ مذکورہ تمام افراد جب پہلے سے یہ سب جانتے تھے تو انہوں نے کاؤنٹی حکام اور انسداد بدعنوانی یونٹ کو آگاہ کیوں نہیں کیا اور پالاڈینو جیسے غیر معروف کھلاڑی کو پولیس تک لے جانے کے لئے کس نے تیار کیا۔ اگر ویسٹ فیلڈ ایسکس کا ایک معمولی کھلاڑی گردانا جارہا ہے جسے لالچ میں مبتلا کردیا گیا ہے تو پھر کیا دانش کنیریا کو اس معاملے میں پھنسانے کے لئے پالاڈینو کا کردار صاف ستھرا دکھائی دیتا ہے؟ یہ بھی تو ممکن ہے کہ پاکستانی کھلاڑی کے خلاف کوئی باقاعدہ سازش کی گئی ہو۔ آج جو کھلاڑی ماضی کی باتوں کو سامنے لاکر یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ وہ اسے دانش کنیریا کا مذاق سمجھتے تھے' ان کی باتیں ہمیں بھی کسی مذاق سے کم نہیں لگ رہیں کہ اتنے عرصے کے بعد یہ راز آشکار کیوں ہوئے؟ کیا یہ بھی محض اتفاق ہے کہ کنیریا کے خلاف بیانات داغنے والوں میں ایک بھارتی نژاد کھلاڑی ورون چوپڑا بھی شامل ہے جو اب وارو کشائر سے وابستہ ہوچکا ہے۔ اس کی یادداشت اچانک واپس آئی ہے اور اس نے یہ انکشاف کیا ہے کہ ''کنریا نے ایک مرتبہ فون پر کسی سے بات کرتے ہوئے کہا تھا کہ پیسے بنانے کے تو اور بھی طریقے ہیں' پھر میچ تھرو کرنے کی کیا ضرورت ہے؟'' کس قدر بھونڈا مذاق ہے کہ کنیریا اس قدر اہم بات چیت کھلے عام کررہا تھا اور جن ایشیائی باشندوں سے اس کا تعلق جوڑا جارہا ہے وہ بھی احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر اس طرح کی خفیہ باتیں کرتے تھے۔

آئی سی سی نے ای سی بی اور پی سی بی کے ساتھ مشترکہ اعلامیہ جاری کرتے ہوئے اس امر کی وضاحت کردی ہے کہ دانش کنیریا کو پاکستان کی جانب سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ ویسٹ فیلڈ کا معاملہ سامنے آنے کے بعد لیگ اسپنر پر پہلے ہی عرصہ حیات تنگ تھا' سونے پہ سہاگہ یہ کہ اسپاٹ فکسنگ معاملے کے بعد تو پی سی بی نے پاکستان کے صف اول کے اسپنر سے طوطے کی طرح آنکھیں پھیرلیں اور کھیل کی گورننگ باڈی کے خوف میں مبتلا ہوکر دانش کنیریا کو ''سائیڈ لائن'' پر پڑے گلدان میں سجادیا۔ اب مشترکہ اعلامیہ سامنے آنے کے بعد اس امر کی وضاحت ہوگئی ہے کہ انگلینڈ میں اگر انضباطی ٹریبونل کا قیام عمل میں لایا گیا تو دانش کنریا کو اس کے سامنے پیش کرنے پر پی سی بی کا بھی ایک کردار ہوگا۔ جب لیگ اسپنر کو پھنسانے کی کوشش کی جارہی ہوگی تو پاکستان کرکٹ بورڈ اس کے خلاف مزاحمت کرنے کے بجائے بدعنوانی کے خاتمے میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے خود ہی پاکستان کے ماتھے پر ایک اور کلنک کا اضافہ کررہا ہوگا۔ کہا جارہا ہے کہ اگر دانش کنیریا کے خلاف الزامات ثابت ہوگئے تو اسے زیادہ سے زیادہ پنالٹی یعنی ''تاحیات پابندی'' کا سامنا کرنا پڑے گا جو اس لحاظ سے سراسر ناانصافی ہوگی کہ ایک ایسے ''مجرم'' کے اعترافی بیان کو سامنے رکھ کر اسے سزا دی جائے گی جو کہ خود پاک صاف نہیں ہے اور اس نے خود دلدل میں گرنے کے بعد اسی گند میں دانش کنیریا کو بھی گھسیٹنے کی کوشش کی ہے کیونکہ وہ سچا ہوتا تو بہت پہلے ہی ''حقائق'' پولیس کے گوش گزار کرچکا ہوتا۔

دانش کنیریا کا دعویٰ ہے کہ لندن میں اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں سامنے آسکا تھا اور آئی سی سی نے کلیئرنس لیٹر جاری کرتے ہوئے یہ تحریر کیا تھا کہ ان کے کھیلنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے تو پھر اب یہ نیا اعتراض کس لئے.....؟ کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسے گھیرنے کی باقاعدہ منصوبہ بندی کرلی گئی ہے۔ اگر لیگ اسپنر قصوروار ہوتا تو اسے انگلینڈ سے پاکستان آنے کا موقع بھی نہ ملتا اور گورے اسی وقت اپنا ہاتھ دکھا جاتے۔ دانش کنیریا نے واضح کیا ہے کہ اگر پی سی بی کی انٹگریٹی کمیٹی طلب کرے گی تو وہ حسب سابق خود کو کلیئر کرانے کے لئے اس کا سامنا کریں گے مگر انگلینڈ جاکر وہ تحقیقات کے بارے میں شامل ہونے کے حوالے سے کوئی جواب نہ دے سکے کیونکہ یہ بات خطرے سے خالی نہ ہوگی کہ لیگ اسپنر انگلینڈ جاکر کسی بھی ٹریبونل کا سامنا کرے جو کہ اسے پھنسانے کے لئے تشکیل دیا جارہا ہو۔ بہت ہی معمولی سا امکان سامنے رکھا جائے کہ دانش کنیریا کے کسی واقف نے ویسٹ فیلڈ کو ورغلایا تھا تو اس سے بھی پاکستانی لیگ اسپنر پر کوئی آنچ نہیں آتی مگر پاکستان مخالف انگریزوں نے اگر ایک بار پھر سازش کا جال تیار کرکے پاکستان کو اس میں ملوث کرنے کی کوشش کی تو اس سے بڑی زیادتی کوئی اور نہیں ہوگی خاص طور پر اس لئے بھی پاکستان کرکٹ بورڈ ہمیشہ کی طرح اپنے کھلاڑی کے بجائے آئی سی سی اور ای سی بی کے مفادات کا تحفظ کررہا ہے اور دانش کنریا کو کھیل سے دور رکھنے کے ساتھ ہی اس کو ''قصوروار'' ٹھہرانے میں بھی پیش پیش ہے۔

MAB

طویل قامت اسٹیون فن نے اپنی اہلیت ثابت کردی

پاکستان کے خلاف ون ڈے سیریز میں جس کھلاڑی نے انگلینڈ کی جانب سے غیر متوقع طور پر حیران کن کارکردگی پیش کی وہ اسٹیون فن تھا 6 فٹ 7 انچ طویل قامت اسٹیون فن نے جس طرح کی گیندوں سے پاکستانی بلے بازوں کو پریشان کئے رکھا اس پر یقیناً انگلش ٹیم کو افسوس ہو رہا ہوگا کہ انہوں نے ٹیسٹ سیریز میں اسٹیون فن کی خدمات سے کیوں فائدہ حاصل نہیں کیا۔ طویل قامت اسٹیون فن انگلش جتھے میں شامل ہونے والا نیا فاسٹ بالرز ضرور ہے مگر اس کی کارکردگی اسے طویل عرصے کے لئے برطانوی اسکواڈ میں شامل رکھے جانے کا اہل ثابت کررہی ہے۔ 2005ء میں محض 16 سال کی عمر میں اس نے مڈل سیکس کی جانب سے اپنے کاؤنٹی کیریئر کا آغاز کیا تو 1949ء کے فریڈ ٹٹمس کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ اتنے کم عمر کھلاڑی نے اپنے فرسٹ کلاس کیریئر کا آغاز کیا ہو۔ اپنے ابتدائی کیریئر میں ہی وہ انگلش سلیکٹرز کی توجہ کا مرکز بن چکا تھا۔

2009ء میں مڈل سیکس کی جانب سے اسے بھرپور مواقع فراہم کئے گئے اور اس نے بھی مکمل انجوائے کرتے ہوئے 53 وکٹیں سیزن میں 30.64 کی اوسط سے حاصل کیں جس کا صلہ اسے یو اے ای کا دورہ کرنے والی انگلش لائنز کی ٹیم میں شمولیت کی صورت میں ملا۔ ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ کے لئے اس کا نام 30 ممکنہ کھلاڑیوں کی فہرست میں شامل رہا۔ لیکن شاید اسے سینئر ٹیم کے دروازے پر دستک دینے کے لئے ابھی اگلے سیزن کا انتظار کرنا تھا۔ انگلش ٹیم کے دورہ بنگلہ دیش کے موقع پر اسٹوارٹ براڈ گراہم اونینز اور ایان سائیڈ باٹم کی انجریز نے اس کی ٹیم میں آمد کے لئے راستہ ہموار کیا اور بنگلہ دیش پہنچنے کے صرف 24 گھنٹے بعد ہی اس نے وارم اپ میچ میں چٹاگانگ کی مردہ وکٹ پر اپنی پرفارمنس سے سلیکٹرز کو اعتماد میں لے لیا اور تین دن بعد ہی وہ اپنے ٹیسٹ ڈیبیو کا آغاز کر چکا تھا۔ انگلش سلیکٹرز بھی اسٹیو ہارمیسن کے نعم البدل کی تلاش میں تھے اور اسٹیون فن نے انہیں یہ روشنی دی کہ وہ اس پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ اپنے ڈیبیو ٹیسٹ پر اسے چٹاگانگ میں پہلی اننگز میں 14 اور دوسری اننگز میں 18 اوور پھینکنے کا موقع مل سکا اور ایک ایک وکٹ دونوں اننگز میں اس کے حصے میں آئی۔ ڈھاکہ میں بھی وہ پورے میچ میں 19 اوور کرا سکا اور دو وکٹیں ملیں۔ تاہم دو ٹیسٹ کی سیریز کے بعد مئی 2010ء میں بنگلہ دیش کی ٹیم جوابی ٹور پر برطانیہ پہنچی تو لارڈز میں اس نے 9 وکٹیں اڑا ڈالیں جس میں دوسری اننگز میں 5/87 کی کارکردگی بھی شامل تھی۔ مانچسٹر میں بھی 5/42 کی کارکردگی کے ساتھ اس نے ٹیسٹ میں 6 وکٹیں حاصل کیں۔ جولائی 2010ء میں گرین شرٹس ٹیم کی میزبانی اس نے ناٹنگھم میں 5 وکٹوں کی کارکردگی سے کی' برمنگھم میں 3' اوول میں ایک اور لارڈز میں 4 وکٹیں اس کے ہاتھ لگیں یہ وہی بدنام زمانہ سیریز تھی جس نے محمد آصف' سلمان بٹ اور محمد عامر پر انٹرنیشنل کرکٹ کے دروازے بند کرا دیئے۔

نومبر 2010ء میں اسے ایشیز سیریز کے لئے منتخب کیا گیا اور برسبین کی پہلی اننگز میں 6/125 کی کارکردگی اس نے دی۔ ایڈیلیڈ ٹیسٹ میں 3 وکٹیں اس کے ہاتھ لگیں جبکہ پرتھ میں 5 وکٹیں اس کے کھاتے میں جمع ہوئیں جون 2011ء میں اسے سری لنکا کے خلاف لارڈز ٹیسٹ میں موقع دیا گیا جو کہ تاحال اس کا آخری ٹیسٹ بھی تھا۔ پہلی اننگز میں 108 رنز کے عوض 4 وکٹیں حاصل کرنے کے بعد وہ دوسری اننگز میں وکٹ سے محروم رہا۔ صرف ایک سال کے عرصے میں اس نے 12 ٹیسٹ میچوں میں 26.92 کی اوسط سے 50 وکٹیں حاصل کررکھی ہیں 6/125 اس کی بہترین کارکردگی رہی۔

اسٹیون فن کو ایک سال کے دورانیے میں زیادہ ون ڈے میچز کھیلنے کا موقع نہیں مل سکا ہے 30 جنوری 2011ء کو اس نے برسبین میں آسٹریلیا کے خلاف اپنے ون ڈے کیریئر کا آغاز کیا لیکن 10 اوورز میں 61 رنز کے عوض اسے ایک وکٹ ہاتھ لگ سکی۔ تاہم سیریز کے دوسرے میچ میں بھی اسے آزمایا گیا جہاں 10 اوور میں 51 رنز کے عوض 2 وکٹیں اسے ملیں پرتھ میں کھیلے گئے ون ڈے میچ میں بھی اسے 10 اوور میں 57 رنز کا جرمانہ ادا کرنا پڑا۔ جبکہ وکٹ بھی اسے کوئی ہاتھ نہ آئی۔ 25 اگست 2011ء کو ڈبلن میں آئرلینڈ کے خلاف اسے کھیلنے کا موقع ملا تو 5 اوور میں 16 رنز کے عوض 2 وکٹوں کی متاثر کن کارکردگی اس نے پیش کی۔ بھارتی ٹیم انگلینڈ کے دورے پر پہنچی تو ستمبر میں اسے 2 ون ڈے میچوں میں موقع ملا مگر وہ 1/54 اور 1/44 کی کارکردگی ہی دے سکا۔ انگلش ٹیم ون ڈے سیریز کھیلنے بھارت پہنچی تو اکتوبر میں کھیلے گئے تمام میچوں میں اسے نمائندگی کا موقع دیا گیا۔ حیدرآباد دکن میں اسے 9 اوور میں 67 رنز کے عوض ایک وکٹ ملی تو نئی دہلی میں وہ اتنے ہی اوور میں 50 رنز کے عوض کوئی وکٹ بھی حاصل نہ کرسکا۔ ممبئی میں اس نے قدرے بہتر کارکردگی 10 اوور میں 45 رنز کے عوض 3 وکٹیں حاصل کر کے پیش کی جبکہ موہالی میں اتنے ہی اوور میں وہ 44 رنز کے عوض 2 وکٹیں حاصل کر چکا تھا۔ کولکتہ میں بھی کوٹے کے مقررہ اوورز میں وہ 47 رنز کے عوض 2 وکٹیں سمیٹ سکا۔ تاہم اس کے اکاؤنٹ میں ابھی عمدہ کارکردگی موجود تھی اور پاکستان کے خلاف امارات میں کھیلی گئی ون ڈے سیریز میں اس نے پہلے ہی میچ میں 34 رنز کے عوض 4 وکٹیں اکھیڑ کر ٹیم کی فتح کا جشن منایا تو اگلے ہی ون ڈے میچ میں بھی 34 رنز کے عوض 4 ہی وکٹیں سمیٹ کر گویا اس نے پہلے میچ کا ایکشن ری پلے دہرایا جہاں حیرت انگیز طور پر اس کے بالنگ فیگر دونوں میچ میں یکساں یعنی 10-1-34-4 رہے۔

> پاکستان کے خلاف امارات میں کھیلی گئی ون ڈے سیریز میں اس نے پہلے ہی میچ میں 34 رنز کے عوض 4 وکٹیں اکھیڑ کر ٹیم کی فتح کا جشن منایا تو اگلے ہی ون ڈے میچ میں بھی 34 رنز کے عوض 4 ہی وکٹیں سمیٹ کر گویا اس نے پہلے میچ کا ایکشن ری پلے دہرایا جہاں حیرت انگیز طور پر اس کے بالنگ فیگر دونوں میچ میں یکساں یعنی 10-1-34-4 رہے۔

4 اپریل 1989ء کو ویٹ فورڈ میں جنم لینے والے اسٹیون تھامس فن نے پاکستان کے خلاف سیریز سے قبل محض 2 ٹی ٹوئنٹی میچز کھیلے تھے 23 ستمبر 2011ء کو ویسٹ انڈیز کے خلاف اوول میں اولین میچ میں اسے 2 اوور میں 16 رنز کے عوض کوئی وکٹ نہ مل سکی۔ جبکہ بھارت کے خلاف 29 اکتوبر کو کولکتہ میں کھیلے گئے میچ میں وہ کوٹے کے چار اوور میں 22 رنز کے عوض 3 وکٹوں کی متاثر کن کارکردگی سے نمایاں رہا تھا۔

اسٹیون تھامس فن ابھی محض 22 سال کا ہے اور اس کی کم عمری یہ ثابت کررہی ہے کہ وہ طویل عرصہ کرکٹ کے میدان سے جڑے رہنے کا اہل ہے اور آنے والے وقتوں میں وہ انگلش اسکواڈ کی طرف سے اپنے کھیل کے ذریعے خود کو عالمی کرکٹ کے نمایاں بالرز میں شامل کئے رکھنے کا عزم کئے ہوئے ہے۔ (کے یو)

تجزیہ

محسن خان کی کوچنگ سے سبکدوشی، پی سی بی کا درست قدم ہوگا؟

خود کو بطور کوچ برقرار رکھوانے کے لیے پاکستان کرکٹ بورڈ پر ذرائع ابلاغ اور سیاست دانوں کے ذریعے دباؤ ڈلوانا محسن حسن خان کو بہت مہنگا پڑ سکتا ہے کیونکہ بورڈ اب انہیں اس حرکت کی بھرپور سزا دینے کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ سابق ٹیسٹ کرکٹر و چیف سلیکٹر محسن خان، جنہیں عبوری طور پر قومی کرکٹ ٹیم کے کوچنگ کی ذمہ داریاں دی گئی تھیں، کو مرحلہ وار بورڈ سے باہر کرنے کے لیے حکمت عملی تیار کر لی گئی ہے اور اس سلسلے میں انہیں یا تو چیف سلیکٹر کی کٹھن ذمہ داری ایک مرتبہ پھر سونپی جاسکتی ہے یا پھر چیئرمین پی سی بی انہیں کراچی میں زیر تعمیر بورڈ کی اکیڈمی کا مختار کل بنا سکتے ہیں۔ ذرائع کہتے ہیں کہ پاکستان کرکٹ بورڈ کے سربراہ ذکا اشرف محسن خان سے خوش نہیں ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ محسن نہ صرف ٹیم میں ایک مرتبہ پھر پلیئر پاور کو ہوا دے رہے ہیں بلکہ ذرائع ابلاغ اور سیاست دانوں کے ذریعے پی سی بی انتظامیہ پر دباؤ بھی ڈال رہے ہیں۔ اسی حرکت سے نالاں ہو کر وہ مرحلہ وار محسن خان کو منظر عام سے ہٹانا چاہتے ہیں اور پہلے مرحلے میں وہ انہیں کراچی اکیڈمی کی ذمہ داری سونپنے کے خواہاں ہیں۔ گو کہ اس وقت یہ خبریں بھی گردش میں ہیں کہ محسن خان کو چیف سلیکٹر کے سابق عہدے پر بحال کر دیا جائے گا لیکن بہر حال ان کے مستقبل پر گہرے بادل چھائے ہوئے ہیں کہ آیا وہ اپنی سلیکشن کی ذمہ داری واپس جا پائیں گے یا انہیں کوئی اور مشن سونپا جائے گا۔ اس حوالے سے استفسار پر ذرائع کا کہنا تھا کہ درحقیقت سربراہ پی سی بی انہیں منظر عام سے ہٹانا چاہتے ہیں اور اگر انہیں کراچی اکیڈمی کے سربراہ کی ذمہ داری دی جاتی ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ محسن خان چھ آٹھ ماہ سے زیادہ پی سی بی میں نہیں ٹک پائیں گے کیونکہ کراچی اکیڈمی اس وقت زیر تعمیر ہے اور اس کی تکمیل میں بھی تقریباً ایک سال لگے گا۔

ایک روزہ کرکٹ سیریز میں شکست کے ساتھ ہی نہ صرف یہ کہ قوم بلکہ کرکٹ بورڈ کے کرتا دھرتا بھی پاکستان کی انگلستان کے خلاف تاریخی ٹیسٹ فتح کو بھلا بیٹھے ہیں اور اب نہ صرف محسن خان بلکہ مصباح الحق کا بھی متبادل تلاش کیا جا رہا ہے۔ ذرائع نے بتایا ہے کہ پاکستان کرکٹ بورڈ کے اعلیٰ عہدیداران کم از کم محدود اوورز کی کرکٹ میں ٹیم کی قیادت ایک نوجوان کھلاڑی کے سپرد کرنا چاہتے ہیں اور فی الحال ایسا لگتا ہے کہ ان کی نظر انتخاب محمد حفیظ پر ٹھہرے گی۔ بورڈ حکام کی غیر رسمی گفتگو میں ٹیم کی قیادت کا معاملہ زیر بحث ہے اور وہ مصباح الحق کی بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ ساتھ ان کی حد سے زیادہ دفاعی حکمت عملی سے بھی ناخوش ہیں۔ یہ بدلتی ہوئی کرکٹ کے تناظر میں بورڈ کا ایک دانشمندانہ فیصلہ لگتا ہے کیونکہ نتائج سے ظاہر ہے کہ پاکستان کرکٹ ٹیم نمبر ون ٹیسٹ ٹیم انگلستان کے خلاف ٹیسٹ میں کلین سویپ کرنے کے باوجود محدود اوورز کی کرکٹ میں لڑکھڑا گئی اور اب تک سیریز کا کوئی میچ جیتنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ مصباح الحق کی زیر قیادت ٹیسٹ سیریز میں انگلستان کی شکست کے بعد کپتان کو خوب سراہا تو گیا لیکن یہ امر بہر حال سب کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس وقت مصباح کی عمر 37 سال ہے اور وہ زیادہ عرصہ ٹیم کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اس لیے بے ضابطہ طور پر یہ طے کیا گیا ہے کہ اگلے ماہ ڈیو واٹمور کے کوچ بننے کے بعد محمد حفیظ کی کپتان نامزدگی کا اعلان کیا جائے گا۔ اس تاخیر کا مقصد یہی ہے کہ اس معاملے پر بورڈ ٹیم میں ٹوٹ پھوٹ نہیں چاہتا اور کسی خطرے کو مول لینے سے بچنے کے لیے قیادت کی تبدیلی کی تمام تر ذمہ داری نئے کوچ پر رکھنا چاہتا ہے اور خود کو دودھ میں سے مکھی کی طرح نکالنا چاہتا ہے۔

ذرائع کا کہنا ہے کہ مصباح الحق کو ٹیسٹ ٹیم میں بدستور کپتان برقرار رکھا جائے گا، جس کی وجہ ان کی بہترین کارکردگی اور قیادت کا انداز ہے جس کی بدولت پاکستان نے مشکل سے مشکل صورتحال میں بھی میچ بچائے ہیں جبکہ محسن خان، جو قائم مقام کوچ بننے سے قبل چیف سلیکٹر تھے، کو ان کی مرضی کے مطابق دوبارہ یہی عہدہ یا پھر اپنی مرضی کی کوئی اور ذمہ داری سونپی جائے گی۔ 94 ایک روزہ مقابلوں میں 42.25 کی اوسط سے 2666 رنز بنانے والے مصباح الحق نے ابھی تک محدود اوورز کی کرکٹ میں کوئی سنچری نہیں بنائی۔ گو کہ ان کے ریکارڈ پر بنگلہ دیش، زمبابوے اور سری لنکا کے خلاف محدود اوورز کی سیریز فتوحات شامل ہیں لیکن ان میں سے سوائے سری لنکا کے خلاف 4-1 کی فتح کے کوئی جیت قابل ذکر نہیں ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ بورڈ عہدیداران سمجھتے ہیں کہ ڈیو واٹمور ایک سخت گیر کوچ ہیں اور ان کی پہلی ترجیح ہی ایک جارح مزاج کپتان ہے، یوں ان کی خواہش کو بھی مدنظر رکھا جا رہا ہے اور حفیظ کی ترقی کی راہ بھی ہموار کی جا رہی ہے۔ 31 سالہ حفیظ، جو ٹیم میں پروفیسر کے لقب سے مشہور ہیں، نے گو کہ اپنے کیریئر کا آغاز 2003 میں کیا تھا لیکن انہوں نے اپنا مقام 2010 میں ہی مضبوط کیا ہے اور اس وقت سے ٹیم کے مستقل رکن بھی ہیں اور انتہائی مستقل مزاجی کے ساتھ بلے اور گیند دونوں کے ساتھ بھرپور کارکردگی بھی دکھا رہے ہیں۔ صرف 2011 میں انہوں نے دو ٹیسٹ اور تین ایک روزہ سنچریاں جڑیں جبکہ ٹی ٹوئنٹی طرز میں دو مرتبہ نصف سنچریاں اسکور کیں۔ نہ صرف انہوں نے 10 مرتبہ میچ کے بہترین کھلاڑی کا اعزاز حاصل کیا بلکہ سنتھ جے سوریا اور جیک کیلس کے بعد ایک سال میں 1000 رنز اور 30 سے زائد وکٹیں حاصل کرنے والے تاریخ کے تیسرے کھلاڑی بنے۔ دوسری جانب خود پاکستان کرکٹ بورڈ کے چیئرمین ذکا اشرف بھی اس امر کی جانب اشارہ کر چکے ہیں کہ پاکستان کو تینوں طرز کی کرکٹ میں الگ الگ کپتان اور کھلاڑیوں کے ساتھ کھیلنا چاہیے کیونکہ ہر طرز کی کرکٹ کا مزاج بالکل الگ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ انگلستان کے خلاف اس حوصلہ شکن ہار کے بعد پاکستان ایشیا کپ کے لیے کیا حکمت عملی ترتیب دیتا ہے اور کیا کوچ کے ساتھ ساتھ وہاں پاکستان نئے کپتان کے ساتھ میدان میں اترے گا؟! ایشیا کپ کا آغاز 11 مارچ سے بنگلہ دیش دارالحکومت ڈھاکہ میں ہو رہا ہے جہاں بھارت اپنے اعزاز کا دفاع کرے گا۔

پاکستان کرکٹ ٹیم نے محسن خان کی کوچنگ میں جس شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اس کے بعد پی سی بی کے لئے ڈیو واٹمور سے معاہدہ کرنا یقیناً کٹھن کام بن گیا ہے۔ محسن خان کی کوچنگ میں کھلاڑیوں نے جس طرح سے پے در پے فتوحات کے جھنڈے میدان میں گاڑے اور عالمی کرکٹ میں پاکستان کا نام دوبارہ بلندیوں پر گامزن نظر آیا وہ یقیناً ایک قابل ستائش اقدام تھا۔ گزشتہ سال ون ڈے انٹرنیشنل اور ٹیسٹ کرکٹ میں کامیابیوں کے حوالے سے سرفہرست ٹیم کے کوچ کو اگر کرکٹ بورڈ یک دم ہٹانے کا فیصلہ کر دے تو اسے کیا کہا جائے گا۔

گرین شرٹس نے انگلینڈ کو ٹیسٹ سیریز میں شکست دیکر پوری قوم کا سر بلند کیا ایک سال قبل اسپاٹ فکسنگ تنازعہ میں گھرے رہنے والی ٹیم کی یہ کامیابی بلاشبہ سراہے جانے کے لائق تھی۔ مصباح الحق کی قیادت اور محسن خان کی کوچنگ نے پاکستانی ٹیم کو جس طرح ٹیسٹ سیریز میں کامیابی سے ہمکنار کرایا اس کی کسی کو توقع نہ تھی۔ انگلینڈ کے سابق کپتان ناصر حسین تو یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ پاکستانی ٹیم جس انداز میں کھیل رہی ہے وہ دنیا کی کسی بھی ٹیم کو ہرا سکتی ہے پاکستانی ٹیم کی یہ کارکردگی وقتی نہیں تھی نہ ہی "تکا" تھی۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ غیر ملکی کوچ کی زبان سب سے بڑی رکاوٹ پاکستانی ٹیم کی کوچنگ میں ثابت ہوگی پھر پی سی بی قیمتی زر مبادلہ غیر ملکی کوچ پر کیوں خرچ کرنا چاہتا ہے۔ اگر ٹیم ناکام ہو رہی ہو تو پھر کوچ کی تبدیلی سمجھ میں آتی ہے لیکن ایک ایسی ٹیم جو کہ مسلسل کامیابیاں حاصل کر رہی ہے اس کا کوچ تبدیل کرنا ہرگز دانشمندانہ فیصلہ نہیں یہاں یہ بات بھی ضرور گوش گزار کرنا چاہیں گے کہ دوران میچ محسن خان کا رویہ کھلاڑیوں کے ساتھ جس قدر دوستانہ اور مشفقانہ ہوتا ہے وہ ایک عام ناظر کی نظروں سے اوجھل نہیں رہا اور جب کھلاڑی بھی کوچ سے مطمئن ہوں تو پھر بھی کوچ کی تبدیلی ٹیم میں کیا تبدیلی لا سکتی ہے' اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں!! پی سی بی کو چاہئے کہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے اور کوچ محسن خان کے عہدے میں توسیع کر کے انہیں مزید کام کرنے کا موقع دیا جائے تاکہ قومی ٹیم جو کہ فتوحات کی راہ پر گامزن ہو چکی ہے اسے ڈسٹرب نہ کیا جا سکے۔

فاسٹ بالر محمد عامر کی عالمی کرکٹ میں جلد واپسی ممکن ہو سکے گی......؟

پاکستان کے تیز گیند باز محمد عامر کو اسپاٹ فکسنگ مقدمے میں چھ ماہ کی سزا مکمل کرنے کے بعد قید خانے سے رہا کر دیا گیا ہے تاہم فی الوقت وہ انگلستان میں موجود ہیں گے اور بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی جانب سے عائد 5 سالہ پابندی کے باعث کسی بھی سطح پر کرکٹ نہیں کھیل پائیں گے۔ اس لیے وہ تمام کرکٹ شائقین جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ اب محمد عامر پاکستان کی نمائندگی کے لیے دستیاب ہوں گے، انہیں مایوسی کا سامنا کرنا ہوگا کیونکہ عامر کم از کم اگلے 4 سال تک پاکستان تو کجا کسی کلب کے لیے بھی کرکٹ نہیں کھیل پائیں گے۔ الا یہ کہ عالمی ثالثی عدالت برائے کھیل میں ان کی اپیل پر کوئی پیشرفت ہو یا بین الاقوامی کرکٹ کونسل اپنے قوانین میں ترمیم کر کے فکسنگ کے حوالے سے کم از کم سزا میں نرمی پیدا کرے اور اس کا اطلاق محمد عامر والے معاملے پر بھی ہو۔ اس کے علاوہ عامر کی فوری کرکٹ میں واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اگست 2010ء میں انگلستان کے خلاف لارڈز ٹیسٹ کے دوران جان بوجھ کے نو بال کرانے اور اس کے بدلے میں سٹے بازوں سے رقوم وصول کرنے کے معاملے پر طشت از بام ہونے پر پہلے بین الاقوامی کرکٹ کونسل نے فروری 2011ء میں ان کے کھیلنے پر 5 سال کی پابندی عائد کر دی اور بعد ازاں برطانیہ نے انہیں دھوکہ دہی اور بدعنوانی کے مقدمے میں چھ ماہ قید کی سزا سنا دی۔ محمد عامر کے علاوہ ان کے ساتھی گیند باز محمد آصف اور اس وقت کے پاکستانی کپتان سلمان بٹ پر بھی کم از کم 5،5 سال کی پابندیاں عائد کی گئی ہیں جبکہ مقدمے میں انہیں بالترتیب ایک اور ڈھائی سال قید کی طویل سزائیں دی گئی ہیں۔ محمد عامر کو 6 ماہ قید کی سزا سنائی گئی تھی اور ان کی سزا 31 فروری کو مکمل ہونا تھی لیکن اس سے دو روز قبل ہی انہیں رہائی دے دی گئی۔ محمد عامر کو مقدمے میں مجرم قرار دیے گئے دیگر فریقین کی طرح کسی قید خانے میں نہیں رکھا گیا بلکہ کم عمر مجرموں کے ایک اصلاحی مرکز بھیج دیا گیا تھا جہاں انہوں نے قید کے تقریباً تین ماہ گزارے۔ مذکورہ مقدمے میں عامر واحد فریق تھے جنہوں نے اعتراف جرم کرتے ہوئے معافی طلب کی تھی۔ اس حوالے سے عدالت میں ان کا ایک جذباتی نوعیت کا بیان بھی پیش کیا گیا تھا۔ بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی جانب سے پابندی لگائے جانے کے بعد محمد عامر نے فوری طور پر سی اے ایس میں اپیل دائر کی۔ یہ عالمی عدالت کھیلوں میں پیدا ہونے والے قضیوں کو نمٹانے کے لیے قائم کی گئی ہے۔

پاکستانی کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان و کوچ وقار یونس نے محمد عامر سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر محمد عامر پر عائد پانچ سالہ پابندی میں کمی کی جا سکتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں میں یہ نہیں کہتا کہ محمد عامر فرشتہ ہے اس واقعے سے دوسروں کو اچھا سبق مل چکا ہے، عامر کی ذہنی تربیت کی ضرورت ہے عامر کرکٹ سے اپنا ناطہ جوڑے رکھیں اور اچھے دنوں کا انتظار کریں۔ محمد عامر نے جو کچھ کیا وہ یقیناً ملک کی بدنامی کا سبب بنا لیکن وہ اب اپنے جرم کی سزا کاٹ چکے ہیں اور انہیں دوبارہ اپنی زندگی مثبت انداز میں شروع کرنے کا حق ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی ذہنی تربیت کی جائے، محمد عامر ابھی کم عمر ہیں اور اگر آئی سی سی ان کے معاملے پر ہمدردانہ غور کرکے پانچ سالہ پابندی میں کمی کر سکتی ہے تو یہ اچھا ہوگا جہاں تک محمد عامر کی کرکٹ کا تعلق ہے اس پر ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہے کیونکہ یہ نہیں معلوم کہ وہ دوبارہ کھیلنے کے قابل ہو سکیں گے یا نہیں؟ پاکستانی عوام انہیں دوبارہ قبول کریں گے اور پاکستان کرکٹ انہیں کھلانا چاہے گا یا نہیں۔ عام حالات میں پابندی کی مدت مکمل ہونے پر محمد عامر 23 برس کے ہو چکے ہوں گے اور اس وقت تک ان کی فٹنس کیسی ہوگی؟ اس بارے میں ابھی وثوق سے نہیں کہا جا سکتا۔ محمد عامر کے لئے بہت مشکل ہوگا کہ وہ پابندی کے ان 5 برسوں میں کسی بھی سطح کے لئے کرکٹ کھیلے بغیر خود کو متحرک رکھ سکیں۔ بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ محمد عامر انٹرنیشنل کرکٹ میں واپسی کے شدت سے منتظر ہوں گے کیونکہ انہوں نے مختصر وقت میں جتنی بھی کرکٹ کھیلی اس میں ان کی کارکردگی شاندار رہی عامر کے لئے یہی مشورہ بہتر ہو سکتا ہے کہ وہ کرکٹ سے اپنا ناطہ جوڑے رکھیں اور اچھے دنوں کا انتظار کریں کیونکہ پی سی بی سربراہ بھی یہی چاہتے ہیں کہ محمد عامر کی عالمی کرکٹ میں واپسی ہو اور وطن واپسی پر ان کا تعلیمی سیشن بھی پی سی بی نے کرانے کا اعلان کیا ہے۔ بہرحال تمام شائقین منتظر ہیں کہ محمد عامر کی عالمی کرکٹ میں واپسی کب تک ممکن ہو سکتی ہے؟

5 فروری پاکستان کرکٹ کے سیاہ ترین ایام میں سے ایک ہے، جب بین الاقوامی کرکٹ کونسل نے اسپاٹ فکسنگ کے قضیے میں پاکستان کے تین کھلاڑیوں پر طویل پابندیاں عائد کی تھیں۔ ٹھیک ایک سال قبل 5 فروری کو قطر کے دارالحکومت دوحہ میں ہونے والی بین الاقوامی کرکٹ کونسل نے سلمان بٹ، محمد آصف اور محمد عامر پر کم از کم پانچ سال کی پابندی عائد کرنے کا اعلان کیا تھا۔ سلمان بٹ اور محمد آصف پر بالترتیب 5 اور 2 سال کی اضافی پابندی بھی عائد کی گئی جو آئی سی سی کے ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی اور پاکستان کرکٹ بورڈ کے انسداد بدعنوانی کے پروگرام میں حصہ نہ لینے کی صورت میں ان پر لاگو ہوگی۔ لیکن کیونکہ فکسنگ کے معاملے میں بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی کم از کم پابندی پانچ سال ہے اس لیے سب سے زیادہ نقصان نوجوان محمد عامر کو اٹھانا پڑا جو پانچ سال تک کسی بھی سطح پر کرکٹ نہیں کھیل پائیں گے۔ آئی سی سی کے مقرر کردہ خصوصی ٹریبونل کے مطابق تیز گیند بازوں محمد آصف اور محمد عامر دونوں پر 26 سے 29 اگست 2010ء تک لارڈز میں کھیلے گئے ٹیسٹ کے دوران جان بوجھ کو نو بالز کرانے کا الزام ثابت ہوا اور اس حرکت میں اس وقت کے کپتان سلمان بٹ کے ان کھلاڑیوں کے ساتھ ہونے کے بھرپور شواہد بھی ملے، اس لیے سلمان بٹ پر سب سے زیادہ 10 سال کی نااہلی کی پابندی عائد کی گئی جبکہ دیگر کھلاڑی اس کے مقابلے میں کم سزا کے حقدار قرار پائے۔ محمد عامر کو اپنی کم عمری، وہ اس وقت صرف 18 سال کے تھے، کے باعث کم از کم سزا دی گئی جو پانچ سال کی پابندی ہے۔ مذکورہ لارڈز ٹیسٹ کے دوران جان بوجھ کر نو بالز کرانے کا معاملہ افشاء ہوتے ہی آئی سی سی نے تینوں کھلاڑیوں کو فوری طور پر معطل کر دیا تھا اور ان پر کسی بھی سطح کی باضابطہ کرکٹ کھیلنے پر پابندی عائد تھی۔ یہ معاملہ برطانیہ کا ایک 'چٹخارہ' اخبار "نیوز آف دی ورلڈ" سامنے لایا تھا جس کے ایک صحافی مظہر محمود نے پاکستانی باؤلرز پر ایک سٹے باز مظہر مجید سے پیسے لے کر جان بوجھ کر نو بالز کرانے کا انکشاف کر کے تہلکہ مچا دیا تھا۔ بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی جانب سے ان پابندیوں کے بعد بعد ازاں، برطانیہ کی ایک عدالت نے تینوں کھلاڑیوں اور سٹے باز مظہر مجید پر فوجداری مقدمہ بھی چلایا جس کے تحت گزشتہ سال نومبر کے اوائل میں تینوں انہیں قید کی سزائیں دینے کا اعلان کیا گیا جن میں سلمان بٹ کو ڈھائی سال، محمد آصف کو ایک اور محمد عامر کو چھ ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔ محمد عامر سزا کی تکمیل کے بعد اب رہائی پا چکے ہیں اور اس وقت کھیلوں کی بین الاقوامی ثالثی عدالت، سوئٹزرلینڈ میں فیصلے کے خلاف اپیل کے لیے اپنے وکلا سے مشورے کر رہے ہیں۔ باقی دونوں کھلاڑی اس وقت بدستور قید خانے میں ہیں۔

میرا اصل ہدف ٹی 20 ورلڈ کپ میں آسٹریلیا کو فاتح بنانا ہے...... جارج بیلی
KFC

7 ستمبر1982ء کو تسمانیہ میں جنم لینے والے جارج بیلے نے تصور بھی نہ کیا ہوگا کہ وہ آسٹریلیا کی جانب سے اپنے کیریئر کا آغاز بطور کپتان کریں گے۔ 29 سالہ جارج بیلے بگ بیش لیگ میں میلبورن اسٹار کی نمائندگی کرنے کے ساتھ چینئی سپر کنگز، اسکاٹ لینڈ، تسمانیہ اور آسٹریلیا اے کی نمائندگی کر چکے ہیں، اپنے پہلے ہی اولین ٹی ٹوئنٹی میچ میں کپتان کی حیثیت سے کیریئر کا آغاز انہوں نے بھارت کے خلاف فتح سے کیا۔ جارج بیلے تسمانیہ کی مڈل آرڈر بیٹنگ میں پچھلے کئی سیزن سے اہم کردار ادا کرتے چلے آرہے ہیں۔ 10-2009ء میں انہیں کپتانی سونپی گئی جبکہ اس سے قبل وہ ڈینئیل مارش کے نائب کے فرائض انجام دیتے رہے۔ 3 سیزن تک ان کے نائب کے فرائض انجام دینے والے جارج بیلے کو جب تسمانیہ کی قیادت سونپی گئی تو یہ سرپرائز نہیں تھا اپنے بطور کپتان پہلے ہی سیزن میں ایف آر کپ میں انہوں نے ٹائیگرز کی قیادت کی اور ایونٹ میں 538 رنز 59.77 کی اوسط سے بنا کر دوسرے ٹاپ اسکورر بھی رہے، جس میں ان کی اولین سنچری بھی شامل تھی۔

مارچ2010ء میں جارج بیلے کو آسٹریلیا ون ڈے اسکواڈ میں چیپل ہیڈلی ٹرافی کے لئے طلب کیا گیا لیکن بدقسمتی سے انہیں کوئی میچ کھیلنے کا موقع نہیں مل سکا۔ تسمانیہ کی جانب سے ان کی بہترین قائدانہ صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سلیکٹرز نے 2011-12 کے سیزن کے لئے جارج بیلے کو آسٹریلیا کی ٹی ٹوئنٹی ٹیم کا کپتان مقرر کیا۔ 1877 میں ڈیو گریگوری کے بعد وہ پہلے کپتان بنے جنہوں نے آسٹریلیا کی جانب سے اپنے عالمی کرکٹ کیریئر کا آغاز بطور کپتان کیا اور ان کا بیٹنگ ریکارڈ بھی اس بات کا متقاضی تھا کہ کپتانی ان کی بیٹنگ پر اثر انداز نہیں ہوئی لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ پچھلے 3 سیزن میں انہوں نے ٹی ٹوئنٹی میچوں میں واحد نصف سنچری اسکور کی۔ 2004 میں فرسٹ کلاس سیزن کا آغاز کرنے والے جارج بیلے نے 78 فرسٹ کلاس میچوں کی 140 اننگز میں 14 مرتبہ ناٹ آؤٹ رہتے ہوئے 4999 رنز 39.67 کی اوسط سے بنائے، 160 بہترین اسکور رہا 13 سنچریاں اور 24 نصف سنچریاں اسکور کیں، فیلڈنگ میں 73 کیچز ان کے ہاتھ لگے۔ جبکہ ڈومیسٹک میں 41 ٹی ٹوئنٹی میچوں میں وہ 840 رنز 28.00 کی اوسط سے 5 نصف سنچریوں سے بنا چکے تھے۔ آسٹریلیا کے نئے قائد سے بھارت کے خلاف ٹی ٹوئنٹی سیریز کے بعد رکھی گئی نشست کا احوال قارئین کی نذر ہے۔

ایک نئے کپتان کی حیثیت میں کیا آپ ٹی ٹوئنٹی اسکواڈ سے مطمئن تھے؟

میں سلیکٹرز سے رابطے میں تھا جب سلیکشن ہوئی تو میری رائے شامل تھی گوکہ سرکاری طور پر نہیں لیکن عملی طور پر میری رائے شامل کی گئی، میرے لئے یہ قابل فکر تھا کہ آسٹریلین پلئینگ الیون کا انتخاب میری مشاورت سے ہوا اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر کھلاڑی نے اپنی بہتر طریقے سے ڈیوٹی انجام دی۔

کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ موجودہ اسکواڈ ورلڈ کپ ٹی 20 جو کہ ستمبر میں ہوگا اس وقت تک کے لئے کار آمد ہے؟

بالکل میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ممکن ہے لیکن کچھ پتہ نہیں کہ اس وقت تک پلوں کے نیچے سے کتنا پانی گزر چکا ہوگا لیکن اسے ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ کی جانب پہلا قدم قرار دیا جاسکتا ہے۔ ٹی ٹوئنٹی میں ایک مشکل امر یہ ہوتا ہے کہ آپ کھلاڑیوں کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار پاتے جیسا کہ ون ڈے اور ٹیسٹ میں وقت ہوتا ہے میں نے ابھی سے کھلاڑیوں سے ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ کے لئے پلاننگ کا آغاز کر دیا ہے اور میں چاہوں گا کہ اس اسکواڈ کو سلیکٹرز تھوڑا وقت دیں تاکہ ہم اچھے نتائج مہیا کرسکیں۔

ٹی ٹوئنٹی اسکواڈ کے ساتھ کھیلنے سے قبل آپ نے چند روزہ میچز ایک دوسرے کے ساتھ کھیلے کیا یہ ہم آہنگی کیلئے کافی تھا؟

یہ مسئلہ نہیں ہے کہ آپ نے چار روزہ میچز اس اسکواڈ کے ساتھ کھیلے اور ٹی ٹوئنٹی میں یہ کام نہیں آئے گا نہ ہی یہ ہوتا ہے کہ ون ڈے اور ٹیسٹ کرکٹ کھیلنے کے بعد ٹی ٹوئنٹی میں یہ تجربہ کیسے کام آئے گا اصل بات ہم آہنگی ہے جو کہ ایک دن میں بھی قائم ہوسکتی ہے میں ابھی یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ ہم ورلڈ کپ ٹی ٹوئنٹی تک یکجا رہ سکیں گے اور کتنا زیادہ تجربہ حاصل کرسکیں گے۔

بگ بیش لیگ کرکٹ میں تم ٹاپ اسکورر میں سے ایک تھے، کیا سینئر ٹیم کیلئے کھیلتے ہوئے اس پرفارمنس کو برقرار رکھنے کا دباؤ نہیں تھا؟

میں نہیں سمجھتا کہ بگ بیش اور سینئر ٹیم میں کھیلنا کچھ مختلف تھا میرے لئے یہاں بھی کپتانی کرنا ایسا ہی تھا جیسا کہ میں نے بگ بیش میں کی۔ اصل بات تو یہ ہے کہ آپ اپنی فارم کو برقرار رکھیں اور کھلاڑیوں میں عزت بنانے کے لئے کپتان کو اچھا پرفارم کرنا ضروری ہے میں قائدانہ صلاحیتوں سے ہٹ کر بیٹ سے بھی ٹیم کے لئے ہمہ وقت کچھ کرنا چاہتا ہوں، میں بگ بیش میں بیٹ سے اپنی پرفارمنس پر خوش تھا لیکن کبھی خیال آتا تھا کہ میں اس سے بھی زیادہ رنز اسکور کرسکتا تھا آپ میرا ٹی ٹوئنٹی میں کسی بھی ٹیم کے خلاف ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں مڈل آرڈر میں کھیلنے والے تمام بلے بازوں سے بہتر میرا ریکارڈ دکھائی دے گا۔

مڈل آرڈر کیلئے ٹی ٹوئنٹی کرکٹ میں بڑی انفرادی اننگز کھیلنا اعداد و شمار کے حوالے سے زیادہ مشکل نہیں؟

بالکل، ٹی ٹوئنٹی کرکٹ محدود اوورز کی کرکٹ ہے اکثر اوقات مڈل آرڈر کا نمبر آتے آتے محض 5 سے 7 اوور ہوتے ہیں اس میں ایک مڈل آرڈر بلے باز کتنے رنز بنالے گا؟ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ مڈل آرڈر کا ٹی ٹوئنٹی میں کوئی کردار نہیں، بلکہ دیکھا جائے تو اصل کردار ہی مڈل آرڈر کا ہے کیونکہ اختتامی اوور میں ہارڈ ہٹر کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ وکٹ پر قیام کرنے کی اہلیت بھی رکھتا ہو اور اسکور بورڈ کو بھی متحرک رکھ سکے۔ ہم نے بھی ابھی سے مڈل آرڈر بلے بازوں پر مشتمل ایک گروپ بنایا ہوا ہے جس پر محنت کر رہے

ہیں تاکہ ورلڈ کپ میں یہ ہمارے کام آسکے۔ یہاں ہم اگر بگ بیش میں سے 4 سے 5 ٹاپ وکٹ ٹیکر اور بلے باز پر مشتمل ایک ٹیم بنالیں تو اچھی بات ہے اور اس آئیڈیا پر سوچا جاسکتا ہے لیکن یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ وہ ٹاپ بلے باز مڈل آرڈر میں چل سکیں گے یا نہیں، ٹی ٹوئنٹی کرکٹ ویسے بھی ایک چیلنج بنی رہی ہے، یہاں آپ کو ہمہ وقت بیٹسمین کی پوزیشن تبدیل کرنے کے لئے تیار رہنا پڑتا ہے کہ اس وقت تیز کھیلنے والے کھلاڑی کو بھیجنا ہے یا دفاعی انداز اختیار کرنا ہے۔ جبکہ ٹیسٹ کرکٹ میں ایسا نہیں ہوتا وہاں تو کھلاڑی کو پتہ ہے کہ مجھے اس نمبر پر کھیلنا ہے اور وہ اسی نمبر پر کھیلتا ہے۔

کیا نمبر 5 کیلئے تم موزوں بلے باز نہیں ہو؟

یہ تو پچویشن پر انحصار کرتا ہے کہ میں کس نمبر پر زیادہ موزوں ہوں بس اہم بات یہ ہے کہ آپ اسکواڈ کا حصہ ہیں۔ آسٹریلیا کے پاس بالرز اور بلے بازوں کی بڑی متوازن کھیپ موجود ہے۔ ڈیوڈ وارنر، ڈیوڈ ہسی، مچل مارش، ڈینئیل کرسٹیان، میتھیو ریڈ اور میں خود جو کہ کھیل کو بخوبی انجام تک پہنچانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

مائیکل کلارک کو بھی ٹی ٹوئنٹی کا کپتان بنایا گیا مگر ان کا بیٹنگ انداز ٹیسٹ کرکٹ کا تھا جس کی وجہ سے وہ علیحدہ ہوئے یہ ہی کچھ آپ کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے؟

میں خود کو نارمل رکھے ہوئے ہوں، میں صرف کرکٹ کھیل رہا ہوں اور میرا اپنا اسٹائل ہے مجھ پر دباؤ صرف اچھا کھیل پیش کرنے کا ہی کیونکہ یہ ہرگز کوئی نہیں چاہے گا کہ ٹیم کے 10 لڑکے اچھا کھیلیں اور کپتان اچھی کارکردگی نہ دے۔ ہر کھلاڑی کو پتہ ہے کہ پرفارمنس کی بنیاد پر ہی وہ ٹیم میں رہ سکے گا۔ دباؤ میڈیا بناتا ہے اگر دو تین میچوں میں ناکام ہوگئے تو پھر آپ پر خود ہی دباؤ بڑھ جاتا ہے۔

کیمرون وائٹ سے کپتانی لے کر آپ کو دی گئی ان کا رویہ کیسا ہے آپ کے ساتھ؟

اس کا رویہ ہمیشہ سے میرے ساتھ اچھا رہا ہے مجھے علم ہے کہ وہ کپتانی واپس لئے جانے سے دلبرداشتہ ضرور ہوا ہوگا کیونکہ کسی کھلاڑی کے لئے یہ بڑی دل شکنہ بات ہوتی ہے کہ اسے کہا جائے کہ آپ قومی ٹیم کی قیادت کے اہل نہیں۔ لیکن میرا اس کے ساتھ تعلق مددوالا رہا ہے اور رہے گا۔ آخری چھ ہفتے میں میں نے اس کے ساتھ کافی کام ٹیم پر کیا ہے' مجھے اس میں قائدانہ صلاحیتیں دکھائی دیتی ہیں اور میں اس کی ضرور مدد کرتا رہوں گا۔

ٹی ٹوئنٹی اسٹیٹ کپتان میں کیا فرق دیکھتے ہیں؟

سب سے بڑا فرق تو ٹائم کا ہے ٹی ٹوئنٹی میں ہر لمحے کھیل کی پوزیشن تبدیل ہوتی رہتی ہے' ہر لمحے میں آپ کو اپنا فیصلہ تبدیل کرنا پڑتا ہے ابھی آپ گیم کا اے اور بی پلان بناتے ہیں تو اگلے ہی لمحے پلان سی اور ڈی بنانا پڑ جاتا ہے بہت کم ٹائم ہوتا ہے ٹی ٹوئنٹی میں کہ مشورہ کر کے آپ بالر یا بیٹسمین کو موزوں پوزیشن میں استعمال کر سکیں۔ بہت سے فیصلے آپ کے قدموں تلے ہوتے ہیں جنہیں فوری استعمال کرنا ہوتا ہے' ٹی ٹوئنٹی میں ہر کھلاڑی کو خود پتہ ہوتا ہے کہ اس کی ٹیم میں کیا اہمیت ہے۔

چار روزہ کرکٹ میں کپتانی مشکل ہے یا ٹی ٹوئنٹی کرکٹ میں؟

دونوں ہی ایک دوسرے سے مختلف ہیں' چار روزہ میچ میں اگر کپتانی کر رہے ہوں اور مخالف ٹیم کا اسکور 3 وکٹوں پر 350 رنز ہو تو ایک کپتان کے لئے یہ بہت مشکل مرحلہ ہوتا ہے دونوں ہی فارمیٹ کی کرکٹ کو میں بہت مختلف اور چیلنجنگ سمجھتا ہوں۔

کس کپتان کی صلاحیتوں سے متاثر ہوئے؟

ڈین مارش !! یہ ان میں سے سرفہرست کپتان ہیں جن سے میں بہت زیادہ متاثر ہوا اور انکا اثر میرے کیریئر پر دکھائی دیتا ہے' کھیل کا تجزیہ کرنا اور ہم آہنگ کرنا کوئی ان سے سیکھے وہ ہر لمحے کرکٹ سے انجوائے کرتے تھے' شکست اور فتح سے قطع نظر وہ کبھی جذباتی نہیں ہوتے تھے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ان کے پائے کا کپتان ہوسکتا ہے۔ وہ کھیل کو بہت اچھی طرح سمجھتے تھے۔

تمہاری کپتانی کی طاقت کیا ہے؟

میں تو کھلاڑیوں تک رسائی اپنی طاقت سمجھتا ہوں' اگر کوئی کھلاڑی اچھا آئیڈیا دے تو اسے ضرور آزمانا چاہئے یہ نہیں کہ اسے اپنی انا کا مسئلہ بنایا جائے۔ کھلاڑیوں سے کمیونیکیشن آپ کی اچھی ہونی چاہئے' ایک یہی بات مجھے ڈین مارش نے سمجھائی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ مسئلہ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ تم کتنے اچھے کپتان ہو اور پہلا دن تمہارا کیسا گزرا میں گارنٹی سے کہتا ہوں کہ تمہیں اگر یہ اندازہ ہوجائے کہ تم دیگر کی نسبت زیادہ اچھا سوچتے ہو تو منزل آسان ہوتی چلی جائے گی۔

2010ء کے ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ کا فائنل کھیلنے والی آسٹریلین ٹیم اس کے بعد سے اس فارمیٹ میں ناکام رہی' کیا وجہ ہے؟

میں نہیں سمجھتا کہ ٹیم میں کوئی خامی ہے' بلکہ اگر آج ہم ٹی ٹوئنٹی میں نمبر 6 پر قائم ہیں تو بھی جس ٹیم کو سراہتا ہوں میں نہیں سمجھتا کہ رینکنگ سے ٹیم کی کارکردگی پر اثر پڑتا ہے آپ کو بگ بیش کی مثال دوں گا کہ ہماری ٹیم ایونٹ کی ٹاپ ٹیم تھی مگر اگلے دن ہی پوائنٹس ٹیبل پر سب سے نچلے نمبر پر رہنے والی ملبورن رینی گیڈز سے بمشکل تمام میچ جیتنے میں کامیاب ہوئی۔ ٹی ٹوئنٹی کرکٹ کی خوبی یہی ہے کہ یہاں کسی بھی ٹیم کو زیادہ دیر تک ٹاپ پر رہنے کا موقع نہیں ملتا بلکہ بعض اوقات تو اگلے دن ہی ٹاپ ٹیم نچلے نمبروں پر چلی جاتی ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ ٹاپ ٹیمیں نیوں میں اگر ہم نمبر 6 پر موجود ہیں تو یہ بھی [illegible] کی کامیابی ہے اس لئے کہتا ہوں کہ رینکنگ ہمارے لئے مسئلہ نہیں ہونی چاہئے۔ ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ اپنی رینکنگ کو قائم رکھیں اصل مقصد یہ ہے کہ نیچے نہ جائیں اور ٹیم کی پرفارمنس میں تسلسل قائم رہے تاکہ ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ میں ہمیں [illegible]

[illegible] بریڈ ہوگ کی ٹیم میں سلیکشن سرپرائز نہیں تھی؟

دلچسپ تھی آپ نے دیکھیں بگ بیش لیگ میں تمام سینئر کرکٹرز نے اپنی کارکردگی سے ثابت کیا کہ وہ اب بھی ٹیم کی ضرورت ہیں۔ ان کی صلاحیتوں اور تجربے سے کسی کو انکار نہیں۔ میں نے یہ دیکھا کہ بریڈ ہاگ آج بھی فٹنس اور پرفارمنس میں کسی اچھے کھلاڑی سے کم نہیں فیلڈ میں اس کی چابکدستی تو عمر کھلاڑیوں کی طرح ہوتی ہے اس نے یہ ثابت کیا کہ وہ آج بھی ٹیم کا حصہ بن سکتا ہے اس نے ثابت کیا کہ وہ آج بھی اپنی فارم کی اعلیٰ سطح پر ہے۔

کیا بریڈ ہاگ کو سری لنکا میں ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ کے پیش نظر ٹیم کا حصہ بنایا گیا؟

ٹی ٹوئنٹی کرکٹ میں اسپنرز کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے' سری لنکا میں گیند بہت زیادہ ٹرن ہوتی ہے۔ زیادہ اسپن ہوتی ہے اس لئے ہمارے لڑکوں کو بھی اس سلسلے میں آگاہی ہونا بہت ضروری ہے۔ بھارت کے خلاف ٹی ٹوئنٹی میں ہم نے اسپنرز کو کھیلنے میں مشکل محسوس نہیں کی کیونکہ کھلاڑیوں نے اسپن پر مشق کی تھی' ابھی ورلڈ کپ میں کافی وقت ہے ہم اپنے ساتھ اسپنرز کو لے کر چلنا چاہتے ہیں اور بلے بازوں کو اسپنرز سے کھلا کر انہیں ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ کے لئے تیار کرنا چاہتے ہیں۔

5 سال تک آپ آسٹریلین کرکٹرز ایسوسی ایشن کے چیف ایگزیکٹو رہے کیا تجربہ حاصل کیا؟

چیف ایگزیکٹو رہنا میرے لئے ایک اعزاز تھا میں نے اس پوسٹ پر رہتے ہوئے کرکٹ کے بہت سے مسائل سے نمٹنا سیکھا۔ اس وقت کرکٹرز کو جو مسائل درپیش ہیں ان سے آگاہی حاصل کی سب سے اہم بات جو میں نے سیکھی وہ یہ تھی کہ آسٹریلیا کے کرکٹرز کس قدر ٹیم کے لئے اہم ہیں۔ وہ کھلاڑی جو ملک کے لئے کھیل رہے ہیں جو ملک کی نمائندگی کے منتظر ہیں اور جو ملک کی نمائندگی کے لئے تیار کئے جا رہے ہیں۔ آسٹریلیا میں کرکٹ سے محبت کرنے والے بہت لوگ ہیں اور وہ آسٹریلیا کو کھیل میں سرفہرست دیکھنا چاہتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ کھلاڑیوں کی کارکردگی کے پیچھے اگر ایک مقصد ہو تو وہ کامیاب رہتے ہیں۔

آسٹریلین کرکٹ اکیڈمی کے پروگرام کے علاوہ آپ نے کارلٹن فٹ بال کلب کے ساتھ بھی گزشتہ سال کام کیا؟

یہ ایک اچھا تجربہ تھا کیونکہ ایک کھیل کے ڈریسنگ روم سے دوسرے کھیل کے ڈریسنگ روم تک جانا یقیناً بالکل مختلف تجربہ تھا۔ مجھے فٹ بال کلب کے انفرااسٹرکچر تیار کر کے دینا تھا۔ کھیل میں کھلاڑیوں کی توجہ مرکوز کرانا تھا۔ دیکھیں تبدیلی تو کرکٹ میں بھی آتی ہے' آپ ون ڈے انٹرنیشنل کھیلتے کھیلتے اچانک ٹی ٹوئنٹی پھر ٹی ٹوئنٹی سے ٹیسٹ کرکٹ کی جانب جاتے ہیں تو تینوں کا فارمیٹ بالکل مختلف ہوتا ہے۔

آپ اپنے تجربہ اور صلاحیتوں کا استعمال کس طرح سے ٹیم کے لئے کریں گے؟

میں ایک کوچ کی طرح ٹیم کے لئے کام کروں گا کم از کم 22 کھلاڑیوں پر مشتمل اسکواڈ ہم تیار رکھیں گے کرکٹ اکیڈمی میں کم از کم 35 یا 36 بہترین کھلاڑی ہمہ وقت تیار کئے جائیں جو کہ سینئرز کی جگہ لینے کے لئے تیار ہوں اور انہیں موقع دیا جائے تو وہ اپنی اہلیت ثابت کر سکیں۔ بس یہی ٹھیک وقت پر دہرایا جائے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں کا استعمال درست جگہ پر کر سکیں۔

مجھے ''دوسرا'' گیند خدا سے دعاؤں کے نتیجے میں بطور انعام ملی...... ثقلین مشتاق

پاکستانی ٹیسٹ کیپ نمبر134 ثقلین مشتاق جنہیں دوسرا گیند کا موجد کہا جاتا ہے اپنی آف اسپن بالنگ سے ون ڈے انٹرنیشنل کرکٹ کو ایک نیا ٹرینڈ دینے کے بھی خالق ہیں جہاں اختتامی اوورز میں آف اسپنر سے اننگز ختم کرانے کا کام لیا گیا ورنہ اس سے قبل اختتامی اوورز صرف فاسٹ بالرز کے لئے مخصوص تھے۔ تیز اور مختصر رن اپ کے ساتھ وہ مختلف ورائٹی کی گیندوں پر عبور رکھتے تھے۔ ثقلین مشتاق کو بھی دیگر پاکستانی بالرز کی طرح میڈیا کی جانب سے اس بات کا ہدف بنایا گیا کہ وہ تھرو گیند کرتے ہیں مگر یہ الزامات ثابت نہ ہوسکے۔ ثقلین کو ون ڈے انٹرنیشنل میں تیز ترین 100 وکٹیں حاصل کرنے کا اعزاز حاصل رہا۔ 1998ء میں چنئی ٹیسٹ ان کے کیریئر کا یادگار میچ رہا جہاں پاکستان 12 رنز سے فاتح رہا اور اس فتح میں ثقلین کے 10 شکار سب سے زیادہ اہم تھے۔ کچھ عرصے کے لئے ثقلین مشتاق کو ٹیم سے باہر رہنا پڑا جبکہ شعیب ملک کو اضافی بیٹسمین کی خوبی کی بناء پر ون ڈے انٹرنیشنل میں اور دانش کنیریا کو لیگ اسپن بالنگ کے سبب ٹیم میں شامل کیا جانے لگا۔ گھٹنے کی انجری بھی ثقلین کے آڑے آتی رہی جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ 9 سالہ ٹیسٹ کیریئر میں انہیں فقط 49 ٹیسٹ یعنی سالانہ اوسطاً 5 ٹیسٹ کھیلنے کو مل سکے۔ 2007ء میں وہ مستقل طور پر انگلینڈ منتقل ہوگئے اور سرے کاؤنٹی کے لئے اپنی خدمات وقف کردیں۔ 29 دسمبر 1976ء کو لاہور میں جنم لینے والے ثقلین مشتاق نے 1995ء سے 2004ء تک ٹیسٹ کیریئر میں 49 ٹیسٹ میں 78 اننگز کے دوران 14 مرتبہ ناٹ آؤٹ رہتے ہوئے 927 رنز 14.48 کی اوسط سے بنائے۔ *101 بہترین اسکور رہا جو کہ واحد سنچری تھی' 2 نصف سنچریاں اسکور کیں' 15 کیچ تھامے' 14070 گیندوں میں 6206 رنز دیکر 208 وکٹیں 29.83 کی اوسط سے حاصل کیں۔ 8/164 بہترین بالنگ رہی۔ 3 مرتبہ میچ میں 10 وکٹیں اور 13 مرتبہ اننگز میں پانچ وکٹیں حاصل کیں۔ 1995 سے 2003ء کے دورانیے میں انہیں پاکستان کی جانب سے 169 ون ڈے انٹرنیشنل میچوں میں موقع ملا 98 اننگز میں 38 مرتبہ ناٹ آؤٹ رہتے ہوئے 711 رنز 11.85 کی اوسط سے بنائے' *37 بہترین اسکور رہا۔ 40 کیچ کئے۔ 8770 گیندوں میں 6275 رنز کے عوض 288 وکٹیں 21.78 کی اوسط سے حاصل کیں۔ 5/20 بہترین بالنگ رہی 11 مرتبہ میچ میں چار وکٹیں اور 6 مرتبہ میچ میں 5 وکٹیں حاصل کیں۔ انگلینڈ کے خلاف پاکستان کی حالیہ عرب امارات سیریز کے دوران اس پاکستانی آف اسپنر سے کی گئی گفتگو قارئین کے لئے پیش کی جارہی ہے۔

اپنے کیریئر میں بے شمار کرکٹ آپ نے کھیلی کس موقع پر احساس ہوا کہ یہ ٹیم سب سے مضبوط ٹیم ہے ؟

1996ء سے 1999ء کے دوران پاکستانی ٹیم میں سمجھتا ہوں کہ سب سے مضبوط ٹیم تھی اس وقت ٹیم کا بہت اچھا ماحول بنا ہوا تھا اس وقت ٹیم بہت اچھے کھیل کا مظاہرہ کررہی تھی او روسیم اکرم ٹیم کی قیادت بہت اچھے طریقے سے کررہے تھے او راس پریڈ میں مجھے سرے کی جانب سے ایڈم ہولیوک کی قیادت میں کھیلنے کا موقع ملا جو کہ اس وقت بہت اچھی کارکردگی دے رہی تھی میں طویل عرصے تک اس دورانئے کو کبھی نہیں بھلاسکتا جو کہ میں نے ان دونوں ٹیموں کے ساتھ یہ دورانیہ گزارا لیکن میرے اپنے خیال میں یہ میرے کرکٹ کیریئر کے بہترین ایام تھے جو کہ میں نے اپنے پورے کیریئر میں گزارے۔

آپ کے دور میں بھی اچھے بلے باز ہیں کسے سمجھتے ہیں کہ وہ اسپنرز کو اچھا کھیلتے تھے ؟

میں تو اگر ایمانداری سے کہوں تو تمام عظیم کھلاڑی جو کہ اس وقت تھے اسپنرز کو اچھا کھیلتے تھے صرف انگلش کھلاڑی جیسا کہ آپ جانتے ہیں اسپنر کو اس طرح سے نہیں کھیل سکتے جیسا کہ دیگر ٹیموں کے کھلاڑی کھیلتے ہیں اس وقت تمام عظیم کھلاڑی اسپنر کو بڑی جدوجہد پر مجبور کرتے تھے۔ وہ بہت کم چانس آؤٹ کرنے کا اسپنر کو دیتے تھے اور اسپنرز کو بڑی سخت محنت کے بعد ان کی وکٹ حاصل کرنا پڑتی تھی۔ دراصل اس وقت تمام بلے بازوں میں خود اعتمادی کوٹ کر بھری ہوتی تھی اور وہ کھیل کو کنٹرول کرنے کا فن جانتے تھے۔ میں یہاں کسی ایک یا دو کھلاڑیوں کا نام نہیں لوں گا لیکن بھارتی کھلاڑی سچن ٹنڈولکر' راہول ڈراوڈ' سارو گنگولی' وینکٹ لکشمن' اظہر الدین یہ وہ کھلاڑی تھے جو کہ اسپنرز کو بڑی عمدگی سے کھیلتے تھے جبکہ سری لنکن سائیڈ میں اروندا ڈی سلوا' ارجنا رانا ٹنگا' مہیلا جیا وردنے' انگلینڈ کے گریم تھارپ کا بال کی پیس کے ساتھ بہت اچھا کمپی ٹیشن تھا وہ بڑے تحمل مزاج تھے' اگر اسپنر کے خلاف اچھا کھیلنے کا ہنر جاننا ہے تو گراہم تھارپ کی بیٹنگ اس کی عمدہ مثال ہے۔ اسی طرح سے آسٹریلیا کے برادران' ڈیرن لیمن' ایڈم گلکرسٹ' جسٹن لینگر ان تمام کھلاڑیوں نے مجھے ٹف ٹائم دیا خاص طور پر اس وقت جبکہ میں ان کی وکٹ لینے کی کوشش کرتا تھا ان کی خود اعتمادی' مہارت دیگر تمام بلے بازوں سے مختلف تھا اگر جنوبی افریقہ میں دیکھیں تو جیک کیلس ایک بہت اچھے کھلاڑی رہے اور اسپنرز کو ہمیشہ ان کے خلاف مشکلات کا سامنا رہا جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ تمام جنوبی افریقی' آسٹریلین اور انگلش کھلاڑی اسپنرز کو اس طرح سے نہیں کھیل پاتے جیسا کہ پاکستانی' بھارتی اور سری لنکن کھلاڑی کھیلتے ہیں۔ دراصل ایشیائی کرکٹرز اسپنرز کو کھیلنے میں دیگر کے مقابلے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ ویسٹ انڈیز کی جانب سے برائن لارا نے بھی بڑا مشکل وقت ہمیں دیا وہ تمام قسم کے اسٹروکس کھیلنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ شیو نرائن چندر پال بھی اسپنرز کو کھیلنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اسپنرز کے لئے دو یا تین ناموں پر زور نہیں دے رہا کہ یہ اچھا کھیلتے تھے۔

آپ انگلینڈ کی نمائندگی کے اہل ہوچکے تھے پھر کیا ہوا ؟

جی بالکل! انگلش پریس اور ایک انگلش بورڈ کے آفیشل نے مجھ سے اس ضمن میں درخواست کی تھی 2007ء میں جبکہ میں سیسکس سے کھیل رہا تھا یہ تقریباً چار پانچ سال قبل کی بات ہے جب کرکٹ آفیشل اور میرے درمیان اس موضوع پر 15 منٹ تک بات چیت ہوئی یہ کاؤنٹی چیمپئن شپ کے میچ کے دوران بات چیت ہوئی تھی مجھے تو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ ای سی بی کے آفیشل ہیں ہمارے درمیان نارمل طریقے سے بات چیت ہوئی۔ میں نے بھی پریس والوں سے یہ بات کہہ دی کہ مجھ سے اس موضوع پر بات ہوئی ہے آپ جانتے ہیں کہ میری اہلیہ انگلینڈ کی رہائشی ہیں اور لندن میں مقیم ہیں جبکہ میں بھی سرے کی جانب سے کھیلتے ہوئے لندن میں ہی قیام کرتا تھا۔ 2004ء میں مجھے انجری کا شکار ہوکر 2004 سے 2007ء تک لندن میں ہی قیام کرنا پڑا اور اس دوران مجھے برطانوی شہریت بھی مل گئی اس وقت میں سیسکس سے ہی کھیل رہا تھا اور یہی وجہ تھی کہ انگلش میڈیا مجھ سے بار بار یہی سوال کرتا تھا کہ آپ انگلینڈ سے کب کھیل رہے ہیں اور میں انہیں یہی جواب دیتا تھا کہ اگر مجھے موقع ملا تو یہ میرے لئے ایک اعزاز ہوگا لیکن ایسا ممکن نہ ہوسکا۔

چنئی ٹیسٹ یادگار میچ کہا جاسکتا ہے جہاں پاکستان 12 رنز سے کامیاب ہوا اور شائقین نے کھڑے ہوکر پاکستانی ٹیم کو خراج تحسین پیش کیا؟

بالکل! یہ ہمارے لئے حیران کن تھا' میں تو کہتا ہوں کہ وہ میچ کرکٹ کی تاریخ کے بہترین میچوں میں سے ایک میچ تھا میں کبھی اس میچ کو نہیں بھلاسکتا وہاں کا ماحول اور میچ کا ردھم میں کبھی نہیں بھلاسکتا۔ اس میچ میں اسٹیڈیم تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اسٹیڈیم میں تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔ میچ میں مسلسل تبدیلی آرہی تھی کبھی پلڑے کا توازن ہمارے تو کبھی بھارت کے حق میں ہوتا۔ کھیل کے آخری دن تو ایسا لگا کہ ہم میچ ہار جائیں گے لیکن میں ایمانداری کے ساتھ اس کا کریڈٹ وسیم اکرم کو دوں گا جنہوں نے مجھے کہ ہم میچ سے باہر نہیں ہوئے اور مجھے یقین ہے کہ تمہاری اسپن بالنگ ہمیں فاتح بنا کر میدان سے باہر لائے گی۔ وہ میری حوصلہ افزائی کررہے تھے اور میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ مجھے اس شخص کے اعتماد پر پورا اترنا ہوگا وہ اس وقت عظیم کرکٹرز میں شمار ہوتے تھے اور ایک عظیم کرکٹر میرے بارے میں یہ اعتماد میرے لئے قابل فخر تھا۔ اس وقت ویسے بھی میں نوجوان کھلاڑی میں شمار ہوتا تھا۔ بس میں نے تہیہ کرلیا کہ کچھ بھی ہو مجھے ان کے اعتماد پر پورا اترنا ہے ان کے کہے ہوئے الفاظ کی لاج رکھنی ہے۔ وسیم نے مجھے کہا کہ اگر ٹنڈولکر تمہیں باؤنڈریز رسید کرے تو ہرگز نہیں پریشان ہونا مجھے یاد ہے کہ وسیم دوران میچ مسلسل ایک ہاتھ میرے کندھے پر رکھ کر انتہائی محبت سے مجھے میچ میں نارمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ میں ان کے الفاظ اور وہ اسٹائل آج تک نہیں بھلاسکا ہوں اور آج بھی میری آنکھوں میں وہ منظر گھومتا رہتا ہے' میں معین خان کو بھی نہیں بھلاسکوں گا جو کہ ہر گیند پر مجھے مسلسل سمجھاتے رہتے تھے اور ان دونوں کی وجہ سے میری بالنگ میں بہتری آتی گئی او رہا آخر ہم گراؤنڈ سے فاتح بن کر نکلے۔

لیکن آپ وہ سوال تو گول کرگئے کہ شائقین کے خراج تحسین پر آپ کے اور کھلاڑیوں کے کیا احساسات تھے ؟

ہم بھارتی دورے پر طویل عرصے کے بعد پہنچے تھے' میرے خیال میں تقریباً 15 برس کے تعطل کے بعد ہم بھارت پہنچے ہم یہ توقع کررہے تھے کہ ہمیں بھارت میں بہت مشکلات کا سامنا ہوگا کیونکہ دونوں ممالک کے درمیان کافی عرصے سے تناؤ تھا اور درحقیقت یہ کرکٹ کھیلنے کا سازگار موسم بھی نہ تھا۔ ہم یہ سوچ کر گئے تھے کہ بھارتی کراؤڈ ہمیں ہرگز سپورٹ نہیں کرے گا کیونکہ فطری طور پر بھارتی ٹیم کے سامنے ہماری کیا حیثیت تھی انہیں تو اپنی ٹیم کو سپورٹ کرنا تھا لیکن یہ ضروری ہے کہ کرکٹ میچوں کے بعد ہمارے ساتھ سب کا رویہ بہت دوستانہ ہوتا تھا مجھے تو بہت زیادہ حیرانگی ہوئی کہ ہم جہاں گئے ہمارا والہانہ استقبال کیا گیا۔ چنئی ٹیسٹ میں بھی ہم پر کوئی ہوٹنگ نہ کی گئی بلکہ سپورٹ کی گئی ہم تو یہ سوچ کر گئے تھے کہ اگر کوئی ناخوشگوار صورتحال کا ہمیں سامنا کرنا پڑ جائے تو ذہنی طور پر تیار رہنا ہوگا۔ ظاہر ہے اس صورتحال میں اگر چنئی ٹیسٹ میں ہماری کامیابی پر پورا اسٹیڈیم کھڑے ہوکر ہمیں خراج تحسین پیش کرے گا تو آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ اس وقت کھلاڑیوں کی کیا حالت ہوگی۔ ان احساسات کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔

ہربھجن سنگھ بھارتی ٹیم کا اچھا اسپنر ہے لیکن ان دنوں وہ ٹیم سے باہر ہے کیا کہیں گے اسے کوئی مشورہ دینا چاہیں گے ؟

واقعی میں وہ ایک اچھا بالر ہے اور بھارت کے لئے اس کی خدمات قابل قدر ہیں۔ بھارتی فتوحات میں اس کا حصہ بھی نمایاں ہے دراصل زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں اسے کچھ سپورٹ کی ضرورت ہے اور جو ہربھجن سنگھ کے قریب ہوں وہی اس کی مدد کرسکتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جو بنیادی اس کی کمزوری ہے کہ وہ ٹی ٹوئنٹی کرکٹ پر فوکس کئے ہوئے ہیں اور دوسری کمزوری اس کی گرم مزاجی ہے وہ پورے میچ میں کبھی ٹھنڈے دماغ سے نہیں کھیلا جبکہ کھیل اس کا متقاضی نہیں ہوتا۔ دورہ انگلینڈ میں اس کی ناکامی پر میڈیا اس پر برس پڑا حالانکہ وہاں وکٹیں فاسٹ بالرز کے لئے تیار کی گئیں اسپنرز کے لئے وہ موزوں نہیں تھیں اس کو ہر ٹیسٹ کی اننگز میں مشکل سے 4 یا 5 اوور کرانے کو ملے کیونکہ وکٹیں فاسٹ بالرز سمیت بچھے ہوتے تھے۔ اس کی بدقسمتی یہ تھی کہ ظہیر خان اور ایشانت شرما جو کہ بھارت کے اچھے فاسٹ بالرز ہیں زخمی تھے اسے ایک اینڈ سے بالر کی سپورٹ ملتی تو وہ کچھ کرتا تھا وہ میچ نہیں جتا سکتا پھر میڈیا نے ہربھجن سنگھ کو اپنا ٹارگٹ بنالیا اس سے وہ مزید دباؤ میں آ گیا دوسرا یہ کہ سیریز سے قبل ہربھجن سنگھ کی اپنی فارم بھی اتنی اچھی نہ تھی شکستوں کا ذمہ دار صرف ہربھجن سنگھ کو قرار دینا کسی طور پر درست قدم نہیں تھا کیونکہ شکستوں کا ملبہ فاسٹ بالرز کی عدم دستیابی' بلے بازوں کی ناقص کارکردگی کے بجائے صرف ہربھجن سنگھ پر ڈال کر اس پر تنقیدوں کے تیر برسادیئے گئے جس سے وہ اپنی فارم سے دور ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ دورہ انگلینڈ کے بعد اسے ٹیم سے باہر کردیا گیا لیکن آپ ذرا سیریز سے قبل دیگر سینئر کھلاڑیوں کی کارکردگی دیکھیں تو ہربھجن بے قصور نظر آئے گا۔ بھارتی سلیکٹرز کا رویہ ہربھجن سنگھ کے ساتھ ہرگز اچھا نہیں رہا اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا میں تو کہتا ہوں کہ ابھی ہربھجن سنگھ میں بہت زیادہ کرکٹ باقی ہے وہ تینوں فارمیٹس میں آج بھی کامیاب ہوسکتا ہے صرف ایک سیریز کی بنیاد پر اسے بھلا دینا کوئی دانش مندانہ فیصلہ نہیں ہے۔ سلیکٹرز کو اسے ٹیم میں واپس لانا چاہئے۔

دوسرا گیند آپ کی ایجاد ہے بتانا چاہیں گے کہ آپ نے باقاعدہ اس گیند پر کام کیا یا کسی نے آپ کو مشورہ دیا تھا؟

"دوسرا" میری خود اختراعی تھی جو کہ مجھے خدا کی جانب سے دعاؤں کے نتیجے میں انعام کے طور پر ملی میں ہمیشہ خدا سے دعا کرتا تھا کہ کرکٹ میں کوئی خاص اسپیشل کام کرجاؤں جو کہ ایک منفرد کام ہو اور خدا نے میری سن لی اور مجھے دوسرا گیند کرانے کی صلاحیت عطا فرمائی۔ میں نے "دوسرا" کی ایجاد اپنے گھر کی اور پڑوسی کی فلیٹ چھت پر ٹینس بال کی مشق کے دوران کی۔ اس وقت میں 5 یا 6 سال کا تھا میں اور میرا کزن گھر کی چھت پر کرکٹ کھیلتے تھے۔ میں نے دوسرا کرانے کی صلاحیت محض ٹینس کی بال سے مشق کے ذریعے حاصل کی اور دیواروں پر مختلف گرپ کے ذریعے گیند کرا کراتے چیک کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ جب میں 8 یا 9 سال کا تھا تو میں نے یہ صلاحیت بھی حاصل کرلی کہ گیند کو کس طرح سے اسپن کرایا جاسکتا ہے اور اپنی انگلیوں کے استعمال سے مختلف ورائٹیز کے ذریعے گیند کیسے کرائی جاسکتی ہے پھر 9 سال کی عمر میں فلیپر اور آف اسپن کرانا سیکھی۔ جب میں اپنے گھر کی چھت پر کھیلتا تھا تو گیند بھی محدود جگہ کے باعث اسپن کراتا تھا زیادہ تیز گیند نہیں کراتا تھا۔ 11 یا 12 سال کی عمر میں کلب کرکٹ کا آغاز میں کرچکا تھا پہلے میں تیز گیندیں کراتا تھا کیونکہ میری خواہش تھی کہ میں فاسٹ بالر بنوں' لیکن چونکہ میں بہت دبلا تھا تو میرے بھائی نے مجھے تجویز دی کہ میں اسپنر کے روپ میں زیادہ کامیاب ہوسکتا ہوں گو کہ یہ میرے لئے ایک رسک تھا کہ میں فاسٹ بالنگ سے اسپن کی طرف توجہ مرکوز کروں لیکن میں نے یہ رسک لیا اور آف اسپن کی حیثیت میں گیند کرانا شروع کردی۔

بے شمار اسپنر نے دوسرا گیند کرانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے کیا یہ ایک آرٹ ہے ؟

"دوسرا" ایک آرٹ ہے اور اس گیند کو آج تک غیر قانونی گیند قرار نہیں دیا گیا یہ خداداد صلاحیت ہوتی ہے۔ آپ کا بازو لچکدار ہونا چاہئے آپ کے جسم میں لچک ہو کلائی اور انگلیوں میں لچک ہو جبکہ یہ بھی آپ کے علم میں ہو کہ جسم کا کونسا حصہ آپ دوسرا گیند کرانے میں با آسانی استعمال کرسکتے ہیں مثلاً آپ کے کندھے' گردن' آپ کا بازو کتنا اونچا جاسکتا ہے آپ کے بیک مسل یہ "دوسرا" گیند کرانے کی کنجی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ جو دیگر بالرز اس فن پر عبور حاصل کرنے میں ناکام ہوئے وہ ان باتوں پر توجہ نہیں دیتے۔ دوسرا گیند کراتے وقت اپنی کلائی اور انگلیوں کی حرکت پر توجہ مرکوز کرنا ضروری ہے۔

باب ولس نے سعید اجمل کی بالنگ اہلیت پر سوالات اُٹھائے؟

میرے خیال میں سعید اجمل کے بالنگ ایکشن میں کوئی خامی نہیں باب ولس کوئی کرکٹنگ اتھارٹی نہیں کہ ان کی بات درست سمجھ لی جائے۔ یہ آئی سی سی کا کام ہے امپائر اور ریفری کا کام ہے کہ وہ غیر قانونی بالنگ ایکشن کی رپورٹ کریں۔ سعید اجمل آج سے نہیں ایک طویل عرصے سے انٹرنیشنل کرکٹ کھیل رہا ہے اس کا بالنگ ایکشن ہر سطح پر جانچا جاچکا ہے۔ امپائرز ریفریز تمام نے اس کا بالنگ ایکشن چیک کیا یہی نہیں وہ کاؤنٹی کرکٹ بھی کھیل چکا ہے لیکن کہیں سے اس کے بالنگ ایکشن پر کوئی اعتراض نہیں اٹھایا گیا میں اجمل کو نصیحت کروں گا کہ وہ ان تنقیدوں سے ہرگز دلبرداشتہ نہ ہوں اور اپنی توجہ بالنگ پر مرکوز رکھیں۔

کیریئر کے عروج پر آپ گھٹنے کی انجری کا شکار ہوئے ؟

دراصل یہ ایک موروثی بیماری ہے جو مجھ میں منتقل ہوئی میرے دادا' والد اور والدہ بھی گھٹنے کے مرض میں مبتلا تھے۔ اس زمانے میں میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی ورنہ وہ اس مرض میں اتنا طویل عرصہ مبتلا نہ رہتے۔ اپنے کیریئر کے دوسرے ٹیسٹ میچ میں جو کہ سری لنکا کے خلاف تھا میں نے ڈائیو لگائی اور گھٹنے کی انجری کا شکار ہوا کیونکہ پاکستان میں آؤٹ فیلڈ بہت سخت ہوتا ہے یہ وہ وقت تھا جبکہ ہمارے پاس کوئی فزیو یا ڈاکٹر نہ تھا صرف ایک مساجر پاکستانی ٹیم کے ہمراہ ہوتا تھا اس کے بعد مجھے ٹیم سے ڈراپ کردیا گیا اور میری طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھا گیا میں اس وقت کافی کم عمر تھا جبکہ والدین بھی اس امر سے قطعی لاعلم تھے کہ انہیں اب کیا کرنا ہے پی سی بی نے مجھے گھر واپس روانہ کردیا جبکہ 1995ء میں سری لنکن ٹیم پاکستانی دورے پر تھی۔ مجھے کسی اسپیشلسٹ تک کے پاس نہ بھیجا گیا میرے والد کے دوست ایک مقامی مساجر کے پاس لے گئے وہ کوئی کوالیفائیڈ ڈاکٹر یا فزیشن نہ تھے جنہوں نے مجھے تیل کی مالش کرکے بینڈیج کردی اور کہا کہ اگر تکلیف ہو تو تیل سے مالش کرالینا۔ انہیں میری تکلیف کا صحیح اندازہ نہیں تھا اور میں پریشان تھا کہ میں گھٹنے کی تکلیف سے کیسے چھٹکارا پاؤں اس ڈاکٹر نے مجھے زمین پر لٹایا اور گھٹنے کے نیچے چند کپڑے رکھے اور میرے گھٹنے پر چڑھ کر کھڑا ہوگیا میں شدت درد سے چیخنے لگا وہ مجھے تسلیاں دینے لگا کہ بیٹا گھبراؤ نہیں ابھی ساری تکلیف دور ہوجائے گی۔ مجھے لگتا تھا کہ اس نے میرا گھٹنا توڑ ڈالا ہے میں گھر آ کر بستر کے ایک کونے پر لیٹا ہوا پاک سری لنکا سیریز کا ٹیسٹ میچ انتہائی کرب کے عالم میں دیکھتا رہا مجھے بس ایک ہی خیال آتا تھا کہ اب میں کرکٹ نہیں کھیل سکوں گا میرے گھٹنوں پر مستقل سوجن رہنے لگی پھر میرے والد کے ایک اور دوست مجھے ایک ڈاکٹر کے پاس لے گئے انہوں نے مجھے کارٹی سون کا انجکشن لگایا تب مجھے کچھ بہتری محسوس ہوئی۔ جب سری لنکا کے خلاف تیسرا ٹیسٹ میچ پاکستانی شکست پر ختم ہوا تو میں پی سی بی کے پاس گیا اور کہا کہ میں اب فٹ ہوں اور ٹیم کی نمائندگی کرنا چاہتا ہوں خیر کرکٹ بورڈ نے مجھے ون ڈے سیریز کے لئے سری لنکا کے خلاف سیالکوٹ کے ون ڈے میں فٹنس چیک کئے بغیر ٹیم میں شامل کرلیا وہ صرف یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ میں فٹ ہوں یا نہیں۔ انہیں قطعی اس بات سے دلچسپی نہیں تھی کہ میرا کیا علاج کیا گیا۔ سیالکوٹ روانگی سے قبل مجھے اسی ڈاکٹر نے 6 اور 7 مزید کارٹی سون کے انجکشن لگائے اور 5 یا 6 دن کے کورس سے میں اس قابل ہوگیا کہ چل سکوں اور لنگڑاتے ہوئے دوڑ سکوں میں اس سیالکوٹ کے میچ میں کھیلا جو کہ میرا ون ڈے ڈیبیو تھا لیکن دوران میچ میں دوبارہ انجری کا شکار ہوگیا میں اس تکلیف کے بعد رو پڑا اس کے بعد میں اسی گھٹنے کی تکلیف کے ساتھ پورے کیریئر میں کھیلا اور میری کارکردگی سب کے سامنے ہے اگر میری انجری پر ابتداء میں ہی کرکٹ بورڈ میرا علاج کرادیتا تو میں مزید کھیل سکتا تھا مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ صرف ان فٹ ہونے پر مجھے ٹیم سے ڈراپ کیا گیا اور کوئی علاج بھی نہ کرایا گیا میں مساج اور انجکشن کی مدد سے پورے کیریئر میں کھیلتا رہا۔ اپنے گھٹنے سے نیچے آئس پیکٹ باندھ کر رکھتا تھا جبکہ میں ملک اور بیرون ملک ٹیموں کے ساتھ منسلک مساجر اور ڈاکٹرز سے اپنی تکلیف کے بارے میں مشورے لیتا رہا۔ آخر کار 99-1998ء میں ٹیم کے ساتھ ایک فزیو کی تقرری کی گئی اس وقت میں سرے کے ساتھ کاؤنٹی سیزن کھیل رہا تھا۔ یہ فزیو نے میری کافی مدد کی۔ سرے کاؤنٹی نے میرا آپریشن کرایا وہ میری کنڈیشن سے آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ اس تکلیف کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے جو کہ اس سے قبل مجھے ہرگز علم تھا نہ کہ میری تکلیف کی نوعیت کیا ہے۔ میرے سیدھے پاؤں کے گھٹنے میں انجری تھی لیکن میں الٹے پاؤں کے گھٹنے کی مدد سے اپنے کیریئر میں کھیلتا رہا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میرا دوسرا گھٹنا بھی انجری کا شکار ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے پاکستانی ٹیم سے معذرت کرلی کہ میں اب مزید کرکٹ نہیں کھیل سکتا۔ ٹیم انتظامیہ نے مجھ پر زور دیا کہ ہمیں تمہاری ضرورت ہے مجھ پر دباؤ آیا تو میں کھیلنے پر راضی ہوگیا لیکن دو یا تین میچوں میں مجھے اندازہ ہوگیا کہ میں کھیلنے کے قابل نہیں رہا اور بالآخر مجھے ٹیم سے علیحدہ ہونا پڑا۔

گھروں سے طویل عرصے تک دوری ٹیم کی کارکردگی پر اثر انداز ہوتی ہے!! مصباح الحق

پاکستانی قومی کرکٹ ٹیم کے بلے باز مصباح الحق خان نیازی 28 مئی 1974ء کو میانوالی (پنجاب، پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ مصباح مڈل آرڈر میں سیدھے ہاتھ سے بلے بازی کرنے والے کھلاڑی ہیں اور اپنے مخصوص جارحانہ چھکوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ مقامی کرکٹ میں مصباح سرگودھا، خان ریسرچ لیبارٹیریز، سوئی ناردرن گیس، فیصل آباد اور پنجاب کی ٹیموں کی طرف سے کھیلتے رہے ہیں جبکہ 2008ء سے بلوچستان کی ٹیم کا حصہ ہیں۔ قومی کرکٹ ٹیم میں شمولیت مصباح الحق 2001ء میں 27 سال کی عمر میں پہلی بار قومی کرکٹ ٹیم کا حصہ بنے۔ مصباح نے 8 مارچ 2001ء کو اپنا پہلا ٹیسٹ میچ اور 27 اپریل 2002ء کو پہلا ایک روزہ میچ کھیلا۔ تاہم وہ ابتدائی کئی مقابلوں میں متاثر کن کارکردگی دکھانے میں ناکام رہے۔ اُن کی کارکردگی کا اندازہ ان اعداد و شمار سے لگایا جاسکتا ہے کہ 2001ء سے 2004ء تک انہوں نے پانچ ٹیسٹ مقابلوں میں ایک بھی نصف سنچری نہ بنائی اور پانچ مقابلوں کی دس اننگز میں اُن کے مجموعی رنز صرف 120 رنز تھا جبکہ 12 ایک روزہ مقابلوں میں مجموعی طور پر 305 رنز اسکور کیے جس میں کینیا کے خلاف صرف ایک نصف سنچری شامل تھی۔ نتیجتاً انہیں قومی ٹیم سے خارج کردیا گیا۔

2007ء میں انضمام الحق کی ایک روزہ کرکٹ مقابلوں سے ریٹائرمنٹ کے بعد اُن کے خلا کو پر کرنے کے لیے ایک بار پھر مصباح الحق کا نام زیر غور آیا جو مقامی کرکٹ میں باقاعدگی سے متاثر کن کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ 33 سال کی عمر میں مصباح ایک بار پھر جنوبی افریقہ میں ہونے والے پہلے آئی سی سی ورلڈ ٹی 20 کے لیے پاکستانی کرکٹ ٹیم کا حصہ بنے جہاں انہوں نے بھارت کے خلاف 35 گیندوں پر 53 اور سپر 8 مرحلے میں آسٹریلیا کے خلاف ناقابل شکست رہتے ہوئے صرف 42 گیندوں پر 66 رنز بنائے اور مرد میدان قرار پائے۔ ورلڈ ٹی ٹوئنٹی 2007ء کے سنسنی خیز فائنل مقابلے میں پاکستان کو فتح کے لیے بھارت کے خلاف چار گیندوں پر چھ رنز کی ضرورت تھی لیکن مصباح الحق گیند کو شارٹ فائن لیگ کی طرف شاٹ کھیلنے کی کوشش میں سری سانتھ کے ہاتھ میں کیچ تھما بیٹھے اور یوں پاکستان کو فتح کے انتہائی نزدیک پہنچا کر بھی مقابلہ نہ جتوا سکے۔ یہی وہ موقع تھا کہ جب ناقدین نے مصباح الحق کی ناقابل شکست اننگز اور شاندار کارکردگیوں کو پس پشت ڈال کر ان پر کڑی تنقید کا آغاز کردیا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مصباح الحق کے کیریئر کو 2007ء میں حیات نو نصیب ہوئی۔ انہیں ہر طرز کی کرکٹ ٹیم کا حصہ بنایا گیا۔ مصباح نے بھی اپنے انتخاب کو درست ثابت کرنے کے لیے کئی فتح گر اننگز کھیلیں۔ 2007ء کے اواخر میں پاکستانی ٹیم نے بھارت کا دورہ کیا جہاں مصباح نے پانچ ایک روزہ مقابلوں میں بالترتیب 27، 49، 38، 40 اور 22 رنز بنائے اور پاکستان کو پانچ ایک روزہ میچوں کی سیریز میں 4-1 سے فتح نصیب ہوئی۔ مصباح نے سیریز کے پہلے ہی ٹیسٹ میچ کی پہلی اننگز میں 82 اور دوسری اننگز میں 45 رنز بنائے تاہم پاکستان کو 6 وکٹوں سے شکست ہوئی۔ اس شکست کے جواب میں مصباح نے دوسرے ٹیسٹ کی پہلی اننگز میں اپنی اولین سنچری اسکور کرتے ہوئے 161 رنز بنائے اور دوسرے کنارے سے تمام وکٹیں گر جانے کے باعث ناقابل شکست لوٹے۔ تیسرے ٹیسٹ میں بھی مصباح ایک کنارے سے رنز سمیٹتے رہے اور دوسری طرف سے تمام کھلاڑی پویلین لوٹ جانے کے باعث 133 رنز بنا کر ناقابل شکست رہے۔ بھارت کے خلاف آخری دونوں ٹیسٹ بغیر کسی فیصلے کے ختم ہو جانے کے باعث میزبان ٹیم کو ٹیسٹ سیریز میں ایک صفر سے کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن اس دورہ بھارت میں مصباح الحق کی مجموعی کارکردگی نے اُن کی ساکھ بہتر بنانے میں مدد دی۔

یوں تو سال 2007ء میں مصباح کی ایک روزہ میچوں میں کارکردگی درمیانے درجے ہی کی تھی کہ انہوں نے دس میچوں میں 30.22 کی اوسط سے 272 رنز بنائے اور اُن کا سب سے زیادہ اسکور 49 تھا لیکن ٹیسٹ مقابلوں میں پانچ میچوں کی 9 اننگز میں 78.71 کی بہترین اوسط سے کھیلتے ہوئے 551 رنز بنائے جس میں ناقابل شکست 161 رنز سمیت دو سنچریاں شامل تھیں۔ اس سال میں مصباح الحق کی کارکردگی دیکھتے ہوئے 2008ء میں انہیں دو تحفے ملے۔ انہیں نائب کپتان کے عہدے پر فائز کردیا گیا اور بورڈ نے کھلاڑیوں کے مرکزی معاہدے میں انہیں "A" زمرے میں شامل کرلیا۔ مصباح نے 2008ء میں کھیلے گئے 21 مقابلوں کی 17 اننگز میں 53.83 کی اوسط اور 98.92 کے بہتر اسٹرائک ریٹ سے کُل 646 رنز بنائے جس میں پانچ نصف سنچریاں شامل تھیں۔ اُن کا سب سے زیادہ اسکور ویسٹ انڈیز کے خلاف ناقابل شکست 79 رنز رہے جب کہ ایشیا کپ میں سری لنکا کے خلاف 76 اور بھارت کے خلاف ناقابل شکست رہتے ہوئے 70 رنز بھی بنائے۔ یہ اعداد و شمار بلاشبہ اُن کی کارکردگی میں مسلسل بہتری کا واضح اشارہ تھے۔ 2009ء میں مصباح کوئی بڑی اننگز کھیلنے میں ناکام رہے۔ 8 ٹیسٹ مقابلوں میں اُن کی اوسط صرف 27.16 رہی اور سب سے بہتر اننگز ناقابل شکست 65 رنز جب کہ 13 ایک روزہ مقابلوں میں 33.33 کی اوسط سے کُل 300 رنز جس میں صرف دو نصف سنچریاں شامل تھیں۔ 2010ء کا آغاز بھی کچھ بہتر نہ رہا۔ آئی سی سی ورلڈ ٹی ٹوئنٹی 2010ء کے سیمی فائنل میں 14 مئی 2010ء کو آسٹریلیا کے خلاف پاکستانی ٹیم کی شکست کے بعد ایک بار پھر مصباح کو قومی ٹیم سے باہر کردیا گیا۔ مصباح کے لیے یہ صورت حال خاصی مایوس کن تھی، یہاں تک کہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ اگر انہیں یوں ہی نظر انداز کیا جاتا رہا تو وہ اگلے سال عالمی کرکٹ سے ریٹائرمنٹ لے لیں گے۔

پاکستانی کرکٹ ٹیم نے 2010ء میں مصباح کے بغیر انگلستان کا دورہ کیا اور اگست 2010ء میں اپنی تاریخ کے بدترین بحران یعنی "اسپاٹ فکسنگ تنازعہ" میں گھر گئی۔ اکتوبر 2010ء میں جب متحدہ عرب امارات میں جنوبی افریقہ کے خلاف سیریز کا وقت آیا تو پرانے اور تجربہ کار بلے بازوں کی ضرورت محسوس کی گئی، لہٰذا پاکستان کرکٹ بورڈ کی طرف سے یو۔اے۔ای دورے کے لیے منتخب کردہ اسکواڈ میں مصباح الحق کی ایک بار پھر واپسی ہوگئی۔ لیکن اس سے بھی زیادہ حیران کن فیصلہ ٹیم کے اعلان کے اگلے دن سامنے آیا جب مصباح کو جنوبی افریقہ کے خلاف دو ٹیسٹ مقابلوں کی سیریز کے لیے کپتان کا عہدہ سونپ دیا گیا۔ اس فیصلے پر بہت لے دے ہوئی۔ یہاں تک کہ پاکستان کے سابق کپتان اور مایہ ناز تیز گیند باز وسیم اکرم نے بھی اس فیصلے پر کڑی تنقید کی۔ مصباح پر یہ تنقید نئی نہیں تھی۔ اس سے پہلے بھی انہیں کرکٹ حلقوں کی جانب سے اکثر اس تنقید کا سامنا رہا جس کی اہم ترین وجہ اُن کی زیادہ عمر ہے۔ ماہرین کرکٹ کے خیال میں پاکستان کرکٹ بورڈ کو ایک نوجوان کپتان منتخب کرنا چاہیے بجائے ایک 37 سالہ شخص کے جس میں گنتی کے چند سال کی کرکٹ باقی ہو۔ پاکستان کے سابق کوچ جیف لاسن نے مصباح کی حمایت کرتے ہوئے انہیں کپتان

بالکل! انگلش ٹیم کو ہرانے کے بعد پاکستانی ٹیم ایک بڑی قوت بن چکی ہے پاکستانی ٹیم نے جو کارکردگی دی اسے بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں لیکن کرکٹرز کو اسی طرح آگے بڑھنا ہوگا کہ جو کارکردگی دی وہ ماضی کا حصہ بن چکی ہے۔ یہ دن نیا دن ہے اور ماضی کو یاد کرتے حال میں نہیں رہا جاسکتا۔ انگلینڈ کی ٹیم دنیا کی ٹاپ ٹیم ہے اس کے خلاف وائٹ واش مذاق نہیں ہے۔0-3 کی کارکردگی کی کسی کو توقع نہیں تھی لیکن شاندار کھیل پیش کر کے کامیابی حاصل کی اسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

کیا سمجھتے ہیں پاکستانی ٹیم کی موجودہ کارکردگی اس کے میدانوں پر عالمی کرکٹ بحال کردے گی؟

ٹیم کی کارکردگی اس امر کی متقاضی ہے کہ ہمیں اب مزید نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ نہ ہی ہمیں اپنے ملک میں کھیلنے سے محروم کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان میں انٹرنیشنل کرکٹ فوری بحال کی جائے آئی سی سی بتائے کہ پاکستانی کرکٹرز اور شائقین کو کب تک ہوم گراؤنڈز پر کھیلنے اور دیکھنے سے محروم کیا جاسکتا ہے۔ دنیا اور خاص طور پر آئی سی سی کو اس جانب سوچنا ہوگا تاکہ پاکستان میں انٹرنیشنل کرکٹ کی بحالی کے اقدامات کئے جائیں۔ اس کارکردگی کے بعد ہم نے ثابت کر دکھایا کہ اب بھی پاکستانی ٹیم عالمی کرکٹ کی بڑی قوت ہے ماضی کے تلخ واقعات کو فراموش کر کے پاکستانی ٹیم کو اسکا مرتبہ اور مقام دینا ہوگا۔ دنیا بھر میں دہشت گردی ہو رہی ہے افسوسناک واقعات کہیں بھی ہوسکتے ہیں پاکستان کے شیڈول اس طرح بن رہے ہیں کہ کرکٹرز کو گھر میں رہنے کا وقت نہیں مل رہا میں سال میں بمشکل چار دن گھر میں گزار کر پھر دورے پر چلا جاتا ہوں۔ مسلسل باہر رہنے سے ہمارے خاندان والے ہمیں ''مس'' کر رہے ہیں کھلاڑیوں کی نجی زندگی کے بارے میں بھی سوچنا ہوگا تمام ممالک کی حکومتیں اور آئی سی سی اس جانب توجہ کرے۔ پاکستان کے کروڑوں شائقین اپنے ملک میں عالمی کرکٹ دیکھنا چاہتے ہیں انہیں محروم نہ کیا جائے۔

مستقبل میں ٹیم کے کیا اہداف ہیں؟

پاکستان کو اب آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کو شکست دینا ہوگی۔ پاکستانی خطرات سے کھیلنے اور چیلنجوں کو پسند کرتے ہیں اور ہر ملک میں اچھا پرفارم کرنا چاہتے ہیں جب پاکستانی ٹیم متحدہ عرب امارات سیریز کھیلنے آئی تھی تو اس کے ذہن میں صرف یہ تھا کہ مقابلہ کرنا ہے اور جیتنا ہے۔ جیتنے کی کوشش کرنا چاہئے لیکن ٹیم کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ کلین سویپ جیسا کارنامہ انجام دینے میں کامیاب ہو جائے گی۔ میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ ایک جیت پر خوش ہو کر اطمینان سے نہ بیٹھا جائے' ایک پروفیشنل کرکٹر کی حیثیت میں' میں سمجھتا ہوں کہ ایک جیت کو وہیں چھوڑ کر مستقبل کے بارے میں سوچا جائے کیونکہ اگر اسی ایک جیت کے بارے میں سوچیں گے تو آگے بڑھنے کی جستجو اور کچھ کر دکھانے کی لگن ختم ہو جاتی ہے۔

موجودہ ٹیم کی اہم خوبی کیا ہے؟

خود اعتمادی اس ٹیم کی سب سے اہم خوبی ہے۔ مشکل حالات میں ہونے کے بعد ٹیم نے جس طرح ٹیسٹ میچز جیتے ہیں وہ سب کے سامنے ہے اور یہ بات ان کھلاڑیوں کے اعتماد کا پتہ دیتی ہے۔

نوجوان کھلاڑیوں میں کس کی کارکردگی سے متاثر ہوئے؟

اظہر علی اور اسد شفیق دونوں کھلاڑیوں نے مشکل حالات میں جم کر بیٹنگ کی اسد شفیق اگر آخری ٹیسٹ میں 45 رنز نہ بناتے تو شاید ٹیم 99 کے بجائے 45 رنز پر ڈھیر ہو جاتی اسی طرح اظہر علی نے دوسری اننگز میں جس طرح سے ایک اینڈ روک کر سنچری اسکور کی وہ قابل قدر کارنامہ ہے۔

محسن خان کا بطور کوچ کردار کیسا رہا؟

بہت اچھا کردار رہا محسن خان تمام کھلاڑیوں سے مشفقانہ برتاؤ رکھتے ہیں تاہم کوچ کی تقرری پی سی بی انتظامیہ کا کام ہے لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ محسن خان نے ٹیم پر زبردست کام کیا ہے۔

فتح کا کریڈٹ انگلش ٹیم کے خلاف کسے دیں گے؟

پوری ٹیم اس کی مستحق ہے لیکن خاص طور پر اسد شفیق' اظہر علی جو کہ عمدہ بیٹنگ سے ٹیم کو واپس لائے بطور سینئر کھلاڑی یونس خان کا کردار اہم رہا پاکستانی اسپنرز سعید اجمل اور عبدالرحمن نے انگلش ٹیم کے بلے بازوں کو بے بس کئے رکھا' غرض کہ ہر کھلاڑی اپنا کردار بخوبی نبھاتا رہا۔ پاکستان اسپاٹ فکسنگ سمیت مختلف تنازعات سے گزر کر آیا ہے یہ ہماری ٹیم کے لئے بڑا اذیت ناک تھا مگر آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اس طرح کے مسائل سے باہر آگئے۔ مگر میرے نزدیک جس طرح ٹیم تنازعات سے باہر آئی اور پرفارمنس میں بہتری دکھائی وہ حیران کن امر تھا۔

سیریز کی ابتداء سے قبل آپ نے کہا تھا کہ عبدالرحمن اور سعید اجمل انگلینڈ کے خلاف فتح گر ہوں گے' کیا وجہ تھی؟

جب جانتے ہیں کہ سعید اجمل ایک اچھا بالر ہے اس کے پاس زبردست ورائٹی ہے لیکن اہم ترین بالر ہونے کے باوجود تمام بوجھ سعید اجمل پر ڈالنا مناسب نہیں تھا۔ سعید اجمل نے سیریز کے لئے بھرپور تیاری کی۔ حال ہی میں ایک نئی گیند ایجاد کی اور گزشتہ 2 یا 3 ماہ سے وہ اس گیند کی مشق کر رہے تھے اب وہ اس خفیہ گیند کو بہترین انداز سے پھینک رہے ہیں اور انگلش بیٹسمین اس سے نمٹنے میں بری طرح ناکام رہے ہیں۔ سعید کی ''تیسرا'' ایک راز تھی اور شائقین نے انہیں سیریز میں ''تیسرا'' پھینکتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ مجھے عبدالرحمن سے کافی توقعات تھیں اور خوشی ہے کہ اس نے مجھے مایوس نہیں کیا۔

پاک انگلینڈ سیریز کا اہم مثبت پہلو پاکستان کیلئے کیا رہا؟

سب سے مثبت تجربہ متحدہ عرب امارات میں کھیلنے کا تجربہ تھا ہم ان وکٹوں پر کافی کرکٹ کھیل چکے ہیں جس میں ہماری کارکردگی بھی بہت نمایاں رہی۔ اسی لئے تو ٹیم کا اعتماد بھی عروج پر ہے لیکن انگلینڈ کے خلاف مختلف سیریز اور مختلف ٹیم کا سامنا تھا اور وہ بھی انگلینڈ جیسی مضبوط ٹیم ہمیں اس کے لئے سخت محنت درکار تھی ہمارا ہدف یہی تھا کہ ہم دنیا کی سرفہرست ٹیم کے خلاف بہترین کارکردگی دیں۔

اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل کے بعد قیادت سنبھالنا مشکل کام نہیں تھا؟

اسپاٹ فکسنگ جیسے تاریخ کے بدترین تنازع کے بعد پاکستان کی ساکھ بحال ہونے کا سہرا تمام کھلاڑیوں کے سر جاتا ہے اور دنیا کے سامنے اس بات کو ثابت کیا کہ پاکستان آج بھی ایک بہترین ٹیم ہے۔ تمام کھلاڑیوں نے اپنی پوری توجہ کرکٹ پر مرکوز رکھی اور یوں میرے لئے معاملات کو آسان بنایا ہم ماضی کو بھلا کر گزشتہ ڈیڑھ سال سے کرکٹ پر نظریں مرکوز کئے ہوئے ہیں اور یہی ہماری کامیابیوں کی کلید ہے۔

ماضی میں پاک' انگلینڈ سیریز میں تنازعات سامنے آتے رہے کیا اس مرتبہ بھی اس سے خوف زدہ نہیں تھے؟

میرے خیال میں دونوں ٹیمیں ماضی کو بھلا کر میدان میں اتری تھیں اور اپنی کارکردگی پر توجہ رکھی ہماری نظریں مستقبل اور حال پر مرکوز ہیں اور ماضی کو پس پشت رکھ کر ہم صرف کارکردگی سامنے رکھنا چاہتے تھے۔

دنیا کی نمبر ون ٹیم کے خلاف پہلا ٹیسٹ ہی بطور کپتان کھیلنا کیسا تجربہ تھا؟

دنیا کی سرفہرست ٹیم کے خلاف کھیلنا ایک بڑا چیلنج ہوتا ہے لیکن بطور کھلاڑی اور کپتان میرے پاس خود کو ثابت کرنے کا بہترین موقع موجود تھا۔ انگلینڈ برصغیر جیسی کنڈیشن میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کر کے اپنی اہلیت ثابت کرنا چاہتا تھا جبکہ ہمیں بھی یہ ثابت کرنا تھا کہ ہم اچھی ٹیموں کے خلاف اچھی کارکردگی دے سکتے ہیں اور نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

آپ کی دفاعی بیٹنگ پر کافی تنقید ہوئی؟

کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں ایک ٹیسٹ میچ میں ہر گیند پر چھکا ماروں' بھائی! جیسی صورتحال ہوگی ہم ایسے ہی کھیلیں گے اگر صورتحال کا تقاضا ہے کہ تیز کھیلا جائے تو ہم اس کی بھی کوشش کرتے ہیں تیز کھیلنے کی کوشش میں بہتر ہے کہ دفاعی بیٹنگ کر کے میچ بچائے ناکامی کے ڈرا پر اختتام کرالیا جائے۔

بنانے کے فیصلے کو درست قرار دیا۔ اکتوبر2010ء میں جنوبی افریقہ کے خلاف سیریز کے ابتدائی دوٹی20 میچوں میں شاہد خان آفریدی کی زیرِ قیادت مصباح صرف 27اور33 رنز بنا سکے اور دونوں میں پاکستان کو شکست ہوئی۔2ایک روزہ میچوں میں بھی اُن کا اسکور بالترتیب14اور17 رنز رہا۔ پہلے ٹیسٹ کی پہلی اننگز میں وہ38 گیندوں پر9رنز بنا کر آؤٹ ہو گئے، تاہم دوسری اننگز میں مصباح نے ناقابلِ شکست رہتے ہوئے76 رنز اسکور کیے اور یونس خان کے ساتھ168 رنز کی شراکت داری کی مدد سے پاکستان کو شکست سے بچاتے ہوئے میچ برابر کرنے میں کامیاب ہوئے۔ دوسرے ٹیسٹ میں بھی پہلی اننگز میں77 اور دوسری اننگز میں ناقابلِ شکست58رنز بنا کر مصباح نے میچ برابر کرنے میں مدد دی۔ سال2011ء پاکستان کے لیے فتوحات کا سال ثابت ہوا۔2010ء میں اسپاٹ فکسنگ جیسے تنازعے کی بھنور سے نکلنے کے بعد مصباح الحق کی قیادت میں پاکستانی ٹیم نے ہر طرف فتوحات کے جھنڈے گاڑے جس کا آغاز جنوری2011ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف دونوں طرز کی کرکٹ میں فتح سے ہوا۔ نیوزی لینڈ کے خلاف سیریز کے چوتھے ایک روزہ میچ میں مصباح نے ناقابلِ شکست رہتے ہوئے93رنز کی فتح گر اننگز کھیلی۔ بعدازاں کرکٹ ورلڈ کپ2011ء میں شاہد خان آفریدی کی زیرِ قیادت بھی مصباح نے عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے65، 83اور56 رنز کی اننگز کھیلیں۔ لیکن پاکستانی کرکٹ شائقین ورلڈ کپ2011ء کے سیمی فائنل میں مصباح الحق کی سست بلے بازی کو شاید کبھی نہیں بھلا پائیں گے جس کے نتیجے میں بھارت کے خلاف ورلڈ کپ مقابلوں میں پاکستان کی پہلی فتح بہت قریب آ کر دور چلی گئی اور ایک سنسنی خیز مقابلے کا انجام بھارت کی فتح پر منتج ہوا۔ پاکستانی کرکٹ ٹیم کے دورہ ویسٹ انڈیز سے واپسی پر ایک روزہ دستے کے کپتان شاہد آفریدی نے انتظامیہ سے اختلافات کا کھل کر اظہار کیا جس کے نتیجے میں انھیں کپتانی سے ہاتھ دھونے پڑے۔ مئی2011ء میں تینوں طرز کی کرکٹ میں پاکستانی دستے کی قیادت مصباح الحق کے سپرد کر دی گئی۔ مصباح کی قیادت میں پاکستان نے پہلے آئرلینڈ، پھر زمبابوے کو زیر کیا، اُس کے بعد سری لنکا کی مضبوط ٹیم کا متحدہ عرب امارات میں سامنا کیا جہاں ٹیسٹ سیریز ایک صفر اور پانچ ایک روزہ مقابلوں میں4-1 سے کامیابی حاصل کی۔ بعدازاں بنگلہ دیش کو بھی اُس کی زمین پر شکست دی۔ گو کہ مصباح کی انفرادی اننگز بہت عمدہ نہیں تھیں لیکن بہ ہر حال قیادت کے میدان میں انہوں نے اپنا لوہا منوایا اور پاکستانی ٹیم کے دنیائے کرکٹ میں ایک بار اُبھرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ مصباح نے2011ء میں10 ٹیسٹ مقابلوں کی16 اننگز میں69.54 کی اوسط سے765 رنز بنائے جن میں 7 نصف سنچریاں اور ایک سنچری شامل تھی جب کہ31 ایک روزہ مقابلوں میں53.55 کی اوسط سے964 رنز بنائے جن میں9 نصف سنچریاں شامل تھیں۔

مصباح الحق کے مجموعی کرکٹ کیریئر (2001ء تا2012ء) کا جائزہ لیا جائے تو انہوں نے 34 ٹیسٹ میچوں میں 45.27 کی اوسط سے 2173 رنز اسکور کیے جس میں 3 سنچریاں اور16 نصف سنچریاں شامل ہیں؛ 90ایک روزہ مقابلوں میں43.35 کی اوسط اور 75.25 کے اسٹرائک ریٹ سے2558 رنز بنائے جس میں 18 نصف سنچریاں شامل ہیں؛ جب کہ 36 ٹی ٹوئنٹی مقابلوں میں37.94 کی اوسط سے721 رنز بنائے۔ مصباح کا ٹیسٹ میں ناقابلِ شکست161، ایک روزہ مقابلوں میں ناقابلِ شکست93، اور ٹی ٹوئنٹی مقابلوں میں ناقابلِ شکست87 رنز سب سے زیادہ اسکور ہے۔ مصباح الحق کے دورِ قیادت (2010ء تا2012ء) میں پاکستانی کرکٹ ٹیم نے15 ٹیسٹ میچ کھیلے جن میں سے9 میں فتح، ایک میں شکست اور5 بلا مقابلہ ختم ہوئے؛ جب کہ 15 ایک روزہ میچوں میں سے14 میں فتح اور ایک میں شکست ہوئی؛ یوں ہی پانچ ٹی ٹوئنٹی میچوں میں سے تمام میں فتح حاصل ہوئی۔ مصباح کب تک کپتان رہتے ہیں اور کب تک کرکٹ کھیلتے ہیں، یہ تو وقت بتائے گا لیکن بہرحال مصباح الحق نے پاکستانی کرکٹ ٹیم کی ناؤ کو منجدھار سے نکال کر ترقی کے سفر پر ضرور گامزن کر دیا ہے۔

مصباح مختصر عرصے میں گرین شرٹس کے کامیاب کپتانوں کی فہرست میں نمایاں ہو چکے ہیں ان کی فتح کا تناسب اب تک تمام ٹیسٹ پاکستانی کپتانوں میں جنہوں نے10 یا زائد ٹیسٹ میں قیادت کی سب سے بہتر ہے۔ مصباح الحق کا سب سے بڑا کارنامہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل کے بعد بکھری ہوئی ٹیم کو ایک لڑی میں پرو دیا اور اس اسکینڈل کے بعد پاکستانی ٹیم میں ایسی روح پھونک دی گئی کہ وہ جس ٹیم کے سامنے آئی اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مصباح الحق پر دفاعی کپتان کا الزام لگایا گیا مگر وہ ان الزامات سے بے پرواہ اپنی قیادت کی طرف متوجہ رہا اس پر سست رفتاری سے بیٹنگ کا الزام عائد کیا گیا مگر وہ اپنی اسی بیٹنگ کی بدولت ٹیم کی کامیابیوں حصہ ڈالتا رہا۔ اگر کپتان کی انفرادی کارکردگی اچھی ہو تو ٹیم کے تمام لڑکے محنت کرتے ہیں اور یہی عنصر مصباح الحق کی کامیابی کا سبب بن گیا۔ پڑھا لکھا، سلجھا ہوا مصباح الحق جس کے نام کے آگے شاید ہی کوئی تنازع ہو یا کسی کھلاڑی سے اس کے کوئی اختلاف سامنے آئے ہوں خاص طور پر گزشتہ سال وہ قیادت کے ساتھ ساتھ بیٹنگ میں بھی نمایاں رہا۔36 سالہ مصباح الحق آج بھی نوعمر کھلاڑیوں کی طرح اپنی فٹنس برقرار رکھے ہوئے ہے۔ مصباح الحق کی تحمل مزاجی شاید اس بات کی متقاضی تھی کہ جس بحران سے پاکستان کرکٹ گزر رہی تھی اس میں ایسے ہی متحمل مزاج لیڈر کی ٹیم کو ضرورت تھی۔ مصباح الحق کی بیٹنگ کی خاص بات یہ ہے کہ وہ جس دفاعی انداز سے مخالف بالرز کو بے بس کرتا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے خاص طور پر جب بالرز اپنے جوبن پر ہو تو مصباح کا دفاعی انداز سے زچ کرنے پر مجبور کر دیتا ہے اور اپنی اصل لائن لینتھ بھلا کر بالرز رنز دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ مصباح الحق کی بیٹنگ کی مضبوطی کا راز اس کی دفاعی تکنیک میں پوشیدہ ہے اور یہی اس کی ٹیسٹ کرکٹ میں طویل اننگز کی بنیاد بنتا ہے جو کہ بعدازاں ٹیم کی کامیابی کا ضامن بھی ہوتا ہے۔2001ء میں آکلینڈ ٹیسٹ میں اس کی دفاعی اننگز جو کہ 120 منٹ سے زائد وکٹ پر قیام کے بعد28 رنز اسکور کیے اور میچ پاکستان جیتنے میں کامیاب رہا۔ اس اننگز کے بعد اسے انٹرنیشنل کرکٹ میں متعدد مواقع دیے گئے۔

مگر بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر اس کے کیریئر میں طویل وقفہ آیا۔2003ء سے2007ء تک وہ عالمی کرکٹ سے محروم رہا اور بظاہر ایسا دکھائی دیا کہ شاید ہی اب اس کی واپسی کرکٹ میں ممکن ہو سکے۔

تاہم ڈومیسٹک کرکٹ میں رنز کی بھرمار اور انضمام الحق کی ریٹائرمنٹ کے بعد پاکستانی ٹیم کو ایک مرتبہ پھر ایسے کھلاڑی کی ضرورت تھی جو کہ بیٹنگ آرڈر کو سہارا دے سکے اور سلیکٹرز کی نگاہیں دوبارہ مصباح الحق پر آ کر مرکوز ہو گئیں۔ جولائی2007ء میں بورڈ نے مصباح الحق سے سینٹرل کنٹریکٹ کا معاہدہ کیا اور ایک ماہ بعد ہی حیرت انگیز طور پر مصباح الحق کو تجربہ کار محمد یوسف کی جگہ ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ کے لئے قومی ٹیم میں منتخب کر لیا گیا مصباح الحق نے سلیکٹرز کے اعتماد پر پورا اترتے ہوئے خود کو پاکستانی ٹیم کا سرفہرست بیٹسمین ثابت کیا اور فائنل میں ایک مرحلے پر وہ پاکستان کو فتح کے قریب بھی لے کر آ گئے مگر بدقسمتی سے فتح بھارت کے نام رہی۔ بعدازاں دورہ بھارت میں بھی ان کی بیٹنگ کارکردگی میں تسلسل برقرار رہا۔ جہاں دو تھری فیگر اننگز اس کے نام کے آگے درج تھیں اور دونوں اننگز کے لئے اس نے تقریباً400 منٹ سے زائد وکٹ پر قیام کیا۔ درحقیقت دیکھا جائے تو2011ء مصباح الحق کے لئے یادگار سال کہا جا سکتا ہے جہاں اس نے عمدگی کے ساتھ ٹیم کی قیادت کرتے ہوئے اسے ون ڈے، ٹی ٹوئنٹی اور ٹیسٹ کرکٹ کی سرفہرست ٹیم سال کی بنایا اور نئے سال کی ابتداء میں اس نے عالمی رینکنگ کی نمبر ون ٹیسٹ ٹیم کو کلین سوئپ کی شکست دیکر قوم کو یادگار تحفہ دیا۔34 ٹیسٹ کا تجربہ رکھنے والے مصباح الحق نے15 ٹیسٹ میں قیادت کی ہے9 میچوں میں کامیابی حاصل کی۔ فقط واحد میچ میں ناکامی ہوئی جبکہ 5 ٹیسٹ ڈرا کیے۔ یہ مصباح کی قیادت ہی ہے کہ پاکستان آخری 5 ٹیسٹ سیریز سے ناقابلِ شکست ہے۔ قومی کرکٹ ٹیم کے قابلِ فخر کپتان سے کی گئی گفتگو قارئین کے لئے پیش ہے۔

کیا کہیں گے انگلینڈ کو کلین سوئپ شکست کے بعد پاکستانی کرکٹ ٹیم ایک بڑی قوت نہیں بن گئی؟

انگلینڈ پاکستان کے ہاتھوں ٹیسٹ سیریز میں گرین واش ہو گیا

گزشتہ ماہ کے وسط میں پاکستان، انگلینڈ سیریز کے آغاز سے قبل بھلا کسی نے تصور بھی کیا ہو گا کہ پاکستان عالمی نمبر ایک کے خلاف کلین سوئپ کرے گا؟ تنازعات، داخلی سازشوں، نااہل انتظامیہ اور دنیا میں سب سے کم پیسے ملنے کے باوجود پاکستان نے غیر ممکنات کو ممکن کر دکھایا اور اس مشن کو مکمل کیا جو وہ آج سے 7 سال پہلے 2005ء میں مکمل نہ کر پایا تھا یعنی کہ انگلستان کو سیریز کے تمام ٹیسٹ مقابلوں میں شکست دینا۔ یہ پاکستان کی کرکٹ تاریخ کا پہلا موقع ہے کہ اس نے انگلستان کے خلاف کسی سیریز کے تمام مقابلے اپنے نام کیے ہوں۔ ویسے 2010ء میں اسپاٹ فکسنگ تنازع کی دلدل میں دھنسنے کے بعد جب مصباح الحق کو کپتان بنا کر ٹیم از سر نو تشکیل دی گئی تھی تو کسی نے تصور نہیں کیا ہو گا کہ ڈیڑھ سال کے عرصے میں مصباح پاکستان کو دنیا کی بہترین ٹیموں میں سے ایک بنا دیں گے۔ اس لیے فتح کا سب سے پہلا کریڈٹ 15 مقابلوں میں 9 فتوحات اور صرف ایک شکست اور پاکستان کی تاریخ کے کامیاب ترین کپتانوں کی کارکردگی کے قریب پہنچنے والے مصباح الحق کو جانا چاہیے۔ جنہوں نے مشکل سے مشکل صورتحال میں بھی ٹیم کے حوصلوں کو بلند رکھا اور خود بھی اچھی کارکردگی دکھا کر مثال پیش کی۔ دبئی کے انٹرنیشنل کرکٹ اسٹیڈیم میں، جہاں پاکستان کو کبھی کسی مقابلے میں شکست نہیں ہوئی، ہونے والے تیسرے و آخری ٹیسٹ میں کئی اتار چڑھاؤ آئے۔ ایک جانب جہاں پاکستان پہلی اننگز میں 99 رنز پر آل آؤٹ ہوا تو دوسری اننگز میں انہی قومی بلے بازوں نے 365 رنز کا بڑا مجموعہ اکٹھا کر لیا اور بلے بازوں کی مسلسل ناکامیوں سے بے حال انگلستان کو 324 رنز کا مشکل ہدف دیا جس کے تعاقب میں وہ چوتھے روز 252 رنز پر ڈھیر ہو گیا اور پاکستان کو ایک تاریخی کامیابی سے نواز گیا۔ اس وکٹ نے بھی کیا عجیب و غریب نظارے پیش کیے؟ جہاں ایک جانب پہلے دن 16 وکٹیں گریں، بالکل اسی وکٹ اگلے روز یہ عالم تھا کہ دوسرے روز کے اختتام پر 222 پر پاکستان کی صرف دو وکٹیں گری تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اظہر علی اور یونس خان نے پچ کو سمجھ کر کھیلا اور حریف بلے بازوں کو دکھایا کہ اس وکٹ پر کھیلنے کے لیے کون سی تکنیک سب سے بہتر ہے۔

یہ ٹیسٹ میں کرکٹ کی تاریخ کے کمیاب ترین مواقع میں سے ایک تھا جب کوئی ٹیم پہلی اننگز میں 100 رنز سے قبل آؤٹ ہونے کے باوجود جیتنے میں کامیاب ہو گئی ہو۔ آخری مرتبہ 1907ء میں انگلستان نے جنوبی افریقہ کو ہرا کر یہ کارنامہ انجام دیا تھا یعنی کہ 100 سے زائد سالوں کے عرصے سے دنیا کی کوئی بھی ٹیم ایسی نہ تھی جو پہلی اننگز میں اتنا کم مجموعہ اکٹھا کرنے کے باوجود جیت جائے لیکن ایک جانب پاکستانی باؤلرز نے پہلی اننگز میں انگلستان کو 141 رنز پر آل آؤٹ کر کے اسے بڑی برتری لینے سے روکے رکھا تو دوسری اننگز میں انہی بلے بازوں نے بہت ہی ذمہ دارانہ کارکردگی دکھائی۔ خصوصاً اظہر علی کے 157 اور تجربہ کار یونس خان کے 127 رنز اور دونوں کے درمیان 216 رنز کی شراکت داری نے پاکستان کی فتح کی بنیاد رکھی۔ یہ محض چند ماہ بعد دوسرا موقع ہے کہ کسی عالمی نمبر ایک ٹیم کو کلین سوئپ کی ہزیمت سہنا پڑی ہو۔ گزشتہ سال اگست میں بھارت کو دورہ انگلستان میں میزبان ٹیم کے ہاتھوں ایسی ہی تذلیل اٹھانی پڑی تھی لیکن اب خود انگلستان کو پاکستان کے ہاتھوں اسی وائٹ واش بلکہ اگر رائج نام اختیار کیا جائے تو "گرین واش" کو سہنا پڑا ہے۔ لیکن اس کے باوجود عالمی درجہ بندی میں کوئی فرق رونما نہیں ہوا۔ پاکستان بدستور پانچویں نمبر پر ہے جبکہ انگلستان سرفہرست پوزیشن پر قابض ہے تاہم دونوں ٹیموں کے پوائنٹس میں نمایاں اضافہ و کمی ہوئی ہے۔ بہرحال، میچ کے چوتھے و آخری روز جب انگلستان نے 36 رنز بغیر کسی وکٹ کے نقصان کے اننگز دوبارہ شروع کی تو ان کے سامنے ایک جان جوکھم میں ڈال دینے والا ہدف تھا کیونکہ ان کا سامنا تھا پاکستان کے ان اسپنرز سے جنہوں نے گزشتہ مقابلے میں انہیں صرف 72 پر ڈھیر کیا تھا۔ کپتان اینڈریو اسٹراس تو زیادہ دیر مزاحمت نہ کر پائے اور 26 رنز پر بنا کر عبدالرحمن کی گیند پر ایل بی ڈبلیو ہو گئے اور ٹیم کا ایک ریویو بھی ضائع کرا گئے لیکن ایلسٹر کک، جنہیں پاکستانی فیلڈرز کے ہاتھوں دو مرتبہ زندگی مل چکی تھی، نئے ساتھی جوناتھن ٹراٹ کے ساتھ خطرناک ثابت ہوتے جا رہے تھے۔ لیکن پاکستان نے کھانے کے وقفے سے قبل اس شراکت داری کو توڑ کر کچھ سکھ کا سانس لیا۔ جب ٹراٹ 18 رنز بنا کر سعید اجمل کا پہلا شکار بنے۔ پوری سیریز میں ناکام رہنے والے کیون پیٹرسن کچھ دیر تک کک کا ساتھ دینے میں کامیاب رہے لیکن سعید اجمل نے دو مسلسل اوورز میں پہلے کیون پیٹرسن کو ایک خوبصورت آف بریک گیند پر بولڈ اور کک کو یونس خان کے شاندار کیچ کی بدولت آؤٹ کرا کے پچ کو پاکستان کے حق میں کافی حد تک جھکا دیا۔ اب تک سیریز میں صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے میں ناکام رہنے والے این بیل اور ایون مورگن کافی دیر جدوجہد کر کے بھی صرف 37 رنز کا اضافہ کر پائے اور عمر گل کے دو مسلسل اوورز میں بالترتیب 10 اور 31 رنز بنا کر پویلین لوٹ گئے اور یوں انگلستان کی موہوم سی امید کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

اسٹورٹ براڈ اور وکٹ کیپر میٹ پرائیر نے صورتحال کا اندازہ لگاتے ہوئے تیز رفتار انداز سے کھیل کر پاکستانی باؤلرز کے حوصلے توڑنے کی کوشش کی لیکن پرائیر کو دوسرے اینڈ سے بہت اچھی سپورٹ نہ مل سکی اور پاکستان نے بھی حالات کے پیش نظر 'دیوار کے کمزور حصے' پر اپنا دباؤ برقرار رکھا اور بالآخر 252 کے مجموعے پر عبدالرحمن کے ہاتھوں مونٹی پنیسر کی وکٹ نے پاکستان کی فتح پر مہر ثبت کر دی۔ میٹ پرائیر 58 گیندوں پر 49 رنز کے ساتھ ناقابل شکست رہے۔ دوسری اننگز میں سعید اجمل اور عمر گل نے 4،4 وکٹیں حاصل کیں جبکہ دو وکٹیں عبدالرحمن کو ملیں۔ اس تاریخی فتح کا میدان میں کھلاڑیوں اور دنیا بھر میں موجود پاکستانیوں نے زبردست جشن منایا۔

پاکستان نے دوسری اننگز میں اظہر علی اور یونس خان کی یادگار کارکردگی کی بدولت 365 رنز کا زبردست مجموعہ اکٹھا کیا تھا۔ 28 رنز پر دونوں اوپنرز کو کھونے کے بعد تیسری وکٹ پر نوجوان و تجربہ کار کھلاڑیوں پر مشتمل اس جوڑی نے پاکستان کو نہ صرف مشکل صورتحال سے نکالا بلکہ ایک غالب پوزیشن پر لا کھڑا کر دیا۔ گو کہ پاکستان کی آخری 7 وکٹیں اسکور میں محض 34 رنز کا اضافہ کر پائیں، جو ایک مایوس کن امر تھا، لیکن مہمان ٹیم کو 324 رنز کا ہدف دیا جس کے لیے تاریخ شاہد تھی کہ انگلستان پاکستان کے خلاف چوتھی اننگز میں کبھی اتنا بڑا اسکور نہیں بنا پایا۔ انگلستان کی جانب سے مونٹی پنیسر ایک مرتبہ پھر کامیاب ترین باؤلر رہے جنہوں نے سیریز میں دوسری مرتبہ 5 وکٹیں حاصل کرنے کا کارنامہ انجام دیا جبکہ دوسرے اسپنر گریم سوان 3 وکٹیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ایک، ایک وکٹ جمی اینڈرسن اور اسٹورٹ براڈ کو ملی۔ دوسری اننگز کی حوصلہ افزا کارکردگی سے قبل پاکستان کو میچ میں واپس لانے کا تمام تر سہرا عبدالرحمن اور سعید اجمل کے سر تھا جنہوں نے پہلی اننگز میں پاکستان کے 99 رنز پر ڈھیر ہو جانے کے بعد انگلستان کو بڑی برتری حاصل کرنے سے روکے رکھا۔ دراصل پاکستان نے پہلی اننگز میں ٹاس جیت کر بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا اور انگلش پیس بیٹری جمی اینڈرسن اور اسٹورٹ براڈ کی تباہ کن گیند بازی کے سامنے محض 99 رنز پر ڈھیر ہو گیا۔ وجہ صبح کے وقت کنڈیشنز کا تیز گیند بازوں کے حق میں ہونا اور اس پر طرہ پاکستانی گیند بازوں کی غلط شاٹ سلیکشن اور جلد بازی۔ اندازہ لگائیے کہ پاکستان کے چھ بلے باز ایسے تھے جن کی اننگز دہرے ہندسے میں بھی داخل نہیں ہو سکی۔ اگر اسد شفیق 45 رنز نہ بناتے تو عین ممکن تھا کہ پاکستان اپنی تاریخ کے کم ترین اسکور پر آؤٹ ہو جاتا۔ بہرحال اتنے کم اسکور پر آؤٹ ہونے کے بعد انگلینڈ کے حوصلے بہت بلند ہو گئے، جس کی جانب سے اینڈرسن نے 3 اور اسٹورٹ براڈ نے 4 وکٹیں حاصل کیں جبکہ پنیسر کو 2 اور سوان کو ایک وکٹ ملی۔ یہ بہت خطرناک صورتحال تھی، کیونکہ کرکٹ تاریخ شاہد ہے کہ گزشتہ 100 سے زائد سالوں میں کوئی ایسی ٹیم کامیاب نہیں ہوئی جو پہلی اننگز میں اسکور کو تہرے ہندسے میں بھی نہ پہنچا پائی ہو لیکن پاکستان کے باؤلرز نے پہلی انگلش اننگز میں جس طرح حریف بلے بازوں کو دن میں تارے دکھا دیے، یوں وہ پاکستان کو نہ صرف مقابلے میں واپس لے آئے بلکہ ان کی کارکردگی سے مہمیز پاتے ہوئے قومی بلے بازوں نے بھی دوسری اننگز میں ذمہ داری دکھائی اور پاکستان کو بالادست پوزیشن پر لے آئے۔ انگلستان کی پہلی اننگز میں سوائے اینڈریو اسٹراس کے 56 اور جوناتھن ٹراٹ کے 32 رنز کے کوئی بلے باز قابل ذکر کارکردگی نہ دکھا سکا اور پوری ٹیم 141 رنز پر ڈھیر ہوئی۔ پچھلے میچ کے ہیرو عبدالرحمن نے 5 وکٹیں حاصل کیں جبکہ تین وکٹیں سعید اجمل اور دو وکٹیں عمر گل نے حاصل کیں۔ جب پاکستان کے بعد انگلستان کا بھی ایسا حشر ہوا تو لگتا تھا کہ میچ ڈھائی تین روز ہی میں ختم ہو جائے گا کیونکہ ڈیڑھ دن سے بھی کم کے کھیل میں 20 وکٹیں گر چکی تھیں، لیکن پاکستانی بلے بازوں نے بھاری کا بھرپور مظاہرہ کیا اور پاکستان کو میچ میں واپس لے آئے۔ اس تاریخی سیریز میں جہاں اسپنرز کا راج رہا وہیں امپائرنگ بھی اپنے عروج پر رہی خصوصاً فیصلوں پر نظر ثانی کے نظام نے انہیں کڑی آزمائش میں ڈالے رکھا لیکن فیصلے واپس لینے کا تناسب بہت کم رہا۔ ساتھ ساتھ سیریز میں ریکارڈ 43 ایل بی ڈبلیوز امپائرز کی اعلیٰ اور پیشہ ورانہ کارکردگی کے عکاس ہیں۔ اظہر علی 157 رنز کی فتح گر اننگز کھیلنے پر میچ کے بہترین کھلاڑی قرار پائے جبکہ سیریز کے بہترین کھلاڑی کا اعزاز 24 وکٹیں حاصل کرنے والے سعید اجمل کو دیا گیا۔ پاکستان اگست 2010ء میں انگلستان کے خلاف "اسپاٹ فکسنگ" سے داغدار ہونے والی سیریز کے بعد سے اب تک کسی ٹیسٹ سیریز میں شکست سے دوچار نہیں ہوا گو کہ اس دوران اس کا مقابلہ جنوبی افریقہ اور سری لنکا کے بعد اب عالمی نمبر ایک انگلستان سے بھی ہو چکا ہے۔ یہ اعلیٰ کارکردگی مصباح الحق کی زیر قیادت قومی ٹیم میں آنے والی شاندار تبدیلیوں کو ظاہر کرتی ہے خصوصاً اس سیریز میں ٹیم کی حوصلہ و ہمت نہ ہارنے کی صلاحیت نے کئی ماہرین کرکٹ کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ 99 رنز پر آؤٹ ہو جانے کے باوجود پاکستان جس طرح میچ میں واپس آیا، وہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ قومی کرکٹ ٹیم کی بلندیوں کا سفر شروع ہو چکا ہے۔

پاکستان نے ٹیسٹ کرکٹ کی عالمی نمبر ایک انگلستان کے خلاف ٹیسٹ سیریز جیت کر ان تمام ناقدین کے منہ

ابوظہبی ٹیسٹ کی تصویری جھلکیاں

دبئی ٹیسٹ کی تصویری جھلکیاں

بند کر دیے ہیں جو گزشتہ سال پاکستان کی فتوحات کو تکا سمجھتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ عالمی نمبر ایک کے خلاف ٹیسٹ سیریز بتا دے گی کہ پاکستان کتنے پانی میں ہے؟۔ اب پاکستان نے ثابت کر دیا کہ اس کی فتوحات کا تسلسل صرف نو آموز اور کمزور ٹیموں کے خلاف نہیں ہے بلکہ مصباح الحق کی زیر قیادت ٹیم اب باقاعدہ ایک اکائی کی صورت اختیار کر گئی ہے جو دنیا کی کسی بھی ٹیم کو شکست دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔

ابوظہبی کے شیخ زاید اسٹیڈیم میں کھیلے گئے سیریز کے دوسرے معرکے میں پاکستان نے اپنی اصل قوت یعنی اسپن گیند بازی کے ذریعے انگلستان کی بیٹنگ لائن اپ کی دھجیاں بکھیر دیں اور میچ کے چوتھے و آخری روز صرف 145 رنز کا تعاقب کرنے والی مہمان ٹیم کو 72 رنز پر ڈھیر کر دیا۔ یہ انگلستان کا پاکستان کے خلاف ٹیسٹ تاریخ کا کم ترین اسکور تھا اور وہ بھی ایسی پچ پر جو بلے بازوں کے لیے اب بھی کافی حد تک سازگار تھی۔ پاکستان کی اس ناقابل یقین کارکردگی میں بلاشبہ ٹیم کے تمام اراکین کا حصہ تھا، جنہوں نے اپنی حیثیت میں بلے بازی، گیند بازی اور فیلڈنگ میں بھرپور کردار ادا کیا۔ لیکن اگر اس فتح کا سہرا کسی ایک کھلاڑی کے سر باندھا جائے تو وہ کوئی اور نہیں، صرف عبدالرحمٰن کے سر ہوگا، جنہوں نے اپنی شاندار گیند بازی کے ذریعے ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ وہی عبدالرحمٰن جن کی ٹیم میں شمولیت پر کئی حلقوں کی جانب سے انگلیاں اٹھائی گئی ہیں اور انہیں اوسط درجے کا گیند باز قرار دیا جاتا رہا ہے، نے دوسری اننگز میں محض 25 رنز دے کر 6 انگلستانی کھلاڑیوں کو پویلین کی راہ دکھائی اور انگلش تابوت میں آخری کیل ٹھونکی۔ بلے بازی میں اہم ترین کردار اظہر علی اور اسد شفیق کی دوسری اننگز کی 88 رنز کی شراکت داری اور پہلی اننگز میں مصباح الحق کی 84 رنز کی قائدانہ اننگز کا رہا۔

ٹیسٹ میچ کا چوتھا و آخری روز ایک ہنگامہ خیز دن تھا۔ پاکستان جو 54 رنز پر چار وکٹیں گنوا دینے کے بعد نوجوان بلے بازوں اظہر علی اور اسد شفیق کے دفاعی حصار میں محفوظ تھا، زیادہ دیر انگلش باؤلرز خصوصاً مونٹی پنیسر کا دباؤ نہ جھیل سکا اور گزشتہ روز کے اسکور میں صرف 89 رنز کا اضافہ کر پایا۔ انتہائی کم خیال کیا جانے والا یہ اضافہ بعد ازاں فیصلہ کن ثابت ہوا۔ پاکستان کو دوسری اننگز میں 214 رنز کے مجموعے تک پہنچانے کے لیے اظہر علی نے کیریئر کی 13 ویں اور قیمتی ترین نصف سنچری بنائی جبکہ اسد شفیق بدقسمتی سے 43 رنز پر پویلین لوٹے۔ ٹیل اینڈرز کی معمولی حصہ داریاں ملا کر پاکستان کا مجموعہ 214 رنز تک پہنچا تو ٹیم کے بلے باز تمام ہو گئے اور یوں انگلستان کو میچ جیتنے کے لیے 145 رنز کا ہدف ملا۔

بظاہر تو ابوظہبی کی پچ چوتھے روز بھی بلے بازوں کے لیے مددگار تھی، لیکن یہ کھیل دراصل دباؤ کو جھیلنے کا تھا۔ محض 145 رنز کا دفاع کرنا اور وہ بھی ابوظہبی کی بیٹنگ کے لیے سازگار وکٹ پر؟ اس ناقابل یقین ہدف کو حاصل کرنے کے لیے پاکستان کو اپنی صلاحیتوں سے کہیں زیادہ آگے بڑھ کر دکھانے کی ضرورت تھی۔ انگلش ٹیم کے لیے درکار ہدف کوئی مشکل بات نظر نہیں آ رہی تھی اور یہی وجہ ہے کہ ہاری آر ہی وہ انگلستانی ٹیم کے دیگر شائقین بہت خوش تھے۔ ایک روز قبل انگلستانی گیند باز اسٹورٹ براڈ بھی پریس کانفرنس میں اظہار خیال کر چکے تھے کہ 250 رنز تک کا ہدف حاصل کرنا ان کی ٹیم کے لیے قطعاً مشکل نہیں ہے جبکہ حالیہ تاریخ بھی انگلش ٹیم کے بیانات کی تائید کرتی دکھائی دیتی ہے کہ انگلستان 150 رنز تک کے ہدف کے تعاقب میں کبھی زیر نہیں ہوا۔ لیکن پاکستان کے گیند بازوں نے ایک ناقابل فراموش اور ناقابل یقین کارکردگی پیش کی اور ایک ایسے میچ میں دنیا کے بہترین بلے بازوں کو دھول چٹائی کہ جس میں شروع سے لے کر آخر تک روز دوہ تر وقت انگلستانی ٹیم کا پلڑا بھاری رہا تھا۔ انگلستان کی پہلی وکٹ محمد حفیظ نے 21 کے اسکور پر حاصل کی؛ جی ہاں بائیں ہاتھ سے کھیلنے والے بلے باز ہی کے خلاف، اس مرتبہ ایک بار پھر اینڈریو اسٹراس نشانہ بنے جو اسپن کے خلاف کھیلنے کی کوشش میں باؤلر کو کیچ تھما بیٹھے۔ دوسرے اینڈ سے سعید اجمل نے این بیل کو بولڈ کر دیا جو سعید کی ایک گیند کو دھیرے سے روکنے کی کوشش کر رہے تھے، تاہم گیند ان کے بلے سے لگنے کے بعد زمین پر گری اور گھوم کر ٹانگوں کے درمیان سے ہوتی ہوئی وکٹوں میں جا گھسی۔ اب پاکستان کو میچ میں ایک بار پھر قدم جمانے کے امکانات نظر آنے لگے جسے ایک اینڈ سے عبدالرحمٰن کی تباہ کن باؤلنگ حقیقت سے قریب تر کر رہی تھی۔ 33 کے مجموعے پر عبدالرحمٰن نے ایک ہی اوور میں پہلے پیٹرسن کو ایل بی ڈبلیو کیا اور آخری گیند پر ایک خوبصورت این مورگن کو بولڈ کر کے انگلستانی صفوں میں ہلچل مچا دی۔ یوں پاکستان چائے کے وقفے سے قبل ہی 4 وکٹیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور میچ ایک انتہائی دلچسپ مرحلے میں داخل ہو گیا۔

ایک انتہائی کم ہدف کا دفاع کرنے کے باعث اسکور بورڈ اب بھی پاکستان کے لیے پریشان کن امر تھا کیونکہ کسی ایک وکٹ کی شراکت داری بھی انگلستان کو فتح سے ہمکنار کر سکتی تھی۔ اسٹراس اور میٹ پرائیر نے اس موقع پر کچھ مزاحمت تو کی تاہم میزبان گیند باز کسی قسم کی گنجائش دینے کے موڈ میں ہرگز نہ تھے۔ اسٹراس جو پہلے تھرڈ امپائر بلی باؤڈن کے ایک ناقص فیصلے کے باعث عبدالرحمٰن کی گیند پر ایک زندگی پا چکے تھے، دوسری مرتبہ نہیں بچ سکے اور انہی کی گیند کو بیک فٹ پر کھیلنے کی کوشش میں وکٹوں کے سامنے دھر لیے گئے۔ وہ 32 رنز کے ساتھ سب سے نمایاں بلے باز رہے۔ اب بلے بازوں کی آخری جوڑی یعنی جوناتھن ٹراٹ اور میٹ پرائیر باقی بچے جنہیں واپس بھیجنے میں بھی پاکستان نے زیادہ دیر نہیں لگائی۔ عبدالرحمٰن نے شاندار گیند بازی کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فیصلہ کن ترین اوور میں پہلے جوناتھن ٹراٹ کو ایل بی ڈبلیو کیا اور پھر پہلی اننگز کے ہیرو اسٹورٹ براڈ کو میچ کی سب سے خوبصورت گیند پر بولڈ کر دیا اور یہ ضرب ایسی کاری ثابت ہوئی کہ یکدم سٹے بازوں کے بازار میں نرخ انگلستان کے بجائے پاکستان کے حق میں پلٹ گئے۔ اگلے اوور میں سعید اجمل نے پہلے سوان کو ایل بی ڈبلیو کرایا اور آخری گیند پر میٹ پرائیر دباؤ نہ جھیل کر کور پر کیچ دے بیٹھے۔ وہ سعید اجمل کے ٹیسٹ کیریئر کی 100 ویں وکٹ بنے۔ یوں سعید نے پاکستان کی جانب سے سب سے کم مقابلوں میں 100 وکٹیں حاصل کرنے کا وقار یونس کا ریکارڈ توڑ دیا۔ انگلستان کی آخری وکٹ 72 رنز قبل جمی اینڈرسن کی صورت میں عبدالرحمٰن نے حاصل کی جو ایک گیند کو سویپ کرنے کی کوشش میں عمر گل کو کیچ تھما بیٹھے اور پھر پاکستانی دستے کے تمام اراکین خوشی سے جھوم اُٹھے۔ کپتان مصباح الحق، محمد حفیظ، عبدالرحمٰن، سعید اجمل، عمر گل اور ٹیم کے دیگر تمام اراکین میدان میں فتح کے جھنڈے گاڑنے کے بعد ایک دوسرے سے گلے لگتے اور سجدوں میں خدا کا شکر ادا کر کے میدان سے لوٹے جہاں فاتح ٹیم کے عبوری کوچ محسن خان، اعجاز احمد اور دیگر عہدیداران کے ساتھ ساتھ پاکستان کرکٹ بورڈ کے چیئرمین ذکا اشرف بھی موجود تھے۔ کسی نے سیریز کے آغاز سے قبل تصور بھی نہ کیا ہوگا کہ تنازعات اور مسائل سے گھری یہ ٹیم عالمی نمبر ایک انگلستان، جس نے گزشتہ سال کوئی ٹیسٹ میچ نہیں ہارا، کو اولین دونوں مقابلے میں شکست دے گی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سیریز کے پہلے ٹیسٹ میچ میں انگلستانی ٹیم کی شکست کے بعد دوسرا اور تیسرا کو نہ سمجھ پانے یا اسپنرز کے خلاف انگلش بلے بازوں کی تیاری نہ ہونے کا جو بہانہ تراشا جا رہا تھا، وہ مسلسل دوسرے ٹیسٹ میں شکست کے بعد بے معنی ہو گیا ہے۔ قبل ازیں میچ کے پہلے روز پاکستان نے ٹاس جیت کر بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا اور مصباح الحق کی 84 رنز کی قائدانہ اننگز اور اسد شفیق کے 58 رنز کے ساتھ کی بدولت 257 رنز بنانے میں کامیاب ہوا۔ سب سے مایوس کن بات یہ رہی کہ قومی ٹیم نے میچ کے دوسرے دن کا آغاز 256 رنز 7 کھلاڑی آؤٹ کے ساتھ کیا جبکہ مصباح الحق کریز پر موجود تھے لیکن رات کے اسکور میں محض ایک رن کا اضافہ کر پائی اور پہلی اننگز تمام ہوئی۔

جواب میں انگلستان نے اینڈریو اسٹراس، کک اور جوناتھن ٹراٹ کی دوسری وکٹ پر شاندار شراکت کی بدولت پاکستان کو میچ سے تقریباً باہر کر دیا۔ دونوں کھلاڑیوں نے 139 رنز کی زبردست شراکت داری قائم کی۔ کک بدقسمتی سے اپنی سنچری مکمل نہ کر پائے اور 94 کے مجموعے پر سعید اجمل کے دوسرا کا شکار بنے۔ جبکہ جوناتھن ٹراٹ 74 رنز بنانے کے بعد عبدالرحمٰن کے ہاتھوں بولڈ میں پاکستان نے دوسرے روز کے آخری لمحات میں تین وکٹیں سمیٹ کر میچ میں آنے کی بھرپور کوشش کی تاہم تیسرے روز اسٹورٹ براڈ کے برق رفتار 58 رنز سے میچ کو پاکستان کی گرفت سے کہیں دور لے جا کر کھڑا کر دیا۔ ایک ایسے وقت کہ جب ایک ایک رن قیمتی تھا پاکستان کو پہلی اننگز میں 70 رنز کے زبردست خسارے کا سامنا تھا اور انگلستان مسلسل جارحانہ کرکٹ کھیل رہا تھا۔ اس صورتحال میں بلے بازوں کی معجزاتی کارکردگی ہی پاکستان کو میچ میں واپس لا سکتی تھی۔ لیکن پاکستان کے بلے بازوں سے توقعات رکھنا عبث ہے اور یہ انہوں نے اپنی کارکردگی کے ذریعے ثابت بھی کیا۔

پہلی اننگز کی طرح ٹاپ آرڈر ایک مرتبہ پھر مکمل طور پر ناکام ثابت ہوا اور محض خسارہ پورا کرنے سے قبل ہی یعنی 54 رنز پر پاکستان چار وکٹیں گنوا چکا تھا، جن میں کپتان مصباح الحق کی قیمتی وکٹ بھی شامل تھی۔ اس موقع پر اظہر علی اور اسد شفیق کی ذمہ دارانہ اننگز کو سنبھالا دیا اور تیسرے روز پاکستان کو مزید کسی نقصان سے بچائے رکھا۔ 39 اوورز پر محیط اس سست رفتار شراکت داری میں دونوں بلے بازوں نے 88 رنز بنائے۔ یہ رنز کس قدر قیمتی تھے، اس کا اندازہ پاکستان کو انگلستان کی دوسری اننگز کے دوران ہوا۔ درحقیقت یہی شراکت داری پاکستان کی فتح کا پیام ثابت ہوئی۔ وہ ماہرین اور شائقین جو ان دونوں کے سست انداز پر چیں بہ جبیں ہو رہے تھے، انہیں بھی بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہاں کنڈیشنز میں بلے بازی کرنا کتنا دشوار تھا۔ پاکستان کی دوسری اننگز کے دوران سب سے بہترین گیند بازی انگلش اسپنر مونٹی پنیسر نے کی، اور انگلش سلیکٹرز کو بتایا کہ پہلے میچ میں انہیں نہ کھلانے کا فیصلہ کس قدر غلط تھا۔ لیکن اسے پنیسر کی بدقسمتی ہی کہا جا سکتا کہ میچ میں سات وکٹوں کا حصول بھی رائیگاں گیا اور ان کی ٹیم ایک ایسی شکست سے دوچار ہوئی جو اسے مدتوں یاد رہے گی۔ پاکستانی اسپن گیند باز عبدالرحمٰن کو کیریئر کی سب سے اعلیٰ اور اپنی ٹیم کے لیے فتح گر گیند بازی پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا۔ عبدالرحمٰن اور سعید اجمل نے دونوں اننگز میں مجموعی طور پر بالترتیب 8 اور 7 وکٹیں حاصل کیں۔ انگلش اسپنر مونٹی پنیسر نے بھی مجموعی طور پر 7 کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔ سیریز کے پہلے ٹیسٹ میں انگلستانی ٹیم کو 10 وکٹوں سے شکست دینے دوسرے ٹیسٹ میں فتح کے ساتھ پاکستان نے سیریز بھی اپنے نام کر لی ہے۔

”وکٹ کیپرز کا کردار ماضی کے مقابلے میں کافی حد تک تبدیل ہوگیا ہے“ ڈیوڈ ولیمز

بڑا عجیب سا منظر ہوتا تھا جب کرٹلی امبروز جیسا طویل قامت بالر اپنے وکٹ کیپر کو داد دینے کے لئے اس کی طرف بڑھتا تو پستہ قامت وکٹ کیپر ڈیوڈ ولیمز کو اس کی برابری کے لئے اُچھلنا پڑتا تھا۔ طویل قامت کھلاڑیوں کے اس گروہ میں چھوٹا سا وکٹ کیپر کسی بچے کی مانند محسوس ہوتا تھا مگر اس کی صلاحیت پر کسی طرح بھی شک نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ اس نے بہت کم عرصے تک سہی مگر وکٹ کیپر کے طور پر اپنی مہارت تسلیم کرائی تھی۔ اس کا بڑا عرصہ چانس کے انتظار میں ہی خرچ ہوگیا جب پانچ سال تک محنت کے بعد اسے 90ء کے عشرے کی ابتداء میں ویسٹ انڈیز کے لئے کھیلنے کا موقع ملا مگر بہت جلد قسمت روٹھ گئی جب ایک میچ کی خراب کارکردگی نے اسے پھر گمنامی میں دھکیل دیا۔

4 نومبر 1963ء کو ٹرینیڈاڈ میں جنم لینے والے ڈیوڈ ولیمز کو دس سالہ فرسٹ کلاس کرکٹ کے تجربے کے ساتھ 1992ء میں ٹیسٹ کرکٹ تک رسائی کا موقع ملا تو وہ چار سال کے طویل عرصے میں چند ون ڈے انٹرنیشنل میچوں تک ہی محدود رہا تھا۔ وکٹوں کے عقب میں اس کی کارکردگی کسی طرح بھی خراب نہیں تھی جس کا ثبوت گیارہ ٹیسٹ میچوں میں اس کے 42 شکار بھی ہیں مگر سب سے بڑی بدقسمتی یہ رہی کہ وہ ایک ایسے دور میں ایک نصف سنچری سمیت 13.44 کی معمولی اوسط سے 242 رنز اسکور کرسکا جب وکٹ کیپرز سے اچھی بیٹنگ کا بھی تقاضہ کیا جاتا ہے۔ کیریئر کے 36 ون ڈے میچوں میں پستہ قامت ڈیوڈ ولیمز نے 9.18 کی معمولی اوسط سے 147 رنز اسکور کئے جس میں 32* رنز کی اننگ سب سے عمدہ رہی۔ البتہ وکٹوں کے پیچھے اس نے 35 کیچز اور دس اسٹمپڈ سمیت 45 شکار کئے جو اس کی اصل اہلیت کے گواہ تھے۔ مگر بیٹنگ کے شعبے میں خامیوں نے اس کے کیریئر کو طویل نہ ہونے دیا۔

124 فرسٹ کلاس میچوں میں دو سنچریوں اور 8 نصف سنچریوں کی مدد سے 3063 رنز اسکور کرنے والے وکٹ کیپر نے 286 کیچز اور 150 اسٹمپڈ بھی کئے اور اپنی مہارت کو ثابت کیا مگر ٹیسٹ سطح پر 18 مکمل اننگز میں سات مرتبہ صفر پر برخاستگی نے اس کی وکٹ کیپنگ کی عمدہ اہلیت کو بھی دھندلا دیا اور 1998ء تک بین الاقوامی سطح پر موجود کھلاڑی اگلے برس ہر سطح کی کرکٹ سے علیحدگی پر مجبور ہوگیا۔ ٹرینیڈاڈ اینڈ ٹوباگو کے کوچ کی حیثیت سے اس کا دور بے مثال رہا جب 2003ء کے بعد چار برس کے عرصے میں اس کی ٹیم نے تین ون ڈے ٹائٹل جیتنے کے ساتھ ہی تین ٹرافیاں ٹوئنٹی کرکٹ میں بھی حاصل کیں اور اسی اہلیت کے باعث اسے جنوبی افریقہ میں منعقدہ ٹی 20 عالمی کپ میں ویسٹ انڈین ٹیم کا نائب کوچ مقرر کیا گیا۔ کوچنگ کے شعبے سے وابستہ ماضی کے کھلاڑی کا کھلے الفاظ میں یہی کہنا ہے کہ کرکٹ کا کھیل بڑا بے وفا ہے۔ جس میں ایک دن آپ ہیرو بن جاتے ہیں لیکن پھر ایک خاص دن آپ کو ولن بنادیتا ہے۔ بڑے اور طویل قامت لوگوں کے درمیان موجود چھوٹے قد کے مارک ڈیوڈ ولیمز کے کھیل اور کوچنگ میں کیا تجربات رہے اس کا اندازہ اس گفتگو سے ہوسکتا ہے جو قارئین کو ضرور پسند آئے گی۔

جب آپ کو ٹیم میں جگہ ملی تو ویسٹ انڈین ٹیم عالمی کرکٹ پر حکمرانی کررہی تھی' عالمی کرکٹ کے معروف کھلاڑیوں کے ساتھ ڈریسنگ روم میں موجودگی کا تجربہ کیسا رہا؟

آپ کو علم ہے کہ میرا قد بہت چھوٹا ہے اور میں ٹیم کا سب سے کم عمر کھلاڑی بھی تھا تو وہ تمام لوگ مجھے چھوٹے بچے کی طرح رکھتے تھے جسے روئی اور کپڑے میں لپیٹ رکھا ہو۔ میں ان گریٹ کرکٹرز کے ساتھ رہنا بہت پسند کرتا تھا جن میں میلکم مارشل' ویوین رچرڈز' ڈیسمنڈ ہینز' گورڈن گرینج' جیف ڈیوجن اور کسی لوگی جیسے بڑے نام شامل تھے۔ سینئرز سے میرے تعلقات بہت اچھے تھے جن سے میں کرکٹ سے متعلق ہر سوال پوچھ سکتا تھا۔ بالنگ اور کپتانی پر بات کرسکتا تھا۔ میں نے ان تمام سے بہت کچھ سیکھا۔ آج میں خود ایک کوچ ہوں مگر میں مشق کے دوران ان سے سیکھی ہوئی بہت سی چیزوں کو آزماتا رہتا ہوں وہ لوگ جس طرح اپنی کرکٹ کھیلتے تھے وہ کوئی مذاق نہیں تھا ان جیسا جذبہ اور مضبوطی آج کسی میں نظر نہیں آتی۔

جیف ڈیوجن کی جگہ وکٹ کیپنگ کو سنبھالنا آپ پر اضافی دباؤ کا سبب تو نہیں بنا؟

مجھے اپنے چانس کا طویل عرصے تک انتظار کرنا پڑا' میرا پہلا دورہ 88-1987ء میں بھارت کا تھا مگر مجھے پہلا ٹیسٹ کھیلنے کا موقع 1992ء میں ملا جب میں بارباڈوز میں پانچ سالہ محنت کے بعد میدان میں اُتارا گیا۔ اس عرصے میں ڈیوجن نے وکٹ کیپنگ سنبھالی اور مجھے اکثر باہر بیٹھ کر میچ کا نظارہ کرنا پڑا۔ وہ بہت عمدہ وکٹ کیپر اور بیٹسمین تھے جن کی جگہ سنبھالنا کوئی معمولی بات نہ تھی مگر ان کے ساتھ رہ کر میں بہت کچھ سیکھ چکا تھا اور میں نے جان لیا تھا کہ وہ بیٹ اور وکٹ کیپنگ گلووز سے کس طرح انصاف کرتے ہیں' جب میرا وقت آیا تو میں نے ہاتھ آنے والے مواقع کو جانے نہیں دیا۔

آپ کا پہلا ٹیسٹ بڑا یادگار تھا کیونکہ جنوبی افریقہ کی ٹیم ٹیسٹ کرکٹ میں واپسی کے بعد پہلا میچ کھیل رہی تھی؟

وہ ایک تاریخی ٹیسٹ میچ تھا مگر ساتھ ہی کرکٹ کے لحاظ سے ایک اچھا گیم بھی جس میں واپس پلٹ کر ہم نے فتح حاصل کی تھی۔ آخری روز کے کھیل میں امبروز اور والش نے جنوبی افریقہ کو ڈرامائی انداز سے آؤٹ کردیا تھا۔ وہ میرا پہلا ہی ٹیسٹ تھا لہٰذا اب بھی وہ میرے لئے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔

آپ نے ہوسبین میں اپنے دوسرے ہی ٹیسٹ میں سات کیچز کئے مگر اگلے میچ کے بعد ڈراپ کردیئے گئے اور پانچ سال تک اگلے چانس کا انتظار کرتے رہے' کیا یہ آپ کے ساتھ بُرا سلوک نہیں تھا؟

سچ بات تو یہ ہے کہ ایسا نہیں تھا' میں نے میلبورن میں بہت بری کارکردگی دکھائی تھی اور ہم ٹیسٹ میچ ہار گئے تھے۔ میں نے مارک واک کا کیچ ڈراپ کیا جس نے سنچری بناڈالی جبکہ میں اچھی بیٹنگ بھی نہیں کرسکا۔ پہلے ٹیسٹ میں عمدہ کارکردگی کے باوجود مجھے یہاں 'صفر کا جوڑا' ملا اور میرا تمام تر اعتماد رخصت ہوگیا مگر خیر یہ تو کرکٹ کا ایک حصہ ہے کہ ایک روز آپ ہیرو ہوتے ہیں تو اگلے روز ”ولن“ بن جاتے ہیں۔ شین وارن نے دوسری اننگ میں سات کھلاڑی آؤٹ کئے جس میں میری وکٹ بھی شامل تھی۔ اس کو دیکھنے سے بڑا چیلنج اس کی گیندوں کو کھیلنا تھا۔ میں کافی پُرسکون تھا مگر اتنا پُراعتماد نہیں جس کی مجھ سے توقع کی جارہی تھی۔ میرا خیال ہے کہ اس میچ کے بعد میرا ڈراپ کیا جانا غلط نہیں تھا کیونکہ میں صرف ایک میچ میں اپنا اعتماد کھو بیٹھا تھا۔ یہ چار ٹیسٹ میچز کی سیریز تھی جس میں ایک فتح اور ایک شکست کے بعد دو ٹیسٹ میچوں میں صورتحال بدلنے کے لئے تبدیلی کا فیصلہ کرنا پڑا اور بیٹنگ لائن میں مضبوطی کے لئے انہوں نے جونیئر مرے کو ٹیم میں شامل کرلیا۔ یہ فیصلہ اس لحاظ سے درست رہا کہ اس نے ایڈیلیڈ میں بہت اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا۔

آپ کی سب سے عمدہ اننگ انگلینڈ کے خلاف 65 رنز کی فتح گر باری تھی جس کے دوران آپ نے کارل ہوپر کے ساتھ یادگار شراکت بھی قائم کی تھی؟

وہ بہت شاندار میچ تھا' جب میری بیٹنگ آئی تو میں نے اپنے شاٹس کھیلنا شروع کر دیئے مگر کارل ہوپر نے کہا کہ "ذرا اسکور بورڈ پر نظر ڈالو ہم میں سے ہر ایک کو اپنا حصہ ڈالنے کی ضرورت ہے" ان کی بات نے میرا ذہن تبدیل کر دیا اور میں نے سنگلز پر اکتفا کرتے ہوئے اپنے شاٹس کو خاص گیندوں تک محدود کر لیا اور جب میں آؤٹ ہوا تو ٹیم جیت کے قریب پہنچ چکی تھی۔ وہ ایک لاجواب تجربہ تھا کہ اپنی ٹیم کی جیت میں کردار نبھانے کا کیا مزا ہوتا ہے۔ وہ میرے کیریئر کی سب سے عمدہ کارکردگی تھی۔

آپ کو عالمی کرکٹ میں بہترین بالرز پر وکٹ کیپنگ کا اعزاز حاصل رہا' سب سے اچھا کون تھا؟

میرا خیال ہے کہ کرٹلی امبروز...... میلکم مارشل بھی بہت عظیم بالر تھے لیکن میں نے اس وقت ان کی گیندوں پر وکٹ کیپنگ کی جب وہ اپنا عروج گزار چکے تھے لہٰذا کسی شک کے بغیر کرٹلی امبروز سب سے اچھے بالر تھے جن پر میں نے وکٹ کے پیچھے فرائض نبھائے وہ ایک ایسی لینتھ پر بالنگ کرتے تھے جہاں بیٹسمین کو آگے یا پیچھے جانے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا اور ان کی رفتار بھی کافی زیادہ تھی۔ وہ بڑے مشکل ہی نہیں کافی حد تک کم خرچ' مدمقابل کو دباؤ میں رکھنے والے اور ایسے بالر تھے جو کہ دھمکانے کا حق بھی جانتے تھے۔ جب کوئی بالر اتنا منظم ہو تو پھر وکٹ کیپنگ آسان ہو جاتی ہے اس کی گیندیں ایک خاص جگہ پر تسلسل کے ساتھ آتی رہتی ہیں مشکل اس وقت پیش آتی ہے جب گیند بیٹ کا کونا چھو کر پیچھے آتی ہے اور وکٹ کیپر کو اسے کیچ کرنا پڑتا ہے۔ لائن اور لینتھ سے عاری بالرز بڑی مشکلات پیدا کرتے ہیں جن کا کچھ علم نہیں ہوتا کہ اگلی بال کس جگہ کریں گے۔ اسی لحاظ سے دیکھا جائے تو کرٹلی امبروز وکٹ کیپنگ کے لئے آسان ترین بالر تھے جن کی گیندوں میں ایک تسلسل موجود تھا جبکہ پیٹرک پیٹرسن بہت تیز رفتار مگر غیر منظم بالنگ کے عادی تھے جن کے خلاف فرائض کو نبھانے میں بڑی مشکل پیش آتی تھی۔

آپ نے تو ٹرینیڈاڈ اینڈ ٹوباگو میں کئی اسپنرز کے خلاف بھی وکٹ کیپنگ کی؟

آپ خواہ لیگ اسپنر پر کیپنگ کریں یا آف اسپنر پر کوشش یہی ہوتی ہے کہ بنیادی باتوں کو پیش نظر رکھا جائے اور نگاہیں بیٹ پر مرکوز رہیں۔ میری ڈومیسٹک ٹیم میں کئی ٹاپ کلاس اسپنرز رہے جن میں راجندر چندر رام رام ٹرائن بھی شامل تھے' میں نے رانجی ناتھن اور گنیش مہابیر پر بھی وکٹ کیپنگ کی مگر ویسٹ انڈیز کے لئے کھیلتے ہوئی مجھے صرف ایک اسپنر کارل ہوپر کے خلاف وکٹ کیپنگ کا تجربہ ہوا جبکہ باقی تمام فاسٹ بالرز تھے۔ مجھے کبھی ایسی صورتحال کا سامنا نہیں کرنا پڑا کہ کسی اسپنر نے میچ جتوا دیا ہو۔ مجھے ڈومیسٹک کرکٹ میں تو اچھے اسپنرز کا تجربہ ہوا مگر ویسٹ انڈیز کے لئے کھیلتے ہوئے میں اس کا بھرپور لطف نہیں لے سکا۔

حالیہ برسوں کے دوران آپ وکٹ کیپرز کے کردار کا اندازہ لگاتے ہیں؟

آج کل تو سب کچھ تبدیل ہو گیا ہے' دس سے پندرہ سال پہلے اسپیشلسٹ وکٹ کیپر کو کھلانے کا رواج تھا مگر بیٹنگ کے شعبے میں زوال کو دیکھتے ہوئے اب ٹیموں کو ساتویں نمبر پر ایک ایسے وکٹ کیپر کی ضرورت ہوتی ہے جو بیٹنگ بھی کر سکتا ہو' ایک اضافی بیٹسمین کی موجودگی مددگار ثابت ہوتی ہے لہٰذا ایسے وکٹ کیپرز کو اہمیت حاصل ہے جو کہ بیٹنگ بھی کر سکتے ہوں۔ وکٹ کیپر کا کردار ماضی کے مقابلے میں تبدیل ہو گیا ہے اور اب پارٹ ٹائم وکٹ کیپرز بھی کھلائے جاتے ہیں جو کہ دراصل اسپیشلسٹ بیٹسمین ہوتے ہیں مگر اہم بات یہ ہے کہ آپ ایسا کرنے کے باوجود اسپیشلسٹ وکٹ کیپر کو بھی اسکواڈ میں رکھیں تاکہ اگر کچھ غلط ہونے لگے تو اس کی تلافی تو ہو سکے۔ پارٹ ٹائم وکٹ کیپر کا کوئی ڈراپ کیچ یا اسٹمپڈ چھوڑ دیں بعض مرتبہ مشکلات کا سبب بن جاتا ہے۔ آپ اے بی ڈی ویلیئرز سے وکٹ کیپنگ کراتے ہیں تو یہ کوئی غلط بات نہیں مگر آپ کے پاس ہر وقت ایک اسپیشلسٹ وکٹ کیپر بھی اسکواڈ میں ہو جو ضرورت پڑنے پر فرائض نبھا سکے۔

آپ کچھ عرصے ویسٹ انڈین ٹیم کے نائب کوچ رہے مگر یہ عہدہ کافی ہنگامی صورتحال میں سنبھالا' اس مشکل کام کو سنبھالنے کے لئے آپ پہلے سے تیار تھے؟

جان ڈائی سن نے کوچنگ چھوڑی تو میں اس وقت نائب کوچ کا کردار ادا کر رہا تھا جو میرے لئے بڑا خوشگوار تجربہ تھا اس کے جانے کے بعد انہوں نے یہ فرض مجھے سونپ دیا۔ میرے لئے یہ کوئی آسان کام نہیں تھا کیونکہ 2009-10 میں ٹیم آسٹریلیا جارہی تھی جو دورہ کرنے کے لئے آسان جگہ ہرگز نہیں تھی۔ آسٹریلین بڑی سخت جان کرکٹ کھیلتے ہیں مگر مجھے اس صورتحال کا تھوڑا سا تجربہ تھا اور وہاں کھیلنے کے باعث کافی چیزوں سے واقف بھی تھا۔ پہلے ٹیسٹ میں ہمیں ذلت آمیز شکست ہوئی تو ہم نے مل بیٹھ کر ایک دوسرے سے بات چیت کی اور ان کی طاقت کا اندازہ لگایا۔ میں نے کھلاڑیوں سے کہا کہ "آسٹریلیا بہت اچھی ٹیم ہوگی مگر یہ اتنی اچھی بھی نہیں جتنی نظر آتی ہے اگر ہم عقلمندی سے کھیلیں تو ہرایا جاسکتا ہے۔" اس کے بعد دوسرے اور تیسرے ٹیسٹ میں ہم نے لاجواب کرکٹ کھیلی۔ ایڈیلیڈ میں فتح مل جاتی تو ہم 2-1 سے سیریز جیت سکتے تھے مگر بریڈ ہیڈن اور مائیکل کلارک میچ بچا کر لے گئے اور ہمیں بڑے معمولی فرق سے شکست ہوگئی۔ یہ بہت عمدہ تجربہ تھا جس نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ ہم آسٹریلیا کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور کھلاڑی اپنی اہلیت کے مطابق کھیلیں تو انہیں ہرایا بھی جاسکتا ہے۔ اس وقت بھی وہ عالمی نمبر ایک

ٹیم تھی اور اندازہ یہی لگایا جارہا تھا کہ ہم وہاں سے وائٹ واش کا تحفہ لے کر آئیں گے مگر اس سیریز نے امید کی کرن روشن کر دی۔ اگر اس دورے پر ایک دو سائیڈ گیم ہوتے تو شاید نتائج میں مزید بہتری بھی دیکھنے کو مل سکتی تھی۔ صرف ایک سائیڈ میچ اور چند پریکٹس سیشن عالمی نمبر ایک کا سامنا کرنے کے لئے کافی نہیں تھا۔

ٹرینیڈاڈ اینڈ ٹوباگو کئی برس سے ویسٹ انڈیز کی بہترین ڈومیسٹک ٹیم ہے جس کی کوچنگ آپ کررہے ہیں کس طرح اپنی ٹیم کی کارکردگی کا تسلسل قائم کرر کھا ہے آپ نے؟

اس ٹیم میں بے پناہ اتحاد ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بیشتر سرفہرست کھلاڑی کم عمری سے ایک ساتھ کھیلتے آرہے ہیں جنہوں نے جونیئر کرکٹ بھی ایک ساتھ کھیلی ہے جب میں نے 2004ء میں اس ٹیم کا چارج سنبھالا تو اسی وقت سے ٹیم کی تعمیر شروع کر دی اور ہر ایک پر یہ واضح کر دیا کہ اس ٹیم میں بڑی صلاحیت ہے۔ ہم نے سوچا کہ اگر سخت جان ٹریننگ کریں فٹنس پر نگاہ رکھیں اور کھیل میں مہارت کو بیدار کرتے رہیں تو سب سے بہترین بن سکتے ہیں اور ایسا ہی ہوا مگر اس میں کھلاڑیوں کا کردار زیادہ اہم ہے۔

دنیش رام دین پر آپ کا دست شفقت رہا ہے' اس کے بارے میں کیا کہیں گے؟

دنیش ایک اسپیشل ٹیلنٹ ہے' ہر اچھے وکٹ کیپر کی طرح اس نے بھی خراب عرصے کا سامنا کیا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جیف ڈیوجن جیسا وکٹ کیپر ایک وقت ایسی ہی صورتحال سے دوچار تھا جس سے رنز نہیں ہو رہے تھے تو اسے ڈراپ کرنے کی باتیں شروع ہو گئی تھیں۔ دنیش نے بھی اپنی کرکٹ بڑی کامیابی سے شروع کی مگر پھر آگے چل کر پھسل گیا۔ بعض حالات میں خراب عرصہ کھلاڑی کے لئے اس لحاظ سے مددگار ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس سے سیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ اسے ٹیم سے ڈراپ ہو کر خود پر توجہ دینے کا موقع مل جاتا ہے کیونکہ انٹرنیشنل کرکٹ میں کھلاڑی کو اپنے آپ پر غور کرنے کا وقت بھی نہیں ملتا۔ یہ تو بس کرکٹ' کرکٹ اور مسلسل کرکٹ ہے۔ دنیش رام دین نے بھی ٹیم سے باہر جا کر اپنے آپ پر توجہ دی اور کھیل میں خامیوں کو ٹھیک کرتا رہا خاص طور پر اس نے بیٹنگ میں بہتری پیدا کی اور ٹیم میں واپس آگیا۔ ہر کھلاڑی کو اس صورتحال سے گزرنا پڑتا ہے مگر آپ اگر نوجوان ہیں اور آپ کے پاس وقت ہے تو ٹیم سے باہر ہونا فائدہ مند رہتا ہے اور آپ زیادہ مضبوط اور مستحکم کھلاڑی کے طور پر واپس آتے ہیں۔ MAB

کرٹلی امبروز سب سے اچھے بالر تھے جن پر میں نے وکٹ کے پیچھے فرائض نبھائے وہ ایک ایسی لینتھ پر بالنگ کرتے تھے جہاں بیٹسمین کو آگے یا پیچھے جانے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا اور ان کی رفتار بھی کافی زیادہ تھی۔ وہ بڑے مشکل ہی نہیں کافی حد تک کم خرچ' مدمقابل کو دباؤ میں رکھنے والے اور ایسے بالر تھے جو کہ دھمکانے کا حق بھی جانتے تھے

شین وارن کے بعد آسٹریلین کرکٹ کی ہری بھری اسپن کھیتی پر خزاں کا راج کیوں؟

آسٹریلیا میں کرکٹ کا مضبوط نظام ساری دنیا میں شہرت رکھتا ہے جہاں نوجوان کھلاڑیوں کو تربیت کے بلند پایہ معیار سے گزارنے کے بعد عالمی سطح پر متعارف کرایا جاتا ہے۔ آسٹریلین انسٹی ٹیوٹ آف اسپورٹس میں ٹریننگ کے بعد آسمان کرکٹ پر چمکنے والے ستاروں کی قطار کافی طویل ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف تربیت ہی کسی کھلاڑی کو سپر اسٹار کا درجہ دے سکتی ہے اور وہ ٹریننگ کے سخت نظام سے گزر کر سارے عالم کو فتح کر سکتا ہے؟

یقینی طور پر اس کا جواب نفی میں ہی آئے گا کیونکہ کسی بھی کھلاڑی کی قدرتی صلاحیت ہی اس کا سب سے بڑا سرمایہ ہے جسے پالش کر کے چمکایا تو جا سکتا ہے مگر کسی صلاحیت سے عاری شخص کو ایک کامیاب کرکٹر کے روپ میں نہیں ڈھالا جا سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو آج شین وارن کے جانے کے بعد آسٹریلیا کو ایک اچھا اور فتح گر اسپن بالر نصیب ہو سکتا تھا۔ آسٹریلیا میں شین وارن کو واپس بلانے کے مطالبات نہ گونج رہے ہوتے جو ٹی 20 طرز کی کرکٹ میں اب بھی کامیابی کے ساتھ کھیل رہا ہے۔

شین وارن نے 145 ٹیسٹ میچوں پر مشتمل ٹیسٹ کیریئر ختم کیا تو کسی کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ آسٹریلوی سرزمین اسپن بالرز کے لحاظ سے بنجر ہونے والی ہے جہاں طویل عرصے تک بہار کا موسم رہنے کے بعد اب اتنی ہی طویل خزاں کا سامنا بھی رہے گا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وارن کا پھل دار درخت ایک طرف کرنے کے بعد آسٹریلین اسپن بالرز کی کھیتی محض سوکھے پتوں تک محدود ہو کر رہ جائے گی کھیل میں یہ بات عام ہے کہ کسی کے آنے اور جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور عظیم کھلاڑیوں کا متبادل بھی کسی نہ کسی وقت مل جاتا ہے مگر وارن کی رخصتی کے کئی سال بعد یہ بات بھی سراسر غلط ثابت ہوگئی ہے اور شین وارن جیسا تو کجا ایک آدھی صلاحیتوں کا مالک اسپنر بھی سامنے نہیں آسکا ہے اور ایسی وجہ سے آسٹریلین ٹیم بُری طرح جدوجہد میں جتلا ہے۔ یہ درست ہے کہ یکے بعد دیگرے کئی سرفہرست کھلاڑیوں کی ریٹائرمنٹ نے ''ناقابل تسخیر'' الیون کو ایک ایسی ٹیم میں بدل دیا ہے جو کسی خراب دن بڑی آسانی سے بھی ہار سکتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ایک فتح گر اسپنر کی عدم موجودگی نے بہت بڑا فرق پیدا کر دیا ہے جو تمام تر کوششوں کے باوجود اب بھی نہیں مل سکا ہے۔

شین وارن کی موجودگی میں مواقع حاصل کرنے والے لیگ اسپنر اسٹوارٹ میک گل کی بھی اسی عرصے میں گمنامی آسٹریلین ٹیم کے لئے دوسرا بڑا دھچکا تھی جس نے 44 ٹیسٹ میچوں میں 208 وکٹیں حاصل کر کے ٹیسٹ کرکٹ میں اپنی اہمیت تسلیم کرائی مگر صف اول کے دو لیگ اسپنرز کیا رخصت ہوئے ایسا لگا کہ مضبوط نظام کی مالک آسٹریلین کرکٹ اسپن بالنگ کی صلاحیت سے ہی محروم ہوگئی

شین وارن کی موجودگی میں مواقع حاصل کرنے والے لیگ اسپنر اسٹوارٹ میک گل کی بھی اسی عرصے میں گمنامی آسٹریلین ٹیم کے لئے دوسرا بڑا دھچکا تھی جس نے 44 ٹیسٹ میچوں میں 208 وکٹیں حاصل کر کے ٹیسٹ کرکٹ میں اپنی اہمیت تسلیم کرائی مگر صف اول کے دو لیگ اسپنرز کیا رخصت ہوئے ایسا لگا کہ مضبوط نظام کی مالک آسٹریلین کرکٹ اسپن بالنگ کی صلاحیت سے ہی محروم ہوگئی۔ 08-2007ء میں کھبے اسپنر بریڈ ہاگ نے بھارت میں تین ٹیسٹ کھیل کر 8 وکٹیں تو حاصل کیں مگر 481 رنز کے عوض اور 60.12 کا بھاری اوسط ایک بدنما منظر پیش کر رہا تھا۔ جبکہ اس کی بہترین بالنگ بھی 2/51 رہی۔ 2008ء میں ویسٹ انڈیز کے خلاف میک گل کو 65.00 کی مہنگی اوسط سے صرف پانچ وکٹیں مل سکیں تو ایک ٹیسٹ کھیلنے والا بیو کیسن بھی 43.00 کی اوسط سے تین کھلاڑی آؤٹ کر سکا۔ اگلی سیریز میں بھارت کے خلاف جیسن کریزا کی دھماکہ خیز آمد نے آسٹریلوی مبصرین کو یہ دعوے کرنے پر مجبور کر دیا کہ وارن کا متبادل سامنے آگیا مگر یہ سنہرا خواب جلد ہی ٹوٹ گیا کیونکہ 8/215 کی شاندار کارکردگی سمیت میچ میں 358 رنز کے عوض 12 وکٹیں لینے والے کریزا کی بالنگ جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ اسی سیریز میں کیمرون وہائٹ نے بھی وقت پڑنے پر پانچ وکٹیں تو حاصل کیں مگر 68.40 کی بھاری قیمت واضح کر رہی تھی کہ مسئلہ حل کرنے کی کوشش ناکام رہی ہے۔

نیوزی لینڈ کے خلاف آف اسپنر نیتھن ہورٹز نے ایک ٹیسٹ میں 23.75 کی اوسط سے چار وکٹیں لے کر امید کی کرن جگائی مگر جنوبی افریقہ کے خلاف دو ٹیسٹ میں اس کی پانچ وکٹیں 50.80 کی بھاری اوسط سے حاصل کی گئیں

شین وارن کے بعد آزمائے جانے والے اسپیشلسٹ اسپنرز کی کارکردگی ٹیسٹ میچوں میں

بالرز	ٹیسٹ	وکٹیں	اوسط	بہترین بالنگ
نیتھن ہورٹز	17	63	34.98	5/53
نیتھن لیون	10	29	28.68	5/34
بریڈ ہاگ	7	17	54.88	2/40
مارکس نارتھ	21	14	42.41	6/55
جیسن کریزا	2	13	43.23	8/215
کیمرون وہائٹ	4	5	68.40	2/71
بیو کیسن	1	3	43.00	3/86
اسٹیون اسمتھ	5	3	73.33	3/51
زیویئر ڈوہرٹی	2	3	102.00	2/41
ڈین کلن	1	1	54.00	1/25
مائیکل بیئر	1	1	112.00	1/112
برائس میک گین	1	-	0.00	-

اور سونے پہ سہاگہ یہ کہ جیسن کریزا ایک ٹیسٹ میں واحد وکٹ کے لئے 204 رنز دے بیٹھا جسے سلیکٹرز نے اس کے بعد ٹیسٹ سطح پر آزمانے کی کوئی غلطی نہیں کی۔ 09-2008ء میں جنوبی افریقہ کے خلاف جوابی سیریز میں ایک ٹیسٹ کھیلنے والے برائس میک گین کی کشتی اسی جگہ ڈوب گئی جس نے کسی وکٹ کے بغیر 149 رنز دے ڈالے۔ مجبوری میں اسپن بالنگ کا بوجھ ٹیم کے دوسرے کھلاڑیوں پر ڈالنا پڑا۔ سائمن کیٹچ نے 10.80 کی اوسط سے پانچ اور مارکس نارتھ نے 49.00 کی اوسط سے دو وکٹیں تو حاصل کیں مگر یہ بھی مسئلے کا حل نہ تھا۔

2009ء کی ایشیز سیریز میں نیتھن ہورٹز پر اعتماد کیا گیا تو اس نے تین ٹیسٹ میچوں میں 32.10 کی اوسط سے دس وکٹیں لے کر بے اطمینان کی کیفیت کو کم ضرور کیا مگر مارکس نارتھ اور کیٹچ سمیت یہ اسپن اٹیک مجموعی طور پر کوئی خاص تاثر پیش نہیں کر سکا۔ اسی طرح 10-2009 میں بھی ویسٹ انڈیز کے خلاف نیتھن ہورٹز نے 33.00 کی اوسط سے گیارہ کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا مگر 3/17 کی بہترین کارکردگی سمیت وہ خود کو "اہم ہتھیار" بنا کر پیش نہیں کر سکا۔ اسی سیزن میں آف اسپنر نے پاکستان کے خلاف تین ٹیسٹ میچوں میں 415 رنز کے عوض 18 وکٹیں لے کر ناقدین کو اپنی رائے تبدیل کرنے پر کسی حد تک مجبور کر دیا کیونکہ 5/53 کی عمدہ کارکردگی دکھانے والے آف اسپنر نے دو مرتبہ اننگ میں پانچ وکٹوں کا کارنامہ دکھا کر آسٹریلیا کو فتح دلانے میں اہم کردار ادا کیا لیکن ایک انجری نے اسے ٹیم سے آؤٹ کر دیا تو نیوزی لینڈ کے خلاف سیریز میں اسٹیون اسمتھ کو منظر عام پر اُبھارا گیا جو دو ٹیسٹ میچوں میں ایک وکٹ ہی حاصل کر سکا۔ اس کے بعد پاکستان کے خلاف سیریز میں بھی اس نے موقع ملنے پر دو ٹیسٹ میچوں میں 27.33 کی اوسط سے تین وکٹیں حاصل کیں مگر اس سے بہتر کارکردگی تو پارٹ ٹائم اسپنر مارکس نارتھ کی رہی جس نے محض 9.16 کی اوسط سے 6 وکٹیں لے کر خود کو نمایاں کیا اور 6/55 کی کیریئر بیسٹ کارکردگی اس کے ریکارڈز کا حصہ بن گئی مگر آسٹریلین ٹیم میں ایک ریگولر اسپنر کی موجودگی کا معاملہ الجھن کا شکار رہا کیونکہ ہر بار "پارٹ ٹائمرز" قابل بھروسہ ثابت نہیں ہوتے ہیں۔

11-2010 میں بھارت کے خلاف سیریز میں ٹیم میں واپس آنے والے ہورٹز کے لئے کوئی اچھا پیغام نہ لا سکی جسے 2/116 کی بہترین کارکردگی سمیت دو ٹیسٹ میچوں میں 6 وکٹیں 65.00 کی مہنگی اوسط سے مل سکیں اور آف اسپنر پر سلیکٹرز کا اعتماد ختم ہو گیا اس نے ڈومیسٹک کرکٹ میں نائٹ واچ مین کی حیثیت سے سنچری بنا ڈالی مگر اسی میچ میں اسے ایک وکٹ بھی نہ مل سکی حالانکہ اس سے قبل وہ پرتھ میں ویسٹرن آسٹریلیا کے پانچ کھلاڑی آؤٹ کر چکا تھا۔ اس کی واپسی کی باتیں تو ہوئیں مگر یہ بات قابل عمل ثابت نہ ہو سکی۔ ہورٹز نے اعتراف کیا کہ وہ ٹیم میں اپنا کردار بخوبی نہ نبھانے کے باعث ڈراپ کیا گیا اور اب فرسٹ کلاس کرکٹ میں عمدہ کارکردگی سلیکٹرز کا اعتماد بحال کر سکتی ہے۔ ایشیز 2011ء میں سلیکٹرز نے زیویئر ڈوہرٹی (ڈوری) کو آزمائش کے لئے اتارا مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات...... اسے دو ٹیسٹ میچوں میں 102.00 کی بھاری اوسط سے تین وکٹیں ہی مل سکیں اور اس کی ہلکی پرفارمنس کے باعث مارکس نارتھ بھی 110 رنز کے بدلے میں ایک وکٹ تک محدود رہا جس نے سلیکٹرز کے منہ کا ذائقہ خراب کر دیا۔

2011ء میں سری لنکا کے دورے پر نیتھن لیون پر بھروسہ کیا گیا تو اس نے تین ٹیسٹ میچوں میں 36.87 کی اوسط سے 8 وکٹیں حاصل کیں جس میں 5/34 کی عمدہ کارکردگی بھی شامل تھی جبکہ مائیک ہسی نے بھی دو کھلاڑی آؤٹ کئے مگر حقیقت یہ ہے کہ فاسٹ بالرز کو آرام دینے کے لئے مائیکل کلارک کو بھی تھوڑی بہت بالنگ کرنا پڑی۔ اگلے سیزن میں جنوبی افریقہ جا کر نیتھن لیون نے 30.00 کی اوسط سے چار کھلاڑی آؤٹ کئے جو بہت اچھی کارکردگی ہرگز نہیں تھی اور فاسٹ بالرز ہی وکٹیں لینے کا فرض ادا کرتے رہے 2011.12 میں نیوزی لینڈ کے خلاف دو ٹیسٹ میچوں کی سیریز میں آخر کار نیتھن لیون نے خود کو سرفہرست بالر ثابت کیا اور 12.60 کی اوسط سے دس وکٹیں لے کر بالنگ اوسط میں نمبر ایک رہا جس نے 4/69 کی بہترین کارکردگی سمیت میچ میں 88 رنز کے عوض سات کھلاڑی برطرف کئے جبکہ مائیک ہسی بھی دو وکٹیں لینے میں کامیاب رہا مگر اس سیریز میں بھی 29 وکٹیں فاسٹ بالرز نے حاصل کیں جو اسپنرز کے مقابلے میں دو گنی بہتر کارکردگی تھی اور یہی سلیکٹرز کی سب سے بڑی پریشانی تھی جو ایک اچھے اسپنر کی تلاش میں بدستور سرگرداں تھے۔

بھارت کے خلاف حالیہ سیریز کے دوران کامیابیوں کی وجہ فاسٹ بالرز بنے رہے جنہوں نے مجموعی طور پر 71 وکٹیں حاصل کیں اور جو واحد اسپنر کامیاب رہا وہ نیتھن لیون ہی تھا جس نے 4/63 کی عمدہ کارکردگی سمیت سات وکٹیں 41.57 کی اوسط سے تین میچوں میں حاصل کیں۔ وہ مجموعی طور پر دس ٹیسٹ میچوں میں 29 وکٹیں لے کر کسی حد تک کامیاب تو رہا مگر اب بھی اسے بہت کچھ ثابت کرنا ہے کیونکہ اس کی کارکردگی کو ہر بار شین وارن کے ترازو میں تولنے کی کوشش کی جائے گی جو اتنے بڑے جوتے چھوڑ کر گیا ہے جو کسی کے بھی پاؤں میں فٹ نہیں آ سکتے۔ اس کے علاوہ نیتھن ہورٹز بھی وارن کے بعد سب سے کامیاب مگر عدم تسلسل کا شکار رہا ہے۔ جسے سلیکٹرز مستند اسپن بالر کے بجائے ایک ایسا آل راؤنڈر رکھتے ہیں جو بیٹنگ کے ساتھ بالنگ بھی کر سکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پانچ سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود آسٹریلین سلیکٹرز اپنے شاندار اور مربوط کرکٹ نظام سے ایک موثر اسپن بالر بھی پیدا نہیں کر سکے۔ یا تو عمدہ صلاحیت کا مالک کوئی اسپنر سامنے ہی نہ آ سکا اور اگر کسی میں صلاحیت محسوس ہوئی تو اسے بہت جلد میدان میں اُتار کر حواس باختہ کر دیا گیا جو اپنی اصل کارکردگی بھی فراموش کر بیٹھا جبکہ یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ اس عرصے میں جو 12 اسپن بالرز آزمائے گئے ان میں سے چار کو صرف ایک ٹیسٹ پر ہی ٹرخا دیا گیا اور تین کو پانچ یا اس سے کم مواقع مل سکے اور یہ بات سلیکٹرز کی بوکھلاہٹ کو بھی واضح کر رہی ہے کہ جب مشکل وقت ہو تو فیصلے کرنا بڑا کٹھن ہو جاتا ہے۔

بھارت کے خلاف حالیہ سیریز کے دوران کامیابیوں کی وجہ فاسٹ بالرز بنے رہے جنہوں نے مجموعی طور پر 71 وکٹیں حاصل کیں اور جو واحد اسپنر کامیاب رہا وہ نیتھن لیون ہی تھا جس نے 4/63 کی عمدہ کارکردگی سمیت سات وکٹیں 41.57 کی اوسط سے تین میچوں میں حاصل کیں۔ وہ مجموعی طور پر دس ٹیسٹ میچوں میں 29 وکٹیں لے کر کسی حد تک کامیاب تو رہا مگر اب بھی اسے بہت کچھ ثابت کرنا ہے کیونکہ اس کی کارکردگی کو ہر بار شین وارن کے ترازو میں تولنے کی کوشش کی جائے گی جو اتنے بڑے جوتے چھوڑ کر گیا ہے جو کسی کے بھی پاؤں میں فٹ نہیں آ سکتے

سڈنی ٹیسٹ 2007ء میں شین وارن کا آخری معرکہ تھا جہاں آسٹریلیا نے پانچ۔ صفر سے ایشیز سیریز جیتی۔ سیریز کے دوران عظیم لیگ اسپنر نے 30.34 کی اوسط سے 23 کھلاڑی برطرف کئے اور اپنی وکٹوں کا مجموعہ 25.41 کی اوسط سے 708 تک پہنچا دیا جو ظاہر ہے کہ ایک نیا سنگ میل اور لافانی ریکارڈ تھا۔ 5 جنوری 2007ء کا دن آسٹریلوی کرکٹ کے لئے عظیم تر تھا جب وارن کی ٹیسٹ کرکٹ سے رخصتی ہوئی۔ یہی دن ون ڈے انٹرنیشنل کے جنم کے حوالے سے بھی یادگار ہے مگر شاید یہ دن آسٹریلیا میں اسپن بالنگ کے فن کا "یوم وفات" بھی بن گیا ہے جب وارن کے ساتھ ہی اسپن بالنگ کی آسٹریلین عروج کو بھی الوداع کہہ دیا گیا۔ پانچ برس کا طویل عرصہ کھلاڑیوں کو زمین سے آسمان پر پہنچا دیتا ہے مگر آسٹریلیا میں معمولی اسپن بالرز خزاں رسیدہ پتوں کی طرح خاک میں اُڑتے پھر رہے ہیں جن میں سرسبز ہو کر "بہار" کا حصہ بن جانے کی کوئی رمق بھی محسوس نہیں ہو رہی۔ بڑے اور یادگار دن ہمیشہ اچھے لفظوں میں یاد رکھے جاتے ہیں مگر اسی روز کے ناکام قصوں اور کہانیوں کو فراموش کر دیا جاتا ہے۔ کاش آسٹریلین سلیکٹرز اور دنیا بھر میں معروف آسٹریلین انسٹی ٹیوٹ آف اسپورٹس کے ماہرین آسٹریلین کرکٹ کے ماتھے کا یہ داغ دھو سکیں اور صرف ایک ایسا اسپنر تلاش کر لیں جو ٹیسٹ کرکٹ میں آسٹریلیا کی فتوحات کا حصہ بن سکتا ہو اور شین وارن کی سرزمین اسپنرز سے خالی نظر نہ آ سکے۔"

MAB

ٹی ٹوئنٹی سیریز...... پاکستانی بیٹنگ ایک مرتبہ پھر ناکامی کا شکار......!!

ویسے تو پاکستان بلے بازی میں بھی انگلستان سے کہیں کم درجے کی ٹیم ہے لیکن دوسرے ٹی ٹوئنٹی بین الاقوامی مقابلے میں انگلستان کی فتح کی سب سے اہم وجہ ان کی بہترین فیلڈنگ تھی جس میں پاکستان کا ان سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ یہ انگلش فیلڈرز کے بہترین کیچ ہی تھے جنہوں نے فتح اور سیریز برابر کرنے کی راہ ہموار کی۔ جبکہ نوجوان جانی بیئرسٹو کی 60 رنز کی اننگز نے بھی جیت میں مرکزی کردار ادا کیا۔ دبئی کے انٹرنیشنل کرکٹ اسٹیڈیم میں ہونے والے دوسرے ٹی ٹوئنٹی معرکے میں ایک مرتبہ پھر تماشائیوں کی بہت بڑی تعداد مقابلہ دیکھنے آئی لیکن پاکستانی بلے بازوں کی جانب سے انہیں ایک مرتبہ پھر سخت مایوسی کا شکار ہونا پڑا کیونکہ 151 رنز کے ہدف کے تعاقب میں محض 50 رنز پر پاکستان کی آدھی ٹیم پویلین لوٹ چکی تھی۔ اور پھر وہی بڑھی جوڑی کریز پر موجود رہ گئی جس نے گزشتہ مقابلے میں پاکستان کو ایک قابل دفاع مجموعے تک پہنچایا تھا لیکن یہاں معاملہ ہدف کے تعاقب کا تھا اور یہی دباؤ پاکستانی کے شکست خوردہ بلے بازوں کے لیے کافی تھا۔ شعیب ملک 11 گیندوں پر 12 رنز بنانے کے بعد ایک انتہائی ناقص شاٹ جانی بیئرسٹو کے رننگ کیچ پر مکمل ہوا۔ بدقسمتی سے پاکستان کے بچ جانے والے بلے بازوں میں سوائے حماد اعظم کے کوئی بھی پراعتماد انداز میں انگلش گیند بازوں کو نہ کھیل پایا۔ شاہد آفریدی اور مصباح الحق ہوا میں بلے گھماتے رہے اور سوائے چند مواقع کے انہیں کوئی کامیابی نہ ملی۔

پاکستان کو آخری 4 اوورز میں صرف تین وکٹوں کے ساتھ 51 رنز کا مشکل ہدف عبور کرنا تھا۔ عمر گل نے مسلسل دو گیندوں پر اسٹیون فن کو چوکا اور چھکا رسید کیا لیکن اگلی ہی گیند پر وہ آؤٹ ہو گئے۔ اسی اوور کی آخری گیند پر سعید اجمل ایک تیز رن لینے کی کوشش میں بالر اسٹیون فن کے ہاتھوں رن آؤٹ ہو گئے۔ آخری 3 اوورز میں 40 رنز بنانا پاکستان کے لیے ممکن نہ تھا، اس کے باوجود کہ کریز پر شاہد آفریدی موجود تھے۔ 18ویں اوور میں وہ ڈیرن بیچ کا کچھ نہ بگاڑ پائے اور پاکستان اس میں صرف 1 رن حاصل کر پایا جبکہ براڈ نے 19ویں اوور کی دوسری گیند انہیں ایون مورگن کے ایک اور زبردست کیچ کا شکار بنا کر پاکستانی اننگز تمام کر دی۔ شاہد نے 23 گیندوں پر 25 رنز بنائے۔ انگلستان کے بالرز میں اسٹیون فن کی عمدہ فارم کا سلسلہ جاری رہا جنہوں نے سب سے زیادہ یعنی 3 وکٹیں حاصل کیں۔ اس طرح پاکستان کی اننگز 112 رنز پر تمام ہوئی اور اسے 38 رنز کی شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

قبل ازیں انگلستان نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا اور پاکستانی گیند بازوں خصوصاً سعید اجمل اور عمر گل کی عمدہ گیند بازی کے باعث ابتداء ہی سے لڑکھڑا گیا۔ اگر نوجوان جانی بیئرسٹو 60 رنز کی ناقابل شکست اننگز نہ کھیلتے تو اس کے لیے بڑی مشکلات کھڑی ہو سکتی تھیں۔ ان کے علاوہ صرف کریگ کیزویٹر ہی ایسے بلے باز تھے جنہوں نے قابل ذکر 31 رنز بنائے۔ وہ ایک ہی اوور میں شاہد آفریدی کو دو چھکے رسید کرنے کے بعد لانگ آف پر کیچ دے بیٹھے۔ انگلستان کے اہم بلے باز روی بوپارا اور ایون مورگن کی اننگز تو دوہرے ہندسے میں بھی داخل نہ ہو پائیں۔ مورگن نے آتے ہی عمر گل کو دو چوکے رسید کر کے اپنے خطرناک ارادوں کو ظاہر کیا لیکن اگلے اوور میں بائیں ہاتھ کے بلے بازوں کے دشمن محمد حفیظ کی گیند پر وکٹ دے بیٹھے۔ انگلش اننگز کے ہیرو جانی بیئرسٹو نے 46 گیندوں پر 5 چوکوں اور 2 چھکوں کی مدد سے 60 رنز بنائے۔ گو کہ آخری اوورز میں وہ پاکستانی بالرز کی اچھی بالنگ کے سامنے کھل کر نہ کھیل پائے لیکن پھر بھی ایسے مجموعے تک پہنچانے میں ضرور کامیاب ہو گئے جو پاکستان کی پہنچ سے کہیں باہر تھا۔ ان کے لگائے گئے دو چھکوں میں سے ایک آخری اوور میں عمر گل کی ایک دھیمی گیند پر لانگ آن باؤنڈری سے باہر جا گرا۔ جس کی بدولت انگلستان 150 کی نفسیاتی حد تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔ پاکستان کی جانب سے عمر گل نے 2 اور محمد حفیظ، اعزاز چیمہ، سعید اجمل اور شاہد آفریدی نے ایک، ایک وکٹ حاصل کی۔ 22 سالہ بیئرسٹو کو میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔ عمر گل اور سعید اجمل کی آخری اوورز میں شاندار گیند بازی نے پاکستان کو ایک یقینی شکست سے بچا لیا، جس نے پہلا ٹی ٹوئنٹی 8 رنز سے جیت لیا۔ متحدہ عرب امارات میں پاک، انگلستان سیریز کے آغاز کے بعد پہلی بار ایسا ہوا کہ میدان تماشائیوں سے بھر گیا ہو۔ 25 ہزار تماشائیوں کی گنجائش کا یہ میدان تقریباً مکمل طور پر بھرا ہوا تھا، چہار سو سبز ہلالی پرچموں کی بہار تھی۔ انگلستان نے ٹاس جیت کے پاکستان کو بیٹنگ کی دعوت دی جس نے نوجوان اوپنر اویس ضیا کو عمران فرحت کی جگہ ٹیم میں جگہ دی۔ گو کہ ان کے بلے سے سوائے ایک چھکے کے علاوہ کوئی باقاعدہ شاٹ نہ نکل سکا لیکن انہوں نے جس طرح انگلستان کے مرکزی گیند باز اسٹیون فن کو آڑے ہاتھوں لیا، اس نے انگلش ٹیم خصوصاً فن کے اوسان ضرور خطا کیے، جو وہ آخر تک بحال نہ کر سکے۔ اویس نے انہیں ایک چھکا اور ایک چوکا رسید کیا اور 12 گیندوں پر 18 رنز بنانے کے بعد جب وہ فن ہی کی ایک آہستگی سے پھینکی گئی گیند پر آؤٹ ہوئے تو فن کا ردعمل ظاہر کر رہا تھا کہ وہ ایک نوآموز کھلاڑی سے کس قدر زچ ہو چکے تھے۔ بہرحال 32 رنز کا آغاز ملنے کے بعد محمد حفیظ اور اسد شفیق اننگز کو بالکل درست طریق پر لے کر چل رہے تھے کہ 9ویں اوور کی پہلی گیند پر اسد شفیق ایک مرتبہ پھر رن آؤٹ ہو گئے جب ان کا انفرادی اسکور 19 اور پاکستان کا 65 رنز تھا اور یہیں سے میچ انگلستان کے حق میں پلٹنے لگا۔ محمد حفیظ، اسد کو رن آؤٹ کرانے کے بعد اسی اوور میں سوان کو ایک ناقص سوئپ شاٹ کھیلتے ہوئے مڈ وکٹ پر کیچ تھما بیٹھے۔ رہی سہی کسر سوان کے اگلے اوور میں شاہد آفریدی اور عمر اکمل کی پویلین روانگی نے پوری کر دی۔ دونوں بلے بازوں نے بہت ہی گھٹیا شاٹس کا انتخاب کیا۔

یوں پاکستان محض 8 رنز کے اضافے پر اپنی 4 وکٹیں گنوا بیٹھا اور اب بھاری ذمہ داری کپتان مصباح الحق پر عائد ہوتی تھی۔ دوسرے اینڈ پر کھڑے شعیب ملک کے لیے بھی یہ موقع تھا کہ وہ اپنی اہلیت کو ثابت کریں۔ دونوں کھلاڑیوں نے انتہائی ذمہ داری کے ساتھ اسکور کو آگے بڑھایا اور آخری اوور تک رنز بنانے کی رفتار کو برقرار رکھا اور پاکستان کو مزید کسی نقصان سے بھی بچائے رکھا۔ مصباح الحق 26 گیندوں پر ایک چوکے اور ایک چھکے کی مدد سے ناقابل شکست رہے جبکہ شعیب ملک 33 گیندوں پر ایک چھکے اور 4 چوکوں کی مدد سے سب سے زیادہ 39 رنز بنائے تاہم دونوں نے پاکستان کو ایک قابل ذکر مجموعے تک ضرور پہنچایا۔ دونوں تجربہ کار کھلاڑیوں کے درمیان 71 رنز کی قیمتی شراکت قائم ہوئی۔ لیکن 144 رنز کے دفاع کے آغاز میں پاکستان کو ان فارم کیون پیٹرسن کے بلا چارج کو سہنا پڑا جنہوں نے پہلے ہی اوور میں جنید خان کی شارٹ پچ گیندوں پر دو چوکے رسید کیے۔ پہلے اوور میں 13 رنز کے حصول کے بعد کے پی کو روکنا پاکستان کے لیے مشکل ہو گیا۔ انہوں نے آنے والے اوورز میں ایک مرتبہ عمر گل کو دو چوکے رسید کیے، سعید اجمل کا باؤنڈری سے سواگت کیا، یہاں تک کہ شاہد آفریدی کے پہلے اوور میں ایک شاندار چھکا رسید کرنے کے بعد وہ عین باؤنڈری لائن پر اسد شفیق کے ایک خوبصورت کیچ کا شکار بنے اور پاکستان نے کچھ سکھ کا سانس لیا۔ پیٹرسن نے 21 گیندوں پر ایک چھکے اور 4 چوکوں کی مدد سے 33 رنز بنائے۔ اگلا یعنی ساتواں اوور پروفیسر محمد حفیظ کو دیا گیا جنہوں نے آخری گیند پر کریگ کیزویٹر (14 رنز) کو بولڈ کر دیا۔ یوں رنز بنانے کی رفتار کچھ دھیمی پڑی اور شاہد اور حفیظ کی نپی تلی گیند بازی نے روی بوپارا اور ایون مورگن کو کھل کر کھیلنے کا موقع نہ دیا۔ تمام تجربہ کار ساتھیوں سے محروم ہونے کے بعد بوپارا نے تمام تر ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لے لی۔ انہوں نے سب سے پہلے آؤٹ آف فارم جنید خان پر ہاتھ صاف کیا اور ان کے دوسرے اسپیل کی چوتھی گیند کو سیدھا سائٹ اسکرین پر دے مارا۔ سعید اجمل کے اگلے اوور میں 10 رنز حاصل کیے۔ یوں دو اوورز میں 24 رنز ملنے کے بعد انگلستان کے حوصلے بہت بلند ہو گئے جس کو آخری 5 اوورز میں محض 35 رنز درکار تھے اور 7 وکٹیں بھی باقی تھیں جبکہ بوپارا بہت خطرناک موڈ میں کریز پر موجود تھے۔

اس موقع پر کپتان مصباح الحق نے ایک جوا کھیلا اور عمر گل، جن کے صرف دو اوور باقی تھے، کو 16واں اوور دیا تاکہ وہ بڑھنے والے دباؤ کو کچھ کم کر سکیں۔ عمر گل نے اپنا پہلا اوور میڈن کرایا تھا اور وہ بھرپور فارم میں بھی نظر آ رہے تھے۔ بہرحال، گل کپتان کی توقعات پر پورا اترے اور ایک بہترین اوور کرانے کے بعد پانچویں گیند پر بوپارا کو بولڈ کر کے میچ کو فنفنی بنا دیا۔ سعید اجمل کے ایک عمدہ اوور کے بعد عمر گل نے اپنے آخری اور اننگز کے 18ویں اوور کا آغاز کیا، اس کا مطلب تھا کہ وہ آخری اوور نہیں کرا پائیں گے اور انگلستان کو چاہیے تھا کہ کسی طرح گل کا یہ اوور نکال دیتا تو معاملہ کسی حد تک آسان ہو جاتا لیکن عمر گل کی دوسری گیند پر جوس بٹلر اور تیسری گیند پر سمیت پٹیل میدان سے لوٹے تو گویا وہ پاکستان کو مکمل طور پر مقابلے پر حاوی کر گئے۔ عمر گل کے اس اوور میں انگلستان صرف 3 رنز سمیٹ پایا اور دو قیمتی وکٹیں بھی گنوا بیٹھا بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ میچ ہی ضائع کر گیا تو بے جا نہ ہوگا۔ 6 وکٹیں گرنے کے بعد انگلش کپتان اسٹورٹ براڈ نے ایک بڑی غلطی کی اور اپنی جگہ گریم سوان کو بھیجا تاکہ وہ چند ایک شاٹ مار کر بڑھنے والے دباؤ کو کم کریں اور فتح کی راہ ہموار کریں لیکن وہ سعید اجمل کے خلاف کچھ نہ کر سکے۔ اجمل نے ٹی ٹوئنٹی میں سب سے اہم قرار دیے جانے والے 19ویں اوور میں صرف 4 رنز دیے اور میچ تقریباً 90 فیصد پاکستان کے حق میں کر دیا۔ اب انگلستان کو آخری اوور میں 18 رنز کا مشکل ہدف درکار تھا اور کریز پر نا تجربہ کار جانی بیئرسٹو اور گریم سوان موجود تھے لیکن پاکستان کے پاس جنید خان کے علاوہ کوئی آپشن نہیں بچا تھا اس لیے مصباح نے ابتدائی تین اوورز میں ناقص کارکردگی کے باوجود ان پر اعتماد کیا۔ جنید اختتامی اوورز میں اپنی خوبصورت بالنگ کے لیے مشہور ہیں، اس لیے ضروری تھا کہ ان پر اعتماد کیا جائے۔ انہوں نے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے انگلش بلے بازوں کو ایک مرتبہ بھی کھل کر شاٹ نہ کھیلنے دیا اور بالآخر پاکستان یہ میچ 8 رنز سے جیتنے میں کامیاب ہو گیا۔ آخری اوورز میں پاکستان کی عمدہ بالنگ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آخری 6 اوورز میں انگلش بلے باز ایک مرتبہ بھی گیند کو باؤنڈری کی راہ نہ دکھا سکے۔ فتح کا مکمل کریڈٹ عمر گل کے ان دو اوورز کو ملتا ہے جن میں انہوں نے روی بوپارا کی قیمتی وکٹ سمیت تین کھلاڑیوں کو شکار کیا۔ اس کارکردگی پر انہیں میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

ون ڈے سیریز میں انگلینڈ کا پاکستان کو جوابی کلین سوئپ

دو دن میں کیا ماجرا ہو گیا؟ چند روز قبل انگلستان کے خلاف تاریخی گرین واش کا جشن منانے والا پاکستان ایک روزہ سیریز میں خود گوروں کے ہاتھوں اصلی تے وڈے وائٹ واش کا شکار ہو گیا۔ انگلستان نے اچانک ہی فارم میں واپس آ جانے والے کیون پیٹرسن کی مسلسل دوسری سنچری کی بدولت 4 وکٹوں سے فتح سمیٹ کر پاکستان کے خلاف سیریز 0-4 سے جیت لی اور کسی حد تک ٹیسٹ سیریز میں ہونے والے کلین سویپ کا ازالہ کر دیا۔ پاکستان، جسے دنیا تیز گیند بازوں کا گہوارہ سمجھتی ہے، صرف ایک تیز بالر جنید خان کے ساتھ میدان میں اترا۔ درحقیقت یہ ایک کربناک منظر تھا خصوصاً پاکستان کے ان شائقین کے لیے جو ہمیشہ تیز بالرز کو دیکھنا پسند کرتے ہیں اور کنڈیشنز بھی ایسی نہ تھیں کہ پاکستان پانچ اسپنرز کے ساتھ میدان میں اترتا۔ شاید یہی فیصلہ پاکستان کے خلاف گیا اور بالآخر انگلستان نے دبئی انٹرنیشنل اسٹیڈیم میں ہونے والا آخری ون ڈے بھی جیت کر سیریز اپنے نام کر ڈالی۔ یوں 2010 کے اواخر میں شروع ہونے والا کامیابیوں کا سفر بالآخر اپنے اختتام کو پہنچا اور نیوزی لینڈ، ویسٹ انڈیز، زمبابوے، بنگلہ دیش اور سری لنکا کے خلاف مسلسل سیریز فتوحات کے بعد پاکستان کو شکست کا کڑوا گھونٹ لینا پڑا۔ بہرحال، تو آخری ایک روزہ میں پاکستان کو ٹاس جیت کر ایک مرتبہ پھر پہلے بلے بازی کا موقع ملا لیکن ایک اچھا ابتدائی پلیٹ فارم ملنے کے باوجود آنے والے بلے بازوں نے اسے ضایع کر دیا اور نتیجہ ایک اور شکست کی صورت میں نکلا۔ دوسرے ہی اوور میں وکٹ گنوانے کے باوجود پاکستان نے نوجوان اظہر علی اور اسد شفیق کی نصف سنچریوں کی بدولت 112 رنز تک مزید کوئی وکٹ نہ گرنے دی لیکن اسد شفیق کے بولڈ ہونے کے ساتھ ہی اننگز بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے کی طرف چل پڑی۔ پاکستان جسے ابتدائی 23 اوورز تک تقریباً 5 کا اوسط حاصل تھا آخر تک اسے آگے بڑھانے میں کامیاب نہ ہو سکا بلکہ جب آخری اوور کی آخری گیند پر پوری ٹیم آؤٹ ہوئی تو پاکستان کا اوسط 4.74 ہو گیا۔ اظہر علی کے 58 اور اسد شفیق کے 65 رنز کے بعد گویا رنز کا کال پڑ گیا۔ نہ پاکستان نے آخری پاور پلے کا بھرپور استعمال کیا اور نہ ہی آخری پانچ اوورز میں کوئی خاص رنز بنا پایا بلکہ وکٹیں ہی گرتی رہیں۔ شعیب ملک نے 23 اور مصباح الحق نے 46 رنز کی اننگز کھیلیں اور پانچویں وکٹ پر 58 رنز جوڑے اور تمام تر امیدیں شاہد آفریدی سے وابستہ رکھیں کہ وہ آ کر اسکور میں کچھ تیزی سے اضافہ کریں گے لیکن وہ 10 گیندوں پر 9 رنز بنا کر چلتے بنے۔ پاکستان کی اننگز 50 اوورز میں 237 رنز پر تمام ہوئی یوں ایک لمحے جہاں پاکستان 275 سے زائد رنز حاصل کرتا دکھائی دیتا تھا، ایک معمولی سے اسکور پر آؤٹ ہو گیا۔ انگلستان کی جانب سے ڈیرن بچ نے 4 جبکہ اسٹیون فن اور ڈینی برگس نے 2، 2 وکٹیں حاصل کیں۔ ایک وکٹ ٹم بریسنن کو بھی ملی۔

پاکستان نے واحد تیز گیند باز کی حیثیت سے جنید خان کو کھلایا جنہوں نے حریف ٹیم کے سب سے بہترین فارم کے حامل بلے باز ایلسٹر کک کو دوسری ہی گیند پر میدان بدر کر کے سنسنی پھیلا دی اور توقعات سے کم اسکور کرنے کے باوجود پاکستان کی امیدوں کے چراغ روشن کر دیے لیکن درحقیقت پاکستان میچ میں اس وقت واپس آیا جب یکے بعد دیگرے پاکستان نے جوناتھن ٹراٹ، ایون مورگن اور جوس بٹلر کی وکٹیں حاصل کیں۔ کیز ویٹر نے پیٹرسن کے ساتھ مل کر پانچویں وکٹ پر 109 رنز کی فتح گر شراکت داری قائم کی اور یہیں سے انگلستان میچ لے اڑا۔ کیز ویٹر 62 گیندوں پر 43 رنز بنائے اور اپنی غلطی اور اظہر علی کی پھرتی کے باعث رن آؤٹ ہو گئے لیکن میچ انگلستان کے پلڑے میں جھک چکا تھا جسے 61 گیندوں پر اتنے ہی رنز درکار تھے اور کیون پیٹرسن جیسی اہم وکٹ کریز پر موجود تھے۔ کیون پیٹرسن نے اپنے کیریئر کی بہترین اننگز کھیلی جس میں انہوں نے 153 گیندوں پر 12 چوکوں اور 2 چھکوں کی مدد سے 130 رنز بنائے۔ وہ اوپنر کی حیثیت سے کھیلنے آئے اور اس وقت میدان سے باہر آئے جب انگلستان منزل سے صرف 2 رنز کے فاصلے پر تھا۔ کیون پیٹرسن کو مسلسل دوسرے مقابلے میں میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا جبکہ اولین دونوں میچز میں سنچریاں بنانے والے انگلش کپتان ایلسٹر کک سیریز کے بہترین کھلاڑی قرار پائے۔

انگلستان نے بلے بازی اور گیند بازی میں یکساں عمدہ کارکردگی کی بدولت پاکستان کو پہلے ایک روزہ مقابلے میں با آسانی 130 رنز سے شکست دے دی۔ پاکستان کو حد سے زیادہ خود اعتمادی لے ڈوبی جبکہ ٹیم کی باڈی لینگویج بھی انتہائی مایوس کن نظر آئی خصوصاً بلے باز اور فیلڈرز بہت زیادہ تھکے ماندے نظر آئے اور حکمت عملی کی واضح کمی بھی محسوس دی۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی ایک روزہ کرکٹ میں مسلسل فتوحات اور انگلستان کی مسلسل شکستوں کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ انگلستان کی فتح کی بنیاد رکھنے میں چند ایسے کھلاڑیوں نے حصہ ڈالا جنہیں کئی ماہرین کی خواہش کے باوجود ٹیسٹ ٹیم میں جگہ نہیں دی گئی تھی یعنی روی بوپارا اور اسٹیون فن نے۔ جبکہ اہم ترین کارکردگی ایک روزہ ٹیم کے کپتان ایلسٹر کک نے دکھائی جنہوں نے اپنے ایک روزہ کیریئر کی سب سے بہترین و فتح گر اننگ کھیلی اور 137 رنز بنائے۔ یہ ان کے ایک روزہ کیریئر کی تیسری سنچری تھی جس میں 14 چوکے شامل تھے اور صرف 142 گیندوں کا استعمال کیا۔

انہوں نے روی بوپارا کے ساتھ مل کر تیسری وکٹ پر 131 رنز جوڑے اور انگلستان کو مشکل سے نکالا کیونکہ 57 کے مجموعے پر شاہد آفریدی کے ہاتھوں دو مسلسل گیندوں پر اس کے دو جانے مانے بلے باز کیون پیٹرسن (14 رنز) اور جوناتھن ٹراٹ (صفر) پویلین لوٹ چکے تھے۔ کپتان ایلسٹر کک کی زبردست بلے بازی کی بدولت انگلستان ایک اچھی پوزیشن پر آ گیا تاہم آخری اوورز میں پاکستانی گیند بازوں نے حریف ٹیم کے رنز کے آگے کافی بند باندھا اور ایک وقت میں جہاں انگلستان کی نظریں 300 رنز پر مرکوز تھیں، اسے 260 رنز پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔ کک کے 137 اور بوپارا کے 50 رنز کے علاوہ کوئی بلے باز قابل ذکر کارکردگی کا مظاہرہ نہ کر سکا اور صرف پیٹرسن اور سمیت پٹیل ہی دو ایسے بلے باز تھے جن کی اننگز دہرے ہندسے میں پہنچیں۔ انگلستان کو جہاں پاکستانی فیلڈرز کی سست روی سے فائدہ ہوا وہیں قسمت نے بھی ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ 30 کے مجموعی اسکور پر جب ایلسٹر کک اپنے "ناپسندیدہ ترین گیند باز" محمد حفیظ کے ہاتھوں ایل بی ڈبلیو ہو گئے اور امپائر نے انہیں آؤٹ بھی دے دیا لیکن امپائرز کے فیصلوں پر نظرثانی کے نظام (ڈی آر ایس) کے طفیل وہ اپنی وکٹ بچانے میں کامیاب ہو گئے کیونکہ گیند ان کے پیڈ پر لگنے سے قبل بلے کو چھو کر آئی تھی۔ یوں پہلے مقابلے میں تو ڈی آر ایس انگلستان کے لیے بڑی رحمت ثابت ہوا۔ ظاہری بات ہے اگر انگلستان کے کل مجموعے میں سے کک کی اننگز نکال دیں تو باقی کیا بچتا؟

بہرحال، پاکستان کی جانب سے سعید اجمل نے 43 رنز دے کر 5 وکٹیں حاصل کیں لیکن مصباح الحق سے غلطی یہ ہوئی کہ انہیں کافی دیر میں طلب کیا گیا جب عمر گل، محمد حفیظ، شاہد آفریدی اور وہاب ریاض سے انگلش بلے باز نہ سنبھلے اس وقت۔ انہوں نے اپنی اہلیت اور اپنی گیندوں سے انگلش گیند بازوں کی ناسمجھی کا فائدہ تو اٹھایا لیکن اس وقت تک انگلستان میچ میں قدم جما چکا تھا۔ انگلستان نے مقررہ 50 اوورز میں 7 وکٹوں کے نقصان پر 260 رنز بنائے۔ سعید اجمل کے علاوہ دو وکٹیں شاہد آفریدی نے حاصل کیں۔

ٹاس ہارنے کے بعد ہدف کا تعاقب کرنے پر مجبور پاکستان کے لیے اتنا بڑا ہدف حاصل کرنا بہت مشکل تھا خصوصاً مصنوعی روشنی میں کیونکہ اس صورتحال میں بلے بازوں، اور وہ بھی پاکستانیوں کے لیے، جو ہمیشہ ہی ہدف کے تعاقب میں کمزور رہے ہیں، برق رفتاری سے کھیلنا ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور تھا۔ اور وہی ہوا، اسٹیون فن نے اپنے دوسرے اوور کی پہلی دو گیندوں پر محمد حفیظ اور اسد شفیق کو ایل بی ڈبلیو کر کے پاکستان کو ایسا دھچکا پہنچایا جس سے وہ آخر تک باہر نہ نکل سکا۔ اس وقت جب موقع تھا کہ عمران فرحت ٹیم میں اپنی موجودگی کی اہمیت کو ثابت کریں، یونس خان اپنے تجربے کی بنیاد پر اننگز کو زوال پذیر ہونے سے بچائیں اور کپتان مصباح الحق نچلے آرڈر کے تیز بلے بازوں یعنی عمر اکمل اور شاہد آفریدی کی رہنمائی کرتے ہوئے فتح کی جانب پیشقدمی کو جاری رکھیں، لیکن "الٹی ہو گئیں سب تدبیریں" کیونکہ اسٹیون فن کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا جن کی انتہائی نپی تلی گیندوں پر پاکستانی بلے باز یکے بعد دیگرے میدان بدر ہوتے رہے۔ پہلے یونس خان 15 رنز بنا کر وکٹوں کے پیچھے کیچ دے بیٹھے۔ ایک روزہ ٹیم کے کیپر کریگ کیز ویٹر نے بلے کے اندرونی کنارے سے لگ کر جانے والی گیند کو بائیں جانب جست لگا کر انتہائی خوبصورتی سے اپنے دستانوں میں جکڑا۔ پھر باری عمران فرحت کی آئی جو 10 رنز بنا کر اپنی نااہلی پر مہر ثبت کر گئے جبکہ کپتان مصباح الحق 53 کے مجموعی اسکور پر 14 رنز بنا کر سمیت پٹیل کی پہلی وکٹ بنے، یوں پاکستان کے ابتدائی پانچوں بلے باز مظلومیت کی تصویر بنے ٹیم کو دورے کی پہلی شکست کی جانب جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔ ایک روزہ ٹیم میں، خصوصی طور پر طلب کیے گئے، شعیب ملک 7 رنز کے لیے 23 گیندیں ضایع کرنے کے بعد گیند کو میدان بدر کرنے کے چکر میں خود باہر ہو گئے۔ شاہد اور عمر نے پاکستان کی اننگز کی سب سے بڑی یعنی 28 رنز کی شراکت بنائی اور بالآخر عمر اکمل اپنی کمزوری کے باعث آؤٹ ہو گئے جو گریم سوان کی ایک گیند پر روکنے میں ناکامی کے ساتھ کریز میں واپس بھی نہ آ سکے اور کیز ویٹر کے فوری ایکشن یعنی اسٹمپ پر آؤٹ ہو گئے۔ انہوں نے 39 گیندوں پر 22 رنز بنائے۔ ان کے جاتے ہی شاہد آفریدی کے لیے اس کے علاوہ کوئی اختیار نہیں تھا کہ وہ ہر گیند کو میدان بدر کرنے کی کوشش کریں اور زیادہ سے زیادہ رنز سمیٹیں اور انہوں نے یہی کیا۔ پہلے سمیت پٹیل کی دو گیندوں کی چوکے کی راہ دکھائی اور پھر انہیں بائے کے 5 رنز مل گئے لیکن اس کے باوجود "ھل من مزید" کی کوشش میں لانگ آف پر گریم سوان کو کیچ دے بیٹھے۔ وہ 22 گیندوں پر 4 چوکوں کی مدد سے 28 رنز بنا کر پاکستان کے سب سے زیادہ رنز بنانے والے بیٹسمین رہے۔ آخری دو وکٹوں نے مجموعے میں 21 رنز کا اضافہ کیا اور پاکستان کو ایک 130 رنز کی ایک بھاری بھرکم اور حوصلہ شکن ہار سہنا پڑی۔ میچ کے بہترین کھلاڑی قرار پانے والے انگلش کپتان ایلسٹر کک کے علاوہ میچ کے ہیرو اسٹیون فن تھے جن کی کاری ضربوں نے انگلش فتح کو یقینی بنایا۔ اسٹیون فن نے 34 رنز دے کر 4 وکٹیں حاصل کیں جو ان کے کیریئر کی اعلیٰ ترین کارکردگی تھی اور وہ دونوں کی اچھی کیریئر بیسٹ کارکردگیوں نے 4 ایک روزہ مقابلوں میں

انگلستان کو 1-0 کی حیران کن برتری دلا دی۔ انگلش کپتان ایلسٹر کک کی مسلسل دوسری سنچری اور پاکستانی کھلاڑیوں کی بحیثیت مجموعی غیر ذمہ دارانہ کارکردگی نے ایک روزہ سیریز جیتنے کے خواب کو چکنا چور کر دیا۔ ابوظہبی میں ہونے والے دوسرے ایک روزہ مقابلے میں کک کی 102 رنز کی فتح گر اننگز اور حتمی اوورز میں انگلش تیز گیند بازوں کی نپی تلی باؤلنگ نے انگلستان کی فتح میں کلیدی کردار ادا کیا جبکہ پاکستان 251 رنز کے ہدف کے تعاقب میں 230 رنز پر ڈھیر ہوا۔ گیند بازی اور بلے بازی کے علاوہ فیلڈنگ بھی اہم ترین محرک ثابت ہوئی اور انگلش کھلاڑیوں کی کیچ پکڑنے کی زبردست صلاحیت نے میچ کا پلڑا مہمان ٹیم کے حق میں جھکایا جس میں سمیت پٹیل اور وکٹ کیپر کریگ کیزویٹر کے پکڑے گئے کیچ قابل ذکر ہیں۔

پاکستان، جو تین تبدیلیوں کے ساتھ میدان میں اترا تھا، کے بلے باز ہمیشہ کی طرح ایک مرتبہ پھر ناقابل اعتبار ثابت ہوئے اور اہم مواقع پر وکٹیں گنواتے رہے اور اس صورتحال میں اسے نچلے آرڈر میں ایک آل راؤنڈر کی شدید کمی محسوس ہوئی۔ قبل ازیں محمد حفیظ (26) اور عمران فرحت نے 61 رنز کا اچھا آغاز فراہم کیا اور 92 تک بھی پاکستان کی صرف ایک وکٹ ہی گری تھی لیکن 22 ویں اوور میں عمران فرحت (47 رنز) کے بے وقتی کی وجہ سے رن آؤٹ ہونے اور کچھ ہی دیر بعد یونس خان کے 5 رنز پر پویلین لوٹنے نے پاکستان کو مشکل میں ڈال دیا اور وہ سنبھل نہ پایا۔ جب پاکستان کو آخری 12 اوورز میں 81 رنز درکار تھے، اور مصباح الحق اور عمر اکمل کریز پر موجود تھے تو میچ سنسنی خیز مرحلے تک پہنچ چکا تھا لیکن عمر کے ایک برق رفتار شاٹ پر سمیت پٹیل نے زبردست کیچ نے کشتی بدل دیا۔ اب تمام تر توقعات تجربہ کار مصباح اور شاہد آفریدی سے وابستہ ہو گئیں جن سے امید تھی کہ وہ رنز بنانے کی رفتار کو جاری رکھیں گے اور کچھ اوورز سنبھلنے کے بعد جب آفریدی نے سمیت پٹیل کو ایک چھکا اور ایک چوکا رسید کیا تو ایسا لگا کہ پاکستان ایک مرتبہ پھر مقابلے میں واپس آ جائے گا لیکن اگلے ہی اوور میں جمی اینڈرسن کی گیند پر آفریدی کا بولڈ پاکستان کی امیدوں پر پانی پھیر گیا۔ رہی سہی کسر آنے والے بلے باز عبدالرحمٰن نے پوری کر دی جو نہ صرف اوور کی بقیہ تمام گیندوں پر رنز بنانے میں ناکام رہے بلکہ کھیلی گئی 12 گیندوں پر صرف ایک رن بنانے کے بعد اسٹیون فن کی گیند پر بولڈ ہو کر چلتے بنے۔ 47 ویں اوور کی پہلی گیند پر جب پاکستان کو 3 اوورز میں 34 رنز درکار تھے وکٹ کیپر کریگ کیزویٹر نے مصباح الحق کا ایک ناقابل یقین کیچ تھام پر انگلش فتح پر مہر ثبت کر دی۔ 49 ویں اوور میں فن نے عمر گل اور پھر اعزاز چیمہ کو آؤٹ کر کے پاکستانی اننگز کا خاتمہ کر دیا اور انگلستان کو سیریز میں ناقابل شکست برتری دلا دی۔ انگلستان کی جانب سے اسٹیون فن نے ایک مرتبہ پھر عمدہ گیند بازی کا مظاہرہ کیا اور 4 وکٹیں حاصل کیں جبکہ جمی اینڈرسن اور سمیت پٹیل نے دو، دو اہم وکٹیں سمیٹیں۔ ایک وکٹ اسٹورٹ براڈ کو بھی ملی۔ قبل ازیں انگلستان نے مسلسل دوسرے میچ میں ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا اور چار اسپنرز پر مشتمل پاکستانی باؤلنگ اٹیک کا جم کا مقابلہ کیا۔ گوکہ آخری اوورز میں وہ مطلوبہ رفتار سے رنز نہ بنا سکے لیکن کرکٹ کے نئے قوانین کے باعث 250 سے اوپر کا ہدف عبور کرنا ویسے ہی مشکل ہو چکا ہے اور پھر مدمقابل اگر کمزور بیٹنگ لائن اپ کی حامل پاکستانی ٹیم ہو تو جیتنے کے امکانات ویسے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ یہی ہوا بھی، گزشتہ میچ ہی کی طرح پاکستانی گیند باز ابتداء □ سے دباؤ بنائے رکھنے اور وقفے وقفے سے وکٹیں حاصل کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہے اور درمیانی اوورز میں باآسانی ایک، دو رنز ملنے کے باعث انگلستان کا اسکور کارڈ مسلسل حرکت کرتا رہا۔ اس میں مرکزی کردار ایک مرتبہ پھر ایلسٹر کک اور روی بوپارا نے ادا کیا۔ کک نے ایک روزہ کیریئر کی چوتھی سنچری 118 گیندوں پر 11 چوکوں کی مدد سے بنائی جبکہ سمیت پٹیل نے 58 گیندوں پر نصف سنچری مکمل کی۔ کک مجموعی طور پر 102 جبکہ پٹیل 58 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے۔ مقررہ 50 اوورز کے اختتام پر انگلستان نے صرف 4 وکٹیں گنوائیں اور 250 رنز کا مجموعہ اکٹھا کیا اور پاکستان کو ایک اور مشکل ہدف دیا جو گزشتہ میچ میں صرف 130 رنز پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ پاکستان نے وکٹوں کے پیچھے چانس بھی گنوائے۔ جن میں 28 کے انفرادی اسکور پر عمر اکمل کے ہاتھوں ضائع ہونے والا ایلسٹر کک کا کیچ بھی شامل تھا جو پاکستان کے لیے بہت مہنگا ثابت ہوا بلکہ اگر کہا جائے تو میچ کو تبدیل کر دینے والا لمحہ تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ انگلش کپتان ایلسٹر کک کو مسلسل دوسرے مقابلے میں میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

ایک روزہ سیریز کے تیسرے و اہم ترین مقابلے میں، جہاں پاکستان کو سیریز میں شکست سے بچنے کے لیے لازماً فتح حاصل کرنا تھی، انگلستان نے کھیل کے تمام شعبوں میں اپنی برتری ثابت کرتے ہوئے نہ صرف مقابلہ بلکہ سیریز بھی 3-0 سے اپنے نام کر لی۔ ایک مرتبہ پھر کپتان ایلسٹر کک فتح کے معمار رہے جبکہ کلیدی ترین اننگز کیون پیٹرسن نے کھیلی جو عرصہ دراز کے بعد بھرپور فارم میں نظر آئے اور ساڑھے تین سال بعد اپنی پہلی ایک روزہ سنچری اسکور کی۔ پاکستان کی باؤلنگ لائن اپ بالکل 'بے دانت کا شیر' ثابت ہوئی، ایک لمحے کو بھی ایسا محسوس نہ ہوا کہ یہ وہی باؤلرز ہیں جنہوں نے چند ہفتوں قبل انہی انگلش بلے بازوں کے چھکے چھڑا دیے تھے۔ اندازہ لگائیے کہ 223 رنز کا ہدف انگلستان نے محض ایک وکٹ کے نقصان پر پورا کیا یعنی کہ 9 وکٹوں کی ذلت آمیز ہار۔ کپتان ایلسٹر کک اور کیون پیٹرسن نے پہلی وکٹ پر 170 رنز کی شاندار شراکت داری قائم کی جبکہ پاکستان کی بیٹنگ لائن اپ کا حال یہ تھا کہ اس کے ابتدائی 4 بیٹسمین 50 کے مجموعے پر پویلین لوٹ چکے تھے۔ انگلستان کے لیے میچ کا واحد افسردہ لمحہ یہ تھا کہ ایلسٹر کک مسلسل تین ایک روزہ مقابلوں میں سنچری بنانے کے اعزاز سے صرف 20 قدم کے فاصلے پر ہمت ہار بیٹھے۔ انہوں نے ابوظہبی میں کھیلے گئے اولین دونوں ایک روزہ مقابلوں میں سنچریاں بنائی تھیں اور اگر وہ دبئی میں بھی یہ کارنامہ انجام دے ڈالتے تو ظہیر عباس، سعید انور، ہرشل گبز اور ابراہم ڈی ویلیئرز کے بعد تاریخ کے پانچویں اور انگلستان کے پہلے بلے باز ہوتے، جنہیں مسلسل تین ایک روزہ مقابلوں میں سنچریاں بنانے کا اعزاز حاصل ہوتا۔ لیکن اس کے محرومی کے باوجود انگلستان کا ایک روزہ سیریز جیتنا، اور وہ بھی اس صورتحال میں کہ اسے چند روز قبل ہی ٹیسٹ سیریز میں کلین سویپ کی ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا، ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔

پاکستان نے سیریز میں ٹاس جیت کر پہلی بار بیٹنگ کا فیصلہ کیا لیکن اسٹیون فن اور اسٹورٹ براڈ کی نپی تلی گیند بازی نے پاکستان کو دن میں بھی چین نہ لینے دیا۔ ٹاپ آرڈر کی نااہلی کا سلسلہ یہاں بھی جہاں رہا جہاں سب سے پہلے عمران فرحت فن کی گیند پر وکٹوں کے پیچھے کیچ تھما بیٹھے تو 49 کے مجموعے پر اظہر علی صرف 5 رنز بنانے کے بعد براڈ کی گیند پر اسی طرح آؤٹ ہوئے۔ سب سے بڑا دھچکا پاکستان کو اننگز کے نویں اوور کی پہلی گیند پر لگا جب فن نے ایک اندر آتی ہوئی خوبصورت گیند پر محمد حفیظ کو وکٹوں کے سامنے جا لیا جو 28 گیندوں پر 22 رنز کے ساتھ اچھی بیٹنگ کر رہے تھے۔ اگلے اوور میں براڈ نے کپتان مصباح الحق کو ایک رنز پر سلپ میں کیچ آؤٹ کروا کے پاکستان کی فتح کی امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔ اب پاکستان کی کوششیں صرف ایک قابل عزت مجموعے پر پہنچنے کے لیے صرف ہوئیں۔ پہلے اسد شفیق اور عمر اکمل نے 47 رنز کی شراکت داری قائم کی۔ دونوں نے خوش قسمتی اور ذمہ دارانہ بلے بازی کے تعاون سے اسکور کو آگے بڑھایا لیکن اسد شفیق اس وقت خوش نصیب ثابت نہ ہوئے جب وہ 18 کے انفرادی اسکور پر اپنی غائب دماغی اور انگلش فیلڈرز کی پھرتی کے باعث چلتا بنے۔ اسد نے ایل بی ڈبلیو کی ایک اپیل کے بعد اس بات کو سمجھے بغیر کہ گیند کس طرف ہے؟ دوڑنا شروع کر دیا اور احساس ہونے کے بعد وہ واپس پلٹے اور جست لگا کر کریز میں پہنچنے کی کوشش کی۔ گوکہ وہ کریز میں پہنچ گئے لیکن جس وقت وکٹ کیپر کیزویٹر نے بیلز اڑائیں، اس وقت ان کا بلا کریز میں پہنچنے کے بعد ہوا میں اٹھ چکا تھا اس لیے وہ آؤٹ قرار پائے۔ اب ٹیم کے دو سب سے 'غیر ذمہ دار' بلے باز کریز پر موجود تھے، جی ہاں! عمر اکمل اور شاہد آفریدی' لیکن دونوں نے موقع کی مناسبت سے بہت ذمہ دارانہ اننگز کھیلیں اور چھٹی وکٹ پر پاکستان کی سب سے بڑی شراکت داری قائم کی۔ انہوں نے مل کر اسکور میں 79 رنز کا اضافہ کیا' عمر اکمل کی نصف سنچری اننگز خوش قسمتی سے خالی نہ تھی جن کو 28 کے انفرادی اسکور پر اس وقت زندگی ملی جب براڈ کی گیند پر وکٹ کیپر کیزویٹر نے ان کا ایک کیچ چھوڑ دیا۔ عمر اکمل نے کیریئر کی 13 ویں اور شاہد آفریدی نے اپنی 33 ویں نصف سنچریاں مکمل کیں لیکن بدقسمتی سے دونوں عین اس وقت آؤٹ ہو گئے جب پاکستان کو ان کی کریز پر موجودگی درکار تھی یعنی کہ آخری پاور پلے کے اختتام کے ساتھ ہی۔ عمر اکمل ایک مرتبہ پھر سمیت پٹیل کی خوبصورت فیلڈنگ کا نشانہ بنے جنہوں نے مڈ وکٹ پر ان کا ایک شاندار کیچ لے کر اس شعبے میں انگلستان کی پاکستان پر برتری ثابت کر دی۔ عمر نے اپنے مزاج کے بالکل برخلاف 92 گیندوں پر صرف ایک چوکے کی مدد سے 50 رنز بنائے۔ اگلے ہی اوور کی آخری گیند شاہد آفریدی کے لیے بھی پیغام اجل لے کر آئی جو ایک مرتبہ پھر جمی اینڈرسن کی گیند پر بولڈ ہوئے۔ انہوں نے 55 گیندوں پر ایک چھکے اور تین چوکوں کی مدد سے 51 رنز بنائے۔ آخری لمحات میں عمر گل نے دو چھکوں اور ایک چوکے کے ساتھ 27 گیندوں پر اتنے ہی رنز بنائے اور آخری اوور کی آخری گیند پر ان کے رن آؤٹ ہونے کے ساتھ ہی پاکستانی اننگز 222 رنز پر تمام ہوئی۔ براڈ اور فن نے 3،3 جبکہ اینڈرسن نے 2 کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔ 223 رنز کا ہدف پچ کی بلے بازوں کے لیے سازگاری دیکھتے ہوئے بہت کم تھا لیکن اتنے ضرور تھا کہ پاکستان اپنے باؤلرز کے سہارے پر کچھ کر سکتا تھا، لیکن تمام تر توقعات سراب ثابت ہوئیں۔ پاکستانی گیند باز ابتداء سے لے کر بالکل ناکارہ ثابت ہوئے اور انگلش بلے بازوں نے انہیں بتایا کہ مصنوعی روشنی میں کس طرح بلے بازی کی جاتی ہے، جس میں پاکستان اب تک سیریز میں مکمل طور پر ناکام نظر آیا تھا۔ ایلسٹر کک جو پہلے ہی سے بھرپور فارم میں تھے، انہوں نے تو پاکستانی گیند بازوں کی دال بالکل نہ گلنے دی بلکہ دوسرے اینڈ پر کھڑے کیون پیٹرسن، جو تین سال سے زائد عرصے سے بین الاقوامی سطح پر سنچری نہیں بنا پائے، نے بھی رنز کی بہتی گنگا میں ہاتھ دھوئے۔

ناقص باؤلنگ کا اندازہ اس بات سے لگایا جائے کہ عمر گل نے ایک اوور میں وائیڈ پھینکنے کے ساتھ ساتھ تین مرتبہ نو بالز بھی کروائیں۔ جن میں سے دو نو بالز پر ملنے والی فری ہٹس پر ایلسٹر کک نے ایک چھکا اور ایک چوکا رسید کیا۔ کک، جنہوں نے کیریئر میں اس سے قبل صرف دو چھکے لگائے ہیں، نے ایک شارٹ گیند کو بہت ہی خوبی کے ساتھ میدان سے باہر پھینکا۔ جبکہ پیٹرسن 45 کے انفرادی اسکور پر ایک زندگی بھی ملی جب اعزاز چیمہ کی ایک گیند پر ڈیپ اسکوائر پر کھڑے اظہر علی کیچ تھامنے میں ناکام رہے۔ پیٹرسن نے اسی اننگز کے دوران ایک روزہ کیریئر کے 4 ہزار رنز بھی مکمل کیے۔ وہ یہ اعزاز حاصل کرنے والے ساتویں انگلش بلے باز ہیں۔ پیٹرسن نے اپنی سنچری محض 93 گیندوں پر مکمل کی جبکہ میچ کے اختتام پر وہ 98 گیندوں پر 111 رنز کے ساتھ ناٹ آؤٹ رہے۔ ان کی اننگز میں 2 چھکے اور 10 چوکے شامل تھے۔ کیون نے آخری مرتبہ نومبر 2008ء میں بھارت کے خلاف کٹک میں سنچری اسکور کی تھی، جب وہ ٹیم کے کپتان بھی تھے اور اس کے بعد سے ایک روزہ مقابلوں میں وہ کارکردگی پیش کرنے میں ناکام رہے ہیں، جو پہلے ان کی شخصیت کا خاصہ تھی۔ کیون پیٹرسن کو سنچری اسکور کرنے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

پاک انگلینڈ ون ڈے سیریز کی تصویری جھلکیاں
WWW.PAKSOCIETY.COM

کرکٹ کی جیت: شارجہ میں پاک، افغانستان تاریخی ایک روزہ مقابلہ

''افغانستان'' جس کی کرکٹ نے پاکستانی سرزمین پر ہی جنم لیا، نے اپنے کرکٹ گرو پاکستان کے خلاف تاریخ کے پہلے ایک روزہ مقابلے میں بھرپور جان لڑائی لیکن پاکستان کی آل راؤنڈ کارکردگی ان کو زیر کرنے کے لیے کافی ثابت ہوئی، جس کی بدولہ پاکستان نے با آسانی 7 وکٹوں سے مقابلہ جیت لیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس مقابلے میں فاتح کوئی ٹیم نہیں بلکہ کرکٹ کا کھیل تھا، جس سے شارجہ کے تاریخی میدان میں موجود ہزاروں تماشائی بھرپور لطف اندوز ہوئے۔ یہ کئی لحاظ سے ایک تاریخی مقابلہ تھا، ایک جانب یہ افغانستان کا آئی سی سی کے کسی بھی مکمل رکن کے خلاف پہلا ایک روزہ بین الاقوامی میچ تھا تو دوسری جانب کسی بھی مکمل رکن کا ایفیلیٹ رکن کے ساتھ اولین مقابلہ بھی۔

شارجہ کے میدان میں اس تاریخی مقابلے کو دیکھنے کے لیے بیرون ملک مقیم افغانیوں اور پاکستانیوں کی بڑی تعداد موجود تھی بلکہ اسٹیڈیم کی تمام نشستیں پر ہو چکی تھیں۔ دونوں نے اپنے اپنے ملکوں کے پرچم لے رکھے تھے اور کرکٹ کا بھرپور لطف حاصل کیا۔ خصوصاً ابتدائی افغان بلے بازوں کی بیٹنگ کے دوران انہوں نے ہر چوکے اور چھکے پر دل کھول کر داد دی۔ اس میچ کے انعقاد کو ممکن بنانے کا سہرا بین الاقوامی کرکٹ کونسل اور خصوصاً پاکستان کرکٹ بورڈ کے سر جاتا ہے، جس نے نہ صرف یہ کہ افغان کھلاڑیوں کو بین الاقوامی سطح پر اپنی کارکردگی پیش کرنے کا موقع دیا بلکہ ماضی قریب میں انہیں پاکستان میں ہر طرح کی سہولیات بھی فراہم کیں۔ علاوہ ازیں افغانستان کے کھلاڑیوں نے گزشتہ سال پاکستان کے قومی ٹی ٹوئنٹی ٹورنامنٹ میں بھی شرکت کی تھی اور کئی بین الاقوامی کھلاڑیوں کے ساتھ کھیلنے کا تجربہ حاصل کیا تھا، جو بلاشبہ ان کے لیے مستقبل میں اہم ثابت ہوگا۔ اب شارجہ میں اس تاریخی میچ کے انعقاد کے ذریعے پاکستان نے یہ بھی ثابت کیا کہ وہ کرکٹ کے کھیل کو عالمی سطح پر پھیلانے اور افغانستان جیسے ملک کو کرکٹ کے عالمی دھارے میں لانے کے لیے برادرانہ بنیادوں پر اقدامات اٹھا رہا ہے۔
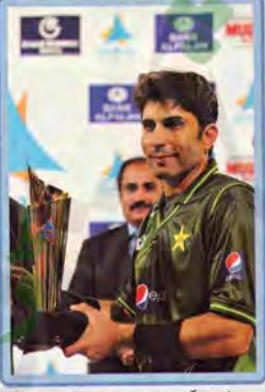
افغانستان نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کا فیصلہ کیا اور بہت عمدہ آغاز لیا خصوصاً کریم صادق نے پاکستان کو ابتداء □ میں کافی پریشان کیا۔ 'کابل کے سہاگ' کے نام سے مشہور صادق نے 47 گیندوں پر 2 بلند و بالا چھکوں اور 2 چوکوں کی مدد سے 40 رنز بنائے جبکہ محمد نبی نے 37 اور سمیع اللہ شنواری نے 32 رنز اسکور کیے۔ افغان کھلاڑی چھکے لگانے کے بہت شوقین دکھائی دیے۔ کریم صادق کے علاوہ محمد نبی نے بھی دو جبکہ محمد شہزاد اور دولت زدران نے ایک، ایک چھکا لگایا۔ محمد شہزاد نے وہاب ریاض کے ایک اوور میں مسلسل تین گیندوں پر تین چوکے بھی رسید کیے جبکہ اگلے ہی اوور میں انہوں نے سعید اجمل کی گیند پر میچ کا سب سے خوبصورت شاٹ کھیلا۔ انہوں نے ریورس سویپ کھیلتے ہوئے گیند کو ڈیپ ایکسٹرا کور باؤنڈری سے باہر پھینک دیا۔ سعید اجمل اس شاٹ کے بعد حیرت سے بلے باز کی جانب دیکھتے رہے۔ بہرحال، اگلے اوور میں شاہد آفریدی کی گیند پر اسد شفیق کے خوبصورت کیچ نے محمد شہزاد کی اننگز کا خاتمہ کر دیا ورنہ وہ بہت بڑا خطرہ ثابت ہوتے۔ ابتدائی افغان بلے بازوں کی جرات مندی اور ہمت ظاہر کر رہی تھی کہ وہ دنیا کے سامنے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے اندر کرکٹ کھیلنے کی کتنی صلاحیت ہے۔ شارجہ میں جیسی کارکردگی انہوں نے دکھائی ہے، امید کی جاتی ہے کہ بہت جلد افغانستان کی قومی کرکٹ ٹیم بھی دیگر ممالک کی طرح عالمی منظرنامے پر بھرپور انداز میں اپنی موجودگی ثابت کرے گی۔ چھٹی وکٹ پر سمیع اللہ شنواری اور محمد نبی کے درمیان 47 رنز کی شراکت قائم ہوئی جس نے افغانستان کے لیے 200 رنز کے قریب پہنچنے کو ممکن بنایا۔ یونس خان کے ہاتھوں رن آؤٹ نے اس اچھی شراکت کا خاتمہ کیا۔ بہرحال، شاہد آفریدی کی گزشتہ سال کی بہترین کارکردگی کا تسلسل اس سال بھی جاری رہا جنہوں نے پہلے ہی مقابلے میں 5 وکٹیں حاصل کیں اور افغان بلے بازوں کی ابتدائی ہنگامہ خیزی کا جواب دیا۔ ان کے علاوہ دو، دو وکٹیں عمر گل اور وہاب ریاض کو بھی ملیں۔

196 رنز کے ہدف کے تعاقب میں پاکستان کو ابتداء ہی میں محمد حفیظ کی وکٹ گنوانا پڑی جو 8 رنز بنا کر دولت زدران کی گیند پر بولڈ ہوئے لیکن اس کے بعد پاکستان کو بہت زیادہ مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اوپنر عمران فرحت نے نصف سنچری بنائی جبکہ اسد شفیق 20 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے۔ تاہم 99 رنز پر تین وکٹیں گرنے کے بعد تجربہ کار یونس خان اور کپتان مصباح الحق نے چوتھی وکٹ پر 99 رنز بنائے اور پاکستان کو 38 ویں اوور میں ہی ہدف تک پہنچا دیا۔ یونس خان نے 65 گیندوں پر 10 چوکوں کی مدد سے 70 جبکہ مصباح نے 2 چھکوں اور تین چوکوں کی مدد سے 55 گیندوں پر 40 رنز بنائے۔ شاہد آفریدی کو پانچ وکٹیں حاصل کرنے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

ایک اننگز میں دو بلے بازوں کی ڈبل سنچریاں

آسٹریلیا کے موجودہ اور سابق دونوں کپتانوں، یعنی مائیکل کلارک اور رکی پونٹنگ، نے پورے دورے میں جدوجہد کرنے والی بھارتی باؤلنگ کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی اور ایڈیلیڈ میں کھیلے گئے دوسرے ٹیسٹ کے دوران پہلی اننگز میں دونوں بلے بازوں نے ڈبل سنچری اسکور کر ڈالی۔ 37 سالہ رکی پونٹنگ نے کیریئر کی چھٹی اور بھارت کے خلاف تیسری ڈبل سنچری اسکور کی جبکہ مائیکل کلارک کے بحیثیت کپتان بہترین بلے بازی کا سلسلہ جاری رہا جنہوں نے 275 گیندوں پر 26 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 210 رنز بنائے اور دوسرے روز گرنے والی پہلی وکٹ بنے۔ بعد ازاں رکی پونٹنگ نے 21 چوکوں کی مدد سے 404 گیندوں پر 221 رنز بنائے۔ دونوں کھلاڑیوں نے چوتھی وکٹ پر 386 رنز کی یادگار شراکت داری قائم کی اور بدقسمتی سے مل کر 400 رنز مکمل نہ کر سکے۔ دونوں کھلاڑیوں کی اس شاندار بلے بازی کی بدولت آسٹریلیا نے پہلی اننگز میں 604 رنز بنا ڈالے۔

بحیثیت مجموعی یہ کرکٹ کی تاریخ کا محض 16 واں موقع تھا جب ایک ہی اننگز میں دو بلے بازوں نے ڈبل سنچری اسکور کی ہو۔ آخری مرتبہ سری لنکا نے 2009ء کے بدقسمت دورہ پاکستان کے دوران کراچی ٹیسٹ میں یہ کارنامہ انجام دیا تھا جب پہلی اننگز میں مہیلا جیاوردنے اور تھیلان سماراویرا نے بالترتیب 240 اور 231 رنز کی شاندار اننگز کھیلی تھیں۔ تاہم یونس خان کی جوابی ٹرپل سنچری کے باعث میچ بغیر کسی نتیجے تک پہنچے ختم ہو گیا تھا۔ بعد ازاں لاہور میں کھیلے گئے ٹیسٹ کے دوران سری لنکن ٹیم کی بس پر دہشت گردوں نے حملہ کر دیا اور نہ صرف وہ ٹیسٹ مکمل نہ ہو سکا بلکہ پاکستان کے کرکٹ میدان بھی ویران ہو گئے۔

بہرحال، یہ 1965ء کے بعد پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ کسی آسٹریلوی جوڑی نے ایک ہی اننگز میں ڈبل سنچریاں اسکور کی ہوں۔ اس سے قبل مئی 1965ء میں برج ٹاؤن، بارباڈوس میں ویسٹ انڈیز کے خلاف بل لاری اور باب سمپسن نے پہلی وکٹ پر 382 رنز کی زبردست شراکت کے دوران اپنی ڈبل سنچریاں جڑی تھیں۔ بل لاری نے 210 اور باب سمپسن نے 201 رنز بنائے تھے۔ اگر پاکستانی بلے بازوں کی بات کی جائے تو انہوں نے تین مرتبہ کارنامہ کر دکھایا ہے۔ پہلی بار جنوری 1983ء میں بھارت کے خلاف حیدرآباد، سندھ میں کھیلے گئے مقابلے میں مدثر نذر اور جاوید میانداد نے یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔ جی ہاں! یہ وہی میچ ہے جس میں جاوید میانداد کے ٹرپل سنچری کے نزدیک پہنچنے کے باوجود کپتان عمران خان نے اننگز ڈکلیئر کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ میچ کی پہلی اننگز میں مدثر نذر 231 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے تو دونوں بلے بازوں کی 451 رنز کی یادگار شراکت داری کا بھی خاتمہ ہوا لیکن عمران خان نے اننگز ڈکلیئر نہیں کی لیکن جب جاوید میانداد 280 پر پہنچے تو عمران نے حیران کن طور پر اننگز کے خاتمے کا اعلان کر دیا اور بھارت کو کھیلنے کا موقع دیا۔ البتہ خوش آئند بات یہ رہی ہے کہ بعد ازاں عمران خان اور سرفراز نواز کی تباہ کن باؤلنگ کی بدولت پاکستان یہ مقابلہ ایک اننگز اور 119 رنز سے جیتنے میں کامیاب ہو گیا۔

پھر اکتوبر 1985ء میں سری لنکا کے خلاف فیصل آباد ٹیسٹ کے دوران جاوید میانداد اور قاسم عمر نے ڈبل سنچریاں بنائیں لیکن اس مرتبہ میچ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوا۔ قاسم عمر 206 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے جبکہ جاوید میانداد 203 پر ناقابل شکست رہے تھے۔ دونوں نے تیسری وکٹ پر زبردست 397 رنز کی شراکت داری قائم کی تھی۔ آخری مرتبہ پاکستانی بلے بازوں نے اپنی مہارت کا یہ بے مثال مظاہرہ مارچ 1999ء میں ڈھاکہ میں ایشین ٹیسٹ چیمپئن شپ کے فائنل میں سری لنکا ہی کے خلاف دکھایا تھا اور بالآخر مقابلہ بھی جیت لیا تھا۔ سری لنکا کو پہلی اننگز میں 231 رنز پر آؤٹ کرنے کے بعد اعجاز احمد اور انضمام الحق کی ڈبل سنچریوں نے پاکستان کے اسکور کو 594 رنز تک پہنچا دیا۔ اعجاز احمد نے 372 گیندوں پر 23 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 211 رنز بنائے اور آؤٹ ہو گئے جبکہ انضمام الحق 397 گیندوں پر 23 چوکوں اور 2 چھکوں کی مدد سے 200 رنز بنا کر ناقابل شکست رہے۔ پاکستان نے سری لنکا کو دوسری اننگز میں محض 188 پر ڈھیر کر کے فائنل ایک اننگز اور 175 رنز سے جیتا اور ایشین ٹیسٹ چیمپئن شپ اپنے نام کی۔ پاکستان کے مقابلے میں بھارت، جسے ہمیشہ 'بیٹنگ پاور ہاؤس' مانا جاتا ہے، کے کھلاڑی حیران کن طور پر صرف ایک مرتبہ یہ کارنامہ انجام دے پائے ہیں اور وہ بھی ماضی قریب ہی میں۔ نومبر 2008ء میں بھارت نے دہلی کے تاریخی فیروز شاہ کوٹلہ اسٹیڈیم میں آسٹریلیا کے خلاف گوتم گمبھیر اور وی وی ایس لکشمن کی ڈبل سنچریوں کی بدولت 613 رنز کا مجموعہ اکٹھا کیا تھا لیکن آسٹریلیا تمام بلے بازوں کی مجموعی ذمہ دارانہ اننگز کی بدولت جواب میں 577 رنز جڑ ڈالے اور مقابلہ بے نتیجہ ہی ختم ہوا۔

ایک ہی اننگز میں دو بلے بازوں کی ڈبل سنچری

ملک	بلے باز1	رنز	بلے باز2	رنز	مجموعی اسکور	بمقابلہ	بمقام	تاریخ
آسٹریلیا	بل پونسفرڈ	266	ڈان بریڈمین	244	701	انگلستان	اوول، لندن	اگست 1934ء
آسٹریلیا	سڈ بارنیس	234	ڈان بریڈمین	234	659	انگلستان	سڈنی، آسٹریلیا	دسمبر 1946ء
ویسٹ انڈیز	سر کونراڈ ہنٹ	260	گیری سوبرز	365	790	پاکستان	کنگسٹن، جمیکا	فروری 1958ء
آسٹریلیا	بل لاری	210	باب سمپسن	201	650	ویسٹ انڈیز	برج ٹاؤن، بارباڈوس	مئی 1965ء
پاکستان	مدثر نذر	231	جاوید میانداد	280*	581	بھارت	حیدرآباد، پاکستان	جنوری 1983ء
انگلستان	گریم فاؤلر	201	مائیک گیٹنگ	207	652	بھارت	چنئی، بھارت	جنوری 1985ء
پاکستان	قاسم عمر	206	جاوید میانداد	203*	555	سری لنکا	فیصل آباد، پاکستان	اکتوبر 1985ء
سری لنکا	سنتھ جے سوریا	340	روشن مہانامہ	225	952	بھارت	کولمبو، سری لنکا	اگست 1997ء
پاکستان	اعجاز احمد	211	انضمام الحق	200*	594	سری لنکا	ڈھاکہ، بنگلہ دیش	مارچ 1999ء
سری لنکا	ماروان اتاپتو	249	کمار سنگاکارا	270	713	زمبابوے	بلاوایو، زمبابوے	مئی 2004ء
ویسٹ انڈیز	ویول ہائنڈز	213	شیونرائن چندرپال	203*	543	جنوبی افریقہ	جارج ٹاؤن، گیانا	مارچ 2005ء
سری لنکا	کمار سنگاکارا	287	مہیلا جے وردھنے	374	756	جنوبی افریقہ	کولمبو، سری لنکا	جولائی 2006ء
جنوبی افریقہ	نیل میک کینزی	226	گریم اسمتھ	232	583	بنگلہ دیش	چٹاگانگ، بنگلہ دیش	فروری 2008ء
بھارت	گوتم گمبھیر	206	وی وی ایس لکشمن	200*	613	آسٹریلیا	دہلی، بھارت	اکتوبر 2008ء
سری لنکا	مہیلا جیاوردنے	240	تھیلان سماراویرا	231	644	پاکستان	کراچی، پاکستان	فروری 2009ء
آسٹریلیا	رکی پونٹنگ	221	مائیکل کلارک	210	604	بھارت	ایڈیلیڈ، آسٹریلیا	جنوری 2012ء

انگلستان کی تاریخ کے کم ترین مجموعے

پاکستان اور انگلستان کے درمیان ابوظہبی میں کھیلا گیا میچ امر ہو چکا، پاکستان نے سنسنی خیز معرکہ آرائی کے بعد مقابلہ 72 رنز کے مارجن سے جیت لیا اور توقعات کے بالکل برعکس اولین دونوں مقابلوں میں ہی سیریز اپنے نام کر لی۔ میچ کی سب سے عمدہ بات دوسری اننگز میں پاکستانی اسپنرز کی زبردست گیند بازی رہی جنہوں نے عالمی نمبر ایک انگلستان کو محض 72 رنز پر ڈھیر کر دیا۔ یہ انگلستان کا پاکستان کے خلاف تاریخ کا کمترین اسکور تھا۔ اس سے قبل انگلستان کا پاکستان کے خلاف کم ترین اسکور 1954ء میں اوول میں کھیلے گئے تاریخی ٹیسٹ میں تھا، جب انگلستان محض 130 رنز پر آل آؤٹ ہو گیا تھا، جب فضل محمود کی شاندار باؤلنگ کی بدولت پاکستان نے انگلش سرزمین پر پہلی فتح سمیٹی تھی۔ یہ فتح چونکہ اولین تھی، اس لیے یادگار تو تھی ہی لیکن اس کے نتیجے میں پاکستان نے انگلش سرزمین پر پہلے دورے ہی میں سیریز برابر کر کے دنیا کو پیغام دیا کہ دنیائے کرکٹ کے نقشے پر اک نئی طاقت ابھرنے والی ہے۔ اوول ٹیسٹ بھی ابوظہبی ٹیسٹ کی طرح انتہائی سنسنی خیز مرحلے کے بعد ختم ہوا تھا جب انگلستان کو فتح کے لیے محض 168 رنز کی ضرورت تھی اور اس میں بھی باؤلرز خصوصاً فضل محمود نے یادگار کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا۔ فضل نے میچ میں مجموعی طور پر 99 رنز دے کر 12 وکٹیں حاصل کیں اور میچ کے بہترین کھلاڑی قرار پائے۔

علاوہ ازیں نومبر 1987ء میں لاہور کے قذافی اسٹیڈیم میں بھی انگلش سائیڈ 130 کے مجموعے پر ڈھیر ہو گئی تھی۔ جی ہاں! یہ اسی سیریز کا پہلا معرکہ تھا جس کے دوسرے معرکے میں انگلش کپتان مائیک گیٹنگ اور امپائر شکور رانا کے درمیان وہ واقعہ پیش آیا تھا جس نے دنیائے کرکٹ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ خود لاہور ٹیسٹ میں اچھی خاصی بدمزگی پیدا ہو گئی تھی کیونکہ انگلش کھلاڑیوں کا اصرار تھا کہ مقامی امپائروں نے انگلستان کے خلاف بہت سارے فیصلے دیے ہیں اور یہ تک الزام دھرا کہ انہیں حکومت پاکستان کی جانب سے ہدایت کی گئی ہے کہ وہ پاکستانی کھلاڑیوں کی مدد کریں۔ گو کہ امپائرنگ کا معیار بہت ناقص تھا، لیکن اس طرح کے الزامات لگانا مضحکہ خیز امر تھا۔ اس کے بعد جو تھوڑی بہت کسر رہ گئی تھی وہ فیصل آباد میں کھیلے جانے والے دوسرے ٹیسٹ میں پوری ہو گئی جہاں انگلش کپتان اور امپائر کے درمیان تلخ کلامی اتنی بڑھی کہ امپائر نے معافی مانگنے تک کھیل دوبارہ شروع نہ کرنے کا اعلان کر دیا اور یوں میچ کا پورا ایک روز اسی ہنگامے کی نذر ہو گیا۔ یہاں سے پاک۔انگلستان تنازعات کے اس طویل سلسلے کا آغاز ہوا جس کو معراج 2010ء میں اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل میں حاصل ہوئی۔ بہر حال، تو ذکر ہو رہا تھا پاکستان کے خلاف انگلستان کے کم ترین اسکورز کا۔ مذکورہ بالا دونوں اسکورز کے علاوہ پاکستان نے متحدہ عرب امارات میں جاری حالیہ سیریز کے پہلے ٹیسٹ میں بھی انگلستان کو 160 رنز پر ڈھیر کیا تھا اور پہلا مقابلہ باآسانی 10 وکٹوں سے جیت کر سیریز میں برتری حاصل کی جسے ابوظہبی میں سنسنی خیز فتح نے ایک یادگار جیت میں بدل دیا۔ اگر مجموعی طور پر جائزہ لیا جائے تو انگلستان نے کم ترین اسکور کا ریکارڈ جنوری 1887ء میں سڈنی میں آسٹریلیا کے خلاف بنایا تھا جب اس کی ٹیم محض 45 رنز پر آل آؤٹ ہو گئی تھی۔ حیران کن امر یہ ہے کہ اس کے باوجود انگلستان یہ مقابلہ 13 رنز سے جیتنے میں کامیاب ہوا تھا۔ ویسے حسن اتفاق دیکھیے کہ 125 سال قبل جس روز انگلستان 45 رنز پر ڈھیر ہوا تھا وہ بھی 28 جنوری ہی کی تاریخ تھی۔ اس کے علاوہ انگلستان کے دیگر کم ترین اسکورز میں مارچ 1994ء کے پورٹ آف اسپین ٹیسٹ میں ویسٹ انڈیز کے خلاف 46 رنز پر ڈھیر ہو جانا اور فروری 2009ء میں اسی ویسٹ انڈیز کے خلاف کنگسٹن، جمیکا میں 51 رنز کی بدترین کارکردگی بھی شامل ہیں۔ اول الذکر کے علاوہ انگلستان کو دونوں مقابلوں میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

ابوظہبی میں انگلستان کی شکست تاریخ میں چوتھا موقع ہے جب انگلستان 150 سے کم رنز کے ہدف کو عبور نہ کر پایا ہو۔ ایک مقابلہ ماضی قریب کا ہے اور بقیہ تمام مقابلوں کو 100 سے زائد سال گزر چکے ہیں۔ انگلستان آخری مرتبہ فروری 1978ء میں ایک کم ہدف کو حاصل نہ کر پایا تھا جب باب ولس کی تباہ کن گیند بازی کے باعث انگلستان کو چوتھی اننگز میں صرف 137 رنز کا ہدف ملا اور رچرڈ ہیڈلی اور رچرڈ کولنج کے سامنے پوری انگلش ٹیم محض 64 رنز پر ڈھیر ہو گئی تھی۔ ابوظہبی میں بھی ایسا لگتا تھا کہ 'ویلنگٹن کا بھوت' ایک مرتبہ پھر زندہ ہو گیا ہے۔

قارئین کی دلچسپی کے لیے ہم انگلستان کے ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ کے کم ترین مجموعوں کی فہرست پیش کر رہے ہیں، امید ہے معلومات میں اضافے کا باعث بنے گی:

	مجموعی اسکور	بمقابلہ	نتیجہ	بمقام	بتاریخ
انگلستان	45	آسٹریلیا	فتح	سڈنی	1887ء، جنوری
انگلستان	46	ویسٹ انڈیز	شکست	پورٹ آف اسپین	1994ء، مارچ
انگلستان	51	ویسٹ انڈیز	شکست	کنگسٹن	2009ء، فروری
انگلستان	52	آسٹریلیا	شکست	اوول، لندن	1948ء، اگست
انگلستان	53	آسٹریلیا	شکست	لارڈز	1888ء، جولائی
انگلستان	61	آسٹریلیا	شکست	ملبورن	1902ء، جنوری
انگلستان	61	آسٹریلیا	شکست	ملبورن	1904ء، مارچ
انگلستان	62	آسٹریلیا	شکست	لارڈز	1888ء، جولائی
انگلستان	64	نیوزی لینڈ	شکست	ویلنگٹن	1978ء، فروری
انگلستان	65	آسٹریلیا	شکست	سڈنی	1895ء، فروری

سعید اجمل کم ترین ٹیسٹ مقابلوں میں 100 وکٹیں لینے والے پاکستانی باؤلر

پاکستان کے مایہ ناز اسپنر سعید اجمل نے گو کہ اپنے بین الاقوامی کیریئر کا آغاز تاخیر سے کیا لیکن انہوں نے خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے پر خود کو دنیا بھر میں منوا لیا ہے۔ وہ اس وقت ایک روزہ کرکٹ میں دنیا کے سرفہرست باؤلر ہیں جبکہ ٹیسٹ کی عالمی درجہ بندی میں بھی وہ دوسرے نمبر پر موجود ہیں۔ اب ایک اور اعزاز انہوں نے اپنے نام کر لیا ہے یعنی وہ سب سے کم ٹیسٹ مقابلوں میں 100 وکٹیں حاصل کرنے والے سرفہرست پاکستانی گیند باز بن چکے ہیں۔ ابوظہبی میں انگلستان کے خلاف کھیلے گئے دوسرے ٹیسٹ میں انہوں نے 7 وکٹیں حاصل کر کے نہ صرف اپنی 100 ٹیسٹ وکٹیں مکمل کیں بلکہ سب سے کم یعنی 19 مقابلوں میں یہ سنگ میل حاصل کرنے والے پہلے پاکستانی گیند باز بن گئے ہیں۔ انہوں نے ابوظہبی ٹیسٹ کی دوسری اننگز میں میٹ پرائیر کو اسد شفیق کے ہاتھوں کیچ آؤٹ کرا کے اپنی 100 ویں وکٹ حاصل کی۔ سعید سے قبل یہ اعزاز سوئنگ ماسٹر وقار یونس کے پاس تھا جنہوں نے 20 مقابلوں میں 100 وکٹیں سمیٹی تھیں۔ وقار یونس نے 15 نومبر 1989ء کو اپنے ٹیسٹ کیریئر کا آغاز کیا اور 2 جنوری 1993ء کو ہملٹن میں نیوزی لینڈ کے خلاف واحد ٹیسٹ میں 9 وکٹیں سمیٹ کر اپنی 100 وکٹیں مکمل کیں اور پاکستان کی جانب سے تیز ترین 100 وکٹیں حاصل کرنے والے گیند باز بنے۔ وقار یونس کے علاوہ پاکستان کے زیر عتاب تیز گیند باز محمد آصف نے بھی 20 ٹیسٹ مقابلوں میں یہ اعزاز اپنے نام کیا تھا۔ 2 جنوری 2005ء کو اپنے کیریئر کا آغاز کرنے والے محمد آصف نے اسی بدقسمت سیریز میں اپنی 100 وکٹیں مکمل کی تھیں جس کے آخری مقابلے میں وہ اسپاٹ فکسنگ الزام میں دھر لیے گئے اور پہلے بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی جانب سے 8 سالہ پابندی کا نشانہ بنے اور پھر برطانیہ کی عدالت کی جانب سے ایک سال قید کی سزا بھگت رہے ہیں۔ آصف نے انگلستان کے خلاف جولائی 2010ء میں ناٹنگھم میں ہونے والے ٹیسٹ میں اپنی 100 ویں وکٹ حاصل کی تھی۔ ان دونوں کے علاوہ پاکستان کے پہلے اسٹار باؤلر فضل محمود نے اپنی پہلی 100 وکٹیں حاصل کرنے کے لیے 22 میچ، ثقلین مشتاق اور دانش کنیریا نے 23، 23، عمران خان اور مشتاق احمد نے 26، 26 جبکہ شعیب اختر اور عمر گل نے 27 ٹیسٹ مقابلے کھیلے۔ سعید اجمل کا یہ کارنامہ کتنا بڑا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگا لیں کہ 'دوسرا' کے موجد ثقلین مشتاق اور تاریخ کے عظیم ترین اسپنرز میں شمار ہونے والے شین وارن نے بھی یہ سنگ میل عبور کرنے کے لیے 23 مقابلوں کا سہارا لیا تھا۔ سب سے کم ٹیسٹ مقابلوں میں 100 وکٹیں حاصل کرنے کا ریکارڈ جنوبی افریقہ کے جارج لومین کے پاس ہے۔ 1886ء سے 1896ء تک انگلستان کی نمائندگی کرنے والے اس تیز گیند باز نے صرف 16 ٹیسٹ مقابلوں میں اپنی اولین 100 وکٹیں مکمل کیں۔ دوسرے نمبر پر آسٹریلیا کے چارلی ٹرنر، انگلستان کے سڈنی بارنیس اور ان کے ہم وطن کلیری گریمٹ ہیں جنہوں نے 100 وکٹیں حاصل کرنے کے لیے 17، 17 مقابلے کھیلے۔ لیکن یہ تینوں کھلاڑی بہت پرانے ہیں۔ ٹرنر کا کیریئر 1887ء سے 1895ء تک، سڈنی بارنیس کا 1901ء سے 1914ء تک جبکہ کلیری گریمٹ کا 1925ء سے 1936ء تک جاری رہا۔ ماضی قریب میں صرف ویسٹ انڈیز کے اینڈی رابرٹس اور انگلستان کے این بوتھم ایسے کھلاڑی ہیں جنہوں نے سعید اجمل کی طرح 19، 19 مقابلوں میں اپنی وکٹوں کو تعداد کو تہرے ہندسے میں پہنچایا۔ 34 سالہ سعید اجمل کا کیریئر مزید کتنا چلے گا؟ اس بارے میں تو کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا لیکن یہ بات تو طے ہے کہ ان کا نام پاکستان کی تاریخ کے بہترین اسپنرز میں شمار کیا جائے گا۔

اننگز میں بذریعہ ایل بی ڈبلیو سب سے زیادہ وکٹیں

پاکستان کے سعید اجمل نے انگلستان کے خلاف اہم ٹیسٹ سیریز کے پہلے ہی روز تباہ کن گیند بازی کرتے ہوئے محض 55 رنز دے کر 7 وکٹیں حاصل کیں، جو ان کے مختصر ٹیسٹ کیریئر کی بہترین باؤلنگ ہے۔ سعید نے

انگلستان کی اہم ترین وکٹیں حاصل کیں جن میں کپتان اینڈریو اسٹراس، کیون پیٹرسن، این بیل، ایون مورگن، اسٹورٹ براڈ، کرس ٹریملٹ اور جیمز اینڈرسن شامل تھے۔ سعید اجمل کی 7 میں سے 5 وکٹیں ایسی تھیں جو انہوں نے بذریعہ ایل بی ڈبلیو حاصل کیں، جو بذات خود ایک ریکارڈ ہے لیکن انوکھا ریکارڈ نہیں ہے۔ سعید اجمل سے قبل پانچ گیند باز ایک اننگز میں حریف ٹیم کے 5 بلے بازوں کو ایل بی ڈبلیو کر چکے ہیں جن میں آسٹریلیا کے ٹیری ایلڈرمین نے جنوری 1990ء میں پاکستان کے خلاف ملبورن ٹیسٹ میں، ویسٹ انڈیز کے کرٹلی ایمبروز نے اپریل 1990ء میں انگلستان کے خلاف برج ٹاؤن ٹیسٹ میں، پاکستان کے محمد زاہد نے نومبر 1996ء میں راولپنڈی ٹیسٹ میں، انگلستان کے رچرڈ جانسن نے جون 2003ء میں زمبابوے کے خلاف چیسٹر لی اسٹریٹ ٹیسٹ میں اور انگلستان کے مونٹی پنیسر نے مئی 2007ء میں ویسٹ انڈیز کے خلاف لارڈز ٹیسٹ میں اننگز میں 5 کھلاڑیوں کو ایل بی ڈبلیو کیا۔ 18 ٹیسٹ مقابلوں میں یہ پانچواں موقع ہے جب سعید اجمل نے 5 یا اس سے زائد وکٹیں حاصل کی ہوں جبکہ انگلستان کے خلاف چار ٹیسٹ مقابلوں میں ان کی وکٹوں کی تعداد 19 ہو چکی ہے۔ میچ سے قبل ہی سعید اجمل کو انگلستان کی مضبوط بیٹنگ لائن اپ کے خلاف پاکستان کا اہم ترین مہرہ قرار دیا جا رہا تھا اور انہوں نے سیریز کے پہلے ہی دن اپنی اہمیت کو ثابت کر دکھایا۔ محض 192 پر انگلستان کو ٹھکانے لگانے کے بعد پاکستان نے پہلے روز کے اختتام پر بغیر کسی نقصان کے 42 رنز بنا لیے تھے اب دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان اپنی "کمزور کڑی" یعنی بیٹنگ کے ذریعے عالمی نمبر ایک ٹیسٹ ٹیم کو کیا جواب دیتا ہے اور سعید اجمل میچ کی دوسری اننگز میں کیا کارنامہ انجام دیتے ہیں، جب ممکنہ طور پر وکٹ اسپنرز کے لیے زیادہ مددگار ثابت ہو گی۔

عبدالرحمٰن بھی ٹاپ ٹین میں شامل

عرب امارات کے صحراؤں میں انگلستان کے خلاف شاندار فتح پاکستان کی اسپن جوڑی کو دنیا کے 10 بہترین گیند بازوں کی فہرست میں لے آئی ہے۔ سعید اجمل جو پہلے ٹیسٹ کے بہترین گیند بازوں کی درجہ بندی میں تیسرے نمبر پر تھے، ابوظہبی ٹیسٹ میں 7 وکٹیں حاصل کرنے کے بعد دوسرے نمبر پر آ گئے ہیں اور اب ان کے آگے صرف جنوبی افریقہ کے ڈیل اسٹین ہیں جبکہ اپنے کیریئر کی بہترین اور یادگار ترین کارکردگی دکھانے والے عبدالرحمٰن پہلی بار 9 ویں نمبر پر آئے ہیں۔ یہ 1988ء کے بعد پہلا موقع ہے کہ پاکستان کے دو اسپنرز عالمی درجہ بندی میں سرفہرست 10 گیند بازوں میں آئے ہوں۔ آخری مرتبہ عظیم اسپن گیند باز عبدالقادر اور ان کے ساتھی اقبال قاسم اس اعزاز کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ ستمبر 1988ء میں عبدالقادر عالمی درجہ بندی میں 5 ویں اور اقبال قاسم 10 ویں نمبر پر تھے۔

ابوظہبی میں پاکستان اور انگلستان کے درمیان یادگار ٹیسٹ مقابلے کے اختتام پر تازہ ترکی جانے والی عالمی درجہ بندی میں سعید اجمل 812 پوائنٹس کے ساتھ دوسرے نمبر پر ہیں جبکہ جنوبی افریقہ کے تیز گیند باز ڈیل اسٹین 896 پوائنٹس کے ساتھ سرفہرست پوزیشن پر موجود ہیں۔ سعید سیریز کے ابتدائی دونوں میچز میں 17 وکٹیں حاصل کر چکے ہیں جبکہ ابوظہبی میں انہوں نے اپنے کیریئر کی 100 وکٹیں بھی مکمل کیں اور یوں سب سے کم ٹیسٹ مقابلوں میں وکٹوں کی سنچری مکمل کرنے کے قومی ریکارڈ کو توڑ دیا ہے۔ دوسری جانب سیریز میں بری کارکردگی انگلستان کے جمی اینڈرسن کے لیے دوسری پوزیشن سے محرومی کا باعث بنی ہے جو تنزلی کے بعد اب تیسری پوزیشن پر آ گئے ہیں۔ ٹاپ 10 میں تازہ اضافہ میچ کے ہیرو عبدالرحمٰن کا ہے جنہوں نے آخری روز محض 25 رنز دے کر دنیا کی بہترین بیٹنگ لائن اپ کے 6 کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔ عبدالرحمٰن نے 710 پوائنٹس کے ساتھ اب نویں نمبر پر آ گئے ہیں۔ واضح رہے کہ پاکستان کے دو اسپنر سعید اجمل اور محمد حفیظ اس وقت ایک روزہ کرکٹ کے باؤلرز کی درجہ بندی میں سرفہرست دونوں پوزیشنوں پر بھی قابض ہیں جبکہ شاہد آفریدی بھی چند روز قبل سرفہرست 10 میں شامل تھے۔ یوں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ یہ پاکستان میں اسپن گیند بازی کا دور عروج ہے۔

دوسری جانب اگر بلے بازوں کو دیکھا جائے تو یونس خان ابوظہبی میں ناقص کارکردگی کے بعد 10 ویں نمبر پر چلے گئے ہیں لیکن مصباح کی پہلی اننگز کی 84 رنز کی ذمہ دارانہ اننگز انہیں سرفہرست 10 بلے بازوں میں لے آئی ہے۔ وہ 771 پوائنٹس کے ساتھ آٹھویں نمبر پر آ گئے ہیں۔ یہ بھی طویل عرصے کے بعد پہلا موقع ہے کہ پاکستان کے دو بلے باز بیک وقت عالمی درجہ بندی کے سرفہرست بلے بازوں میں شامل ہوں۔ بھارت کے خلاف سیریز میں کیریئر کی یادگار ترین کارکردگی آسٹریلیا کے کپتان مائیکل کلارک کو بلے بازوں میں تیسرے نمبر پر لے آئی ہے۔ کلارک نے سیریز کے دوران ایک ٹرپل اور ایک ڈبل سنچری کی مدد سے 125 کے زبردست اوسط کے ساتھ 629 رنز بنائے۔ عالمی درجہ بندی میں ٹیموں کی سطح پر بھی کچھ تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ کیونکہ ٹیسٹ ٹیموں کی درجہ بندی سیریز کے اختتام پر اپ ڈیٹ کی جاتی ہے اس لیے بھارت آسٹریلیا سیریز کے خاتمے کے ساتھ ہی نئی درجہ بندی منظر عام پر آ گئی ہے جس کے مطابق بھارت کلین سوئپ کے باعث اپنی دوسری پوزیشن سے بھی محروم ہو چکا ہے اور اب تیسرے نمبر پر آ چکا ہے جبکہ آسٹریلیا بہترین کارکردگی کے ساتھ محض چند ریٹنگ پوائنٹس کے باعث بھارت سے پیچھے ہے۔ درجہ بندی میں اس وقت انگلستان بدستور نمبر ایک پوزیشن پر موجود ہے لیکن اگر پاکستان اسے کلین سوئپ سے دوچار کرتا ہے تو دوسرے نمبر پر موجود جنوبی افریقہ کے لیے اچھا موقع ہو گا کہ وہ آنے والی سیریز میں نیوزی لینڈ کو تمام مقابلے ہرا کر انگلستان کو ٹاپ پوزیشن سے محروم کر دے۔ پھر بھی فی الوقت تو کلین سوئپ بھی انگلستان کو سرفہرست پوزیشن سے نہیں ہٹا سکتا، جب تک کہ جنوبی افریقہ-نیوزی لینڈ سیریز کا نتیجہ نہیں آ جاتا۔ بھارت کی آسٹریلیا کے ہاتھوں بدترین شکست کے باعث چوتھے اور پانچویں نمبر پر موجود آسٹریلیا اور پاکستان کے درمیان پوائنٹس کا فاصلہ بہت زیادہ ہو گیا ہے اس لیے پاکستان فی الوقت پانچویں پوزیشن پر ہی موجود رہے گا۔ تاہم انگلستان کے خلاف سیریز سے ملنے والے قیمتی پوائنٹس اسے مستقبل میں ضرور کام آئیں گے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان اگلے ٹیسٹ میں کیسی کارکردگی دکھاتا ہے اور کم از کم انفرادی سطح پر اس کے کھلاڑی اپنی درجہ بندیوں میں کتنا اضافہ کر پاتے ہیں؟

ٹیسٹ مقابلوں کی درجہ بندی

ٹیموں کی عالمی درجہ بندی

شمار	ملک	میچز	پوائنٹس	ریٹنگ
1	انگلستان	37	4634	125
2	جنوبی افریقہ	28	3277	117
3	بھارت	46	5111	111
4	آسٹریلیا	42	4655	111
5	پاکستان	31	3081	99
6	سری لنکا	35	3426	98
7	ویسٹ انڈیز	30	2654	88
8	نیوزی لینڈ	24	1998	83
9	بنگلہ دیش	18	135	8

بلے بازوں کی عالمی درجہ بندی

شمار	کھلاڑی	ریٹنگ	ملک
1	کمار سنگاکارا	850	سری لنکا
2	جیک کیلس	846	جنوبی افریقہ
3	مائیکل کلارک	821	آسٹریلیا
4	ابراہم ڈی ویلیئرز	815	جنوبی افریقہ
5	ایلسٹر کک	795	انگلستان
6	جوناتھن ٹراٹ	780	انگلستان
7	تھیلان سماراویرا	775	سری لنکا
8	مصباح الحق	771	پاکستان
9	شیونرائن چندرپال	766	ویسٹ انڈیز
10	یونس خان	762	پاکستان

بالرز کی عالمی درجہ بندی

شمار	کھلاڑی	ریٹنگ	ملک
1	ڈیل اسٹین	896	جنوبی افریقہ
2	سعید اجمل	812	پاکستان
3	جیمز اینڈرسن	787	انگلستان
4	پیٹر سڈل	768	آسٹریلیا
5	اسٹورٹ براڈ	760	انگلستان
6	گریم سوان	750	انگلستان

7	میتھیو ہیڈن	726	آسٹریلیا
8	مورنے مورکل	715	جنوبی افریقہ
9	عبدالرحمٰن	710	پاکستان
10	ظہیر خان	697	بھارت

سب سے زیادہ اننگ کھیلنے والی اوپننگ جوڑیاں

ایلسٹر کک اور اینڈریو اسٹراس جب پاکستان کے خلاف دوسرے ٹیسٹ میں انگلستان کی پہلی اننگز کھیلنے کے لیے ابوظہبی کے خوبصورت میدان میں اترے تو یہ 100 واں موقع تھا جب دونوں کھلاڑیوں نے ایک ساتھ اپنی ٹیم کی جانب سے اوپننگ کی۔ یوں یہ کرکٹ کی تاریخ کی چوتھی اور انگلستان کی واحد جوڑی بن گئی ہے جسے 100 یا اس سے زائد اننگز میں ایک ساتھ اوپننگ کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ ایلسٹر کک اور اینڈریو اسٹراس، انگلستان کی جانب سے سب سے زیادہ مرتبہ اوپن کرنے والی جوڑی تاہم یہ دونوں کھلاڑی اس موقع کو یادگار نہ بنا پائے اور دونوں کی شراکت داری کا خاتمہ محض 27 رنز پر ہی ہوگیا کیونکہ کپتان اینڈریو اسٹراس محمد حفیظ کی گیند پر اسد شفیق کو کیچ دے بیٹھے۔ ویسے سب سے زیادہ مرتبہ اننگز کا آغاز کرنے کا ریکارڈ ویسٹ انڈیز کی شہرہ آفاق گورڈن گرینج اور ڈیسمنڈ ہینز کی جوڑی کے پاس ہے، جنہوں نے ٹیسٹ کیریئر میں 148 مرتبہ اپنی ٹیم کی جانب سے بلے بازی کا آغاز کیا۔ سری لنکا کے مارون

اتاپتو اور سنتھ جے سوریا کو 118 اور آسٹریلیا کے جسٹن لینگر اور میتھیو ہیڈن کو 113 مرتبہ اوپنر کی حیثیت سے ایک ساتھ اننگز شروع کرنے کا موقع ملا ہے۔ مارچ 1977ء میں جنوبی افریقہ میں پیدا ہونے والے اینڈریو اسٹراس نے مئی 2004ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف لارڈز کے تاریخی میدان میں اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ 2005ء کی تاریخی ایشیز سیریز میں 2 سنچریاں جڑ کر انہیں نے عالمی شہرت سمیٹی اور 2006ء کی ایشیز سیریز میں ٹیم کے قائد قرار پائے۔

ان کا سب سے بڑا کارنامہ 2010ء میں آسٹریلیا کو اسی کی سرزمین پر ہرا کر ایشیز جیتنا اور بعدازاں اُس وقت کے عالمی نمبر ایک بھارت کو کلین سوئپ کر کے انگلستان کو عالمی درجہ بندی میں سرفہرست ٹیم بنانا ہے۔ دوسری جانب 27 سالہ ایلسٹر کک ہیں، جنہوں نے مارچ 2006ء میں دورہ بھارت میں اپنے ٹیسٹ کیریئر کا آغاز کیا اور بعدازاں انگلش بلے بازی کی لائن اپ میں اہم حیثیت اختیار کر گئے۔ کک کے کیریئر کا عروج 2010ء کی ایشیز سیریز میں شاندار کارکردگی تھی جس کی بدولت انگلستان نے 24 سال بعد آسٹریلوی سرزمین پر ایشیز جیتی۔ یہ اس وقت انگلستان کے ایک روزہ دستے کے قائد بھی ہیں اور کہا جارہا ہے کہ 34 سالہ اسٹراس کے کرکٹ سے رخصت ہوجانے کے بعد وہ انگلستان کے نئے ٹیسٹ کپتان ہوں گے۔

رکی پونٹنگ کے 13 ہزار ٹیسٹ رنز مکمل

آسٹریلیا کے سابق کپتان رکی پونٹنگ ٹیسٹ کرکٹ کیریئر کے 13 ہزار رنز مکمل کر لیے۔ یوں وہ تاریخ کے تیسرے بلے باز بن گئے ہیں جنہوں نے 13 ہزار کا سنگ میل عبور کیا ہو۔ ایڈیلیڈ میں بھارت کے خلاف چوتھے ٹیسٹ کے پہلے روز انہوں نے ناقابل شکست سنچری اننگز کے دوران یہ کارنامہ انجام دیا۔ چائے کے وقفے سے قبل انہوں نے بھارتی اسپنر روی چندر آشون کی ایک گیند پر ایک رن لیا اور 13 ہزار کیریئر رنز کو جالیا۔ 37 سالہ رکی پونٹنگ نے 1995ء میں واکا، پرتھ میں سری لنکا کے خلاف اپنے ٹیسٹ کیریئر کا آغاز کیا تھا اور ایڈیلیڈ میں اپنی 275 ویں اننگز کے دوران 41 ویں سنچری بنائی اور پہلے روز کے کھیل کے اختتام پر 137 رنز پر ناٹ آؤٹ تھے۔ رکی پونٹنگ کے بعد سب سے زیادہ رنز بنانے والے آسٹریلوی کھلاڑی ایلن بارڈر ہیں جنہوں نے 156 ٹیسٹ مقابلوں میں 11 ہزار 174 رنز بنائے تھے جبکہ ایک اور سابق کپتان اسٹیو واہ نے کیریئر میں 10 ہزار 927 رنز بنائے تھے۔ رکی پونٹنگ سے قبل 13 ہزار رنز مکمل کرنے کا اعزاز صرف دو بلے بازوں کو ملا ہے جن میں ایک بھارت کے سچن ٹنڈولکر ہیں۔ جبکہ دوسرے نمبر پر ان کے ہم وطن راہول ڈریوڈ ہیں۔

ٹیسٹ کیریئر میں سب سے زیادہ رنز بنانے والے بلے باز

نام	ملک	دورانیہ	مقابلے	اننگز	رنز	بہترین اننگز	اوسط	سنچریاں	نصف سنچریاں
سچن ٹنڈولکر	بھارت	1989ء تا حال	188	311	15470	248*	55.44	51	65
راہول ڈریوڈ	بھارت	1996ء تا حال	164	286	13288	270	52.31	36	63
رکی پونٹنگ	آسٹریلیا	1995ء تا حال	162	276	13200	257	53.44	41	61
جیک کیلس	جنوبی افریقہ	1995ء تا حال	150	254	12260	224	57.02	41	55
برائن لارا	ویسٹ انڈیز	1990ء تا 2006ء	131	232	11953	400*	52.88	34	48
ایلن بارڈر	آسٹریلیا	1978ء تا 1994ء	156	265	11174	205	50.56	27	63
اسٹیو واہ	آسٹریلیا	1985ء تا 2004ء	168	260	10927	200	51.06	32	50
سنیل گواسکر	بھارت	1971ء تا 1987ء	125	214	10122	236*	51.12	34	45
مہیلا جے وردنے	سری لنکا	1997ء تا حال	128	213	10086	374	50.43	29	40
شیونرائن چندرپال	ویسٹ انڈیز	1994ء تا حال	137	234	9709	203*	49.28	24	56
کمار سنگاکارا	سری لنکا	2000ء تا حال	106	179	9347	287	55.97	28	38
گراہم گوچ	انگلستان	1975ء تا 1995ء	118	215	8900	333	42.58	20	46
جاوید میانداد	پاکستان	1976ء تا 1993ء	124	189	8832	280*	52.57	23	43
انضمام الحق	پاکستان	1992ء تا 2007ء	120	200	8830	329	49.60	25	46
وی وی ایس لکشمن	بھارت	1996ء تا حال	134*	223	8728	281	46.17	17	56
میتھیو ہیڈن	آسٹریلیا	1994ء تا 2009ء	103	184	8625	380	50.73	30	29
ویون رچرڈز	ویسٹ انڈیز	1974ء تا 1991ء	121	182	8540	291	50.23	24	45
ایلک اسٹیورٹ	انگلستان	1990ء تا 2003ء	133	235	8463	190	39.54	15	45
ڈیوڈ گاور	انگلستان	1978ء تا 1992ء	117	204	8231	215	44.25	18	39
جیفری بائیکاٹ	انگلستان	1964ء تا 1982ء	108	193	8114	246*	47.72	22	42

پاک انگلینڈ ٹیسٹ سیریز میں قائم ہونے والے نئے ریکارڈز

دبئی ٹیسٹ : پہلی اننگز میں سعید اجمل کی 7/54 ان کے ٹیسٹ کیریئر کی بہترین بالنگ تھی جبکہ 18 ٹیسٹ میچوں میں یہ پانچواں موقع تھا کہ سعید اجمل نے اننگز میں 5 یا زائد وکٹیں حاصل کیں جبکہ اس اننگز کو ملا کر سعید اجمل کی انگلینڈ کے خلاف وکٹوں کی مجموعی تعداد 4 ٹیسٹ میں 19 شکار تک جا پہنچی تھی۔

سعید اجمل نے اس اننگز میں 5 کھلاڑی ایل بی ڈبلیو کئے اور ورلڈ ریکارڈ برابر کیا۔ اس سے قبل میری آلڈر مین (آسٹریلیا بمقابلہ پاکستان) کرٹلے امبروز (ویسٹ انڈیز بمقابلہ انگلینڈ) محمد زاہد (پاکستان بمقابلہ نیوزی لینڈ) رچرڈ جانسن (انگلینڈ بمقابلہ زمبابوے) اور مونٹی پنیسار (انگلینڈ بمقابلہ ویسٹ انڈیز) یہ کارنامہ انجام دے چکے ہیں۔

انگلینڈ کی ابتدائی 5 وکٹیں 43 رنز سے کم مجموعے پر گرنے کا واقعہ 1999ء میں جنوبی افریقہ کے خلاف جوہانسبرگ ٹیسٹ میں گرنے کے بعد پیش آیا۔ انگلینڈ نے مذکورہ ٹیسٹ اننگز اور 21 رنز سے ہارا تھا۔

میٹ پرائر کی 70 رنز کی باری پاکستان کے خلاف 7 ٹیسٹ اننگز میں تیسری ففٹی پلس اننگز تھی۔

پاکستان کی جانب سے محمد حفیظ اور توفیق عمر نے 114 رنز کی سنچری شراکت قائم کی تھی یہ ان دونوں کی چھٹی سنچری شراکت تھی جو کہ پاکستان اوپنرز کی جانب سے سب سے زیادہ سنچری شراکت کا ریکارڈ ہے جبکہ 1996 کے بعد انگلینڈ کے خلاف پاکستانی اوپنرز کی پہلی سنچری شراکت تھی۔

یہ چھٹا موقع تھا کہ پاکستان کے دونوں اوپنرز نے انگلینڈ کے خلاف ٹیسٹ میں نصف سنچری اننگز کھیلیں آخری مرتبہ متنازعہ اوول ٹیسٹ میں 2006ء میں پاکستانی اوپنرز نے نصف سنچریاں بنائی تھیں۔

مصباح الحق نے اس ٹیسٹ میں بحیثیت کپتان ایک ہزار رنز کا سنگ میل عبور کیا ان سے قبل عمران خان (2408) انضمام الحق 2397، جاوید میاں داد 2354، سلیم ملک 1047 اور مشتاق محمد 1035 رنز بنا چکے تھے۔ مصباح الحق اس اننگز کے خاتمے تک 1037 رنز بنا چکے تھے۔

مصباح الحق 28 ویں پاکستانی بیٹسمین بنے جنہوں نے اس اننگز میں دو ہزار رنز کا سنگ میل عبور کیا اس اننگز کے اختتام تک ان کے بنائے گئے رنز کی تعداد 2045 ہو چکی تھی۔

سعید اجمل نے نیوٹرل وینیو پر بہترین بالنگ کا ریکارڈ 10/97 اپنے نام کیا اس سے قبل شعیب اختر نے آسٹریلیا کے خلاف کولمبو میں 2002ء میں 72 رنز دیکر آٹھ وکٹیں لی تھیں۔ انگلینڈ کے خلاف یہ دوسرا اسپن بالر تھے جس نے میچ میں دس وکٹیں لیں ان سے قبل عبدالقادر یہ اعزاز حاصل تھا جو کہ 4 مرتبہ یہ اعزاز حاصل کر چکے ہیں۔

عمر گل نے دوسری اننگز میں جوناتھن ٹروٹ کو وکٹوں کے پیچھے کیچ کرا کر ٹیسٹ کرکٹ میں 150 وکٹیں مکمل کیں

49 رنز کی اننگز کھیلنے والے جوناتھن ٹروٹ نے کیریئر کے دو ہزار رنز ٹیسٹ میں مکمل کئے۔

پاکستانی ٹیم کی 10 وکٹوں سے فتح انگلینڈ کے خلاف تیسری فتح تھی اور انگلش سرزمین سے باہر پہلی فتح تھی۔

انگلینڈ کی ٹیم کو 10 ٹیسٹ کے بعد شکست کا داغ سہنا پڑا۔ آخری مرتبہ اسے 2010ء ایشیز سیریز میں پرتھ میں آسٹریلیا نے مات دی تھی۔ اس کے بعد انگلینڈ نے 9 میں سے 7 ٹیسٹ جیتے۔

1988ء کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ انگلش ٹیم نے میچ کی دونوں اننگز میں 100 سے کم مجموعے پر 7 وکٹیں گنوائیں۔

ابوظہبی ٹیسٹ : ابوظہبی ٹیسٹ میں پانچواں موقع تھا جبکہ انگلینڈ کی ٹیم 150 سے کم ہدف کا تعاقب کرتے ہوئے ناکامی سے دوچار ہوئی 1978ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف ویلنگٹن ٹیسٹ میں آخری دفعہ انگلش ٹیم 137 کے ہدف کے تعاقب میں 64 رنز پر ڈھیر ہو کر 72 رنز سے ناکام ہوئی اور حیرت انگیز طور پر ابوظہبی میں بھی 72 رنز سے شکست ہوئی جبکہ اولین موقع اگست 1882ء میں تھا جبکہ انگلش ٹیم 85 رنز کے ہدف کے تعاقب میں آسٹریلیا کے خلاف اوول میں 77 رنز پر ڈھیر ہو کر 7 رنز سے ناکام ہوئی۔ جولائی 1888ء میں کینگروز کے خلاف ہی لارڈز میں 124 رنز کے ہدف کے تعاقب میں 62 رنز پر ڈھیر ہو کر 61 رنز سے شکست ہوئی جولائی 1902ء میں آسٹریلیا کے خلاف مانچسٹر میں 124 رنز کے ہدف کے تعاقب میں انگلش ٹیم 120 رنز بنا سکی تھی۔

یہ دوسرا موقع تھا جب پاکستانی ٹیم 150 رنز سے کم مجموعے کا دفاع کرنے میں کامیاب رہی۔ 1993ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف ہملٹن میں کیوی ٹیم 127 رنز کے ہدف کے تعاقب میں 93 رنز پر ڈھیر ہوئی اور یہاں ٹرڈ بلیوز نے یکساں پانچ پانچ وکٹیں تقسیم کی تھیں۔ ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ میں یہ 18 واں موقع تھا جبکہ کوئی ٹیم 150 رنز سے کم ہدف کے تعاقب میں ناکام رہی اور سات مرتبہ بدنصیب ٹیم آسٹریلیا کی تھیں، انگلینڈ 5 مرتبہ، جنوبی افریقہ دو مرتبہ، پاکستان، بھارت اور زمبابوے ایک ایک مرتبہ اس دوڑ میں شامل رہے۔ پاکستان جنوبی افریقہ کے خلاف اکتوبر 1997ء میں فیصل آباد میں 145 رنز کے ہدف کے تعاقب میں 92 رنز پر ڈھیر ہو کر میچ ہارا تھا۔

پاکستان کے خلاف 72 رنز کا مجموعہ انگلینڈ کا ٹیسٹ کرکٹ میں کم سے کم مجموعہ تھا حیرت انگیز طور پر پاکستان کا کم سے کم مجموعہ بھی 72 رنز ا نگلستان میں 2010ء میں بنا تھا۔ انگلینڈ کا کم سے کم مجموعہ اس سے قبل 130 رنز اوول میں اگست 1954ء میں بنا تھا انگلینڈ کا 72 رنز کا مجموعہ ٹیسٹ کرکٹ میں مجموعی طور پر اس کا 126 واں کم سے کم مجموعہ تھا۔ 28 جنوری 1887ء میں ان کا کم سے کم مجموعہ 45 رنز آسٹریلیا کے خلاف سڈنی میں تا حال قائم ہے۔

میچ میں 40 میں سے 29 کھلاڑی ایل بی ڈبلیو یا بولڈ ہوئے جو کہ ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ کا نیا ریکارڈ تھا۔ اس سے قبل پاکستان اور ویسٹ انڈیز کے درمیان پروویڈنس میں 2011ء میں 26 کھلاڑی بولڈ اور ایل بی ڈبلیو ہونے کا ریکارڈ تھا۔

سعید اجمل نے میٹ پرائر کو اسد شفیق کے ہاتھوں کیچ آؤٹ کرا کر ٹیسٹ کرکٹ میں اپنی 100 وکٹیں مکمل کیں اور پاکستان کی جانب سے سب سے کم ٹیسٹ کھیل کر 100 وکٹیں مکمل کرنے والے بالر بن گئے۔ یہ ان کا 19 واں ٹیسٹ تھا، وقار یونس نے 20 ٹیسٹ میں وکٹوں کی سنچری مکمل کر کے یہ اعزاز حاصل کیا تھا۔

دبئی ٹیسٹ : پاکستانی ٹیم 99 کے اسکور پر آؤٹ ہوئی تو یہ 14 واں موقع تھا کہ گرین شرٹس 100 سے کم کے مجموعے پر ڈھیر ہوئی جبکہ انگلینڈ کے خلاف چھٹا اور 2010ء کے بعد چوتھا موقع تھا۔ شارجہ میں 2002ء میں پاکستانی ٹیم ایک ہی میچ کی دونوں اننگز میں 100 سے کم کے مجموعے پر آؤٹ ہوئی۔ جبکہ 99 پر کسی ٹیم کے آؤٹ ہونے کا یہ ٹیسٹ کرکٹ میں دسواں موقع تھا۔ جنوبی افریقہ 3 مرتبہ 99 کے مجموعے پر آؤٹ ہوئی۔

پہلی اننگز میں پاکستان کی باری کے اختتام پر ایل بی ڈبلیو ہونے والے کھلاڑیوں کی تعداد 35 تک جا پہنچی جو کہ 3 میچوں کی سیریز میں زیادہ سے زیادہ کھلاڑیوں کے ایل بی ڈبلیو ہونے کا ریکارڈ بھی بن گیا۔

پاکستانی ٹیم ٹیسٹ میں 99 پر ڈھیر ہونے کے بعد اس سے قبل 13 ٹیسٹ میں سے 11 میں شکست اور دو کو ڈرا کرا سکی تھی۔

اظہر علی کی 157 رنز کی اننگز پاک انگلینڈ ٹیسٹ مقابلوں میں 16 واں موقع تھا جبکہ کسی بلے باز نے 150 پلس کی باری کھیلی جبکہ یو اے ای میں ٹیسٹ کرکٹ کی چوتھی بڑی اننگز تھی۔ اظہر علی نے 442 گیندوں کا سامنا کیا جو کہ گیندوں کے لحاظ سے انگلینڈ کے خلاف پانچویں بڑی جبکہ مجموعی طور پر 13 ویں بڑی اننگز پاکستان کی جانب سے ٹیسٹ کرکٹ میں تھی۔ یونس خان کو سری لنکا کے خلاف کراچی میں فروری 2009ء میں گیندوں کے لحاظ سے سب سے بڑی اننگز 568 گیندیں کھیلنے کا اعزاز حاصل ہے جہاں انہوں نے 313 رنز اسکور کئے جبکہ انگلینڈ کے خلاف حنیف محمد 556 گیندوں میں 187* ناٹ آؤٹ کی باری لارڈز میں 1967ء میں کھیل کر سرفہرست ہیں۔

پاکستان کی دوسری اننگز میں 365 رنز انگلینڈ کے خلاف دوسری اننگز میں دوسرا بڑا مجموعہ تھے۔

پاکستان نے پانچویں مرتبہ ٹیسٹ سیریز میں کلین سویپ فتح حاصل کی آخری بار 2003ء میں پاکستان نے بنگلہ دیش کو ہرا کر کلین سویپ فتح حاصل کی تھی انگلینڈ کو 2006ء کی ایشیز سیریز کے بعد پہلی مرتبہ کلین سویپ کا سامنا کرنا پڑا۔ مجموعی طور پر انگلینڈ ساتویں مرتبہ وائٹ واش ہوا۔ مصباح الحق کی زیر قیادت پاکستانی ٹیم کا یہ 15 واں ٹیسٹ تھا 9 جیتے اور صرف ایک میں شکست ہوئی پاکستانی ٹیم نے باہمی مقابلوں میں کلین سویپ کا اعزاز حاصل کرنے والی پہلی ٹیم کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ ایک صدی بعد پاکستانی ٹیم 100 سے کم مجموعے پر آؤٹ ہونے کے باوجود فتح حاصل کرنے والی پہلی ٹیم بنی۔ 1907ء میں انگلینڈ پہلی باری میں 76 رنز پر آؤٹ ہونے کے بعد ٹیسٹ جیتا تھا۔

پاکستانی اسپنرز نے 88-1987 کے بعد 3 یا اس سے زائد میچوں کی سیریز میں سب سے زیادہ وکٹیں لینے کا ریکارڈ قائم کیا۔ سعید اجمل 24، عبدالرحمن 19 اور محمد حفیظ 5 نے 48 وکٹیں حاصل کیں اس سے قبل پاکستانی اسپنرز نے 88-1987ء میں 45 وکٹیں لی تھیں۔

عالمی درجہ بندی: پاکستان ترقی کے مواقع سے محروم، سری لنکا کی پرواز جاری

جب پاکستان اور انگلستان کے درمیان ایک روزہ سیریز کا آغاز ہوا تھا تو بیشتر ماہرین کرکٹ ایک روزہ کرکٹ میں پاکستان کی حالیہ شاندار کارکردگی اور انگلستان کی پے در پے شکستوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ توقع کر رہے تھے کہ پاکستان ٹیسٹ کی طرح ایک روزہ کرکٹ میں بھی انگلش شیروں کو زیر کرلے گا لیکن جتنا ٹیسٹ سیریز کا نتیجہ غیر متوقع تھا بالکل اتنا ہی حیرتناک نتیجہ ایک روزہ سیریز کا بھی نکلا جہاں پاکستان کو 0-4 کی بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور نتیجہ ایک روزہ کی عالمی درجہ بندی میں زبردست اتھل پتھل کی صورت میں نکلا ہے۔ ایک جانب جہاں پاکستان کو پے در پے شکستیں ہوئی ہیں وہیں مسلسل رو بہ زوال سری لنکا بھی آسٹریلوی سرزمین پر چند بہترین فتوحات کی بل بوتے پر ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ختم ہونے والی پاک۔انگلستان سیریز اور آسٹریلیا میں جاری سہ فریقی ٹورنامنٹ درجہ بندی میں کس طرح سے اثر انداز ہوئے ہیں اور آگے بھی ان کا کیا اثر پڑے گا۔ اگر پاکستان کا ذکر کریں تو سیریز کے آغاز سے قبل وہ 109 پوائنٹس کے ساتھ پانچویں پوزیشن پر موجود تھا اور اسے سری لنکا کو پچھاڑنے کے لیے محض تین پوائنٹس کی ضرورت تھی۔ جس کے بعد اس کی نظریں دوسری اور تیسری پوزیشن پر موجود بھارت اور جنوبی افریقہ پر ہوتیں کیونکہ پاکستان اور ان ٹیموں کے درمیان فرق صرف 4 پوائنٹس کا رہ جاتا۔ اسی سے اندازہ لگایئے کہ پاکستان کو انگلستان کے خلاف یہ کلین سویپ کتنا مہنگا پڑا ہے۔ اب مسلسل چار میچ ہارنے کے بعد نہ صرف پاکستان اپنی پانچویں پوزیشن سے محروم ہو کر چھٹے پر چلا گیا بلکہ 5 قیمتی ترین پوائنٹس سے بھی محروم ہو گیا ہے یعنی کہ اب پورا سفر از سر نو سے شروع کرنا ہوگا۔ پاکستان جو ممکنہ طور پر انگلستان کو ہرا کر دوسرے نمبر کی ٹیم سے زیادہ سے زیادہ 4 پوائنٹس کی دوری پر ہوتا اب 12 پوائنٹس کے طویل فاصلے پر پڑا ہوا ہے۔ اس کے مقابلے میں انگلستان کو یہ فتح چھٹی پوزیشن سے چوتھے نمبر پر لے آئی ہے اور اس کے پوائنٹس کی تعداد 106 سے بڑھ کر 111 ہو چکی ہے اور یوں وہ ترقی پانے کی عین اسی پوزیشن پر آ چکا ہے جہاں سیریز سے قبل پاکستان موجود تھا اور آنے والے دنوں میں ویسٹ انڈیز، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کے خلاف سیریز اسے عالمی درجہ بندی میں بہترین مقام تک پہنچنے میں ممد و معاون ثابت ہوگی۔ دوسری جانب آسٹریلیا کی سرزمین پر سہ فریقی کامن ویلتھ بینک سیریز جاری ہے جہاں عالمی نمبر ایک آسٹریلیا، نمبر دو بھارت اور اس وقت نمبر 4 سری لنکا بر سر پیکار ہیں۔ مسلسل شکستوں کے گرداب میں پھنسے سری لنکا کے لیے یہ سیریز رحمت ثابت ہو رہی ہے کیونکہ درجہ بندی کی دو سرفہرست ٹیموں کے خلاف فتوحات اس کے پوائنٹس میں زبردست اضافہ کر رہی ہیں۔ کھیلے گئے پانچ مقابلوں میں سے سری لنکا نے 2 جیتے ہیں جبکہ ایک ٹائی قرار پایا تھا اور اسی شاندار کارکردگی کی وجہ سے وہ پوائنٹس ٹیبل میں دوسرے نمبر پر ہے اور آنے والے مقابلوں میں مزید فتوحات بلاشبہ اسے درجہ بندی میں اعلیٰ مقام عطا کریں گی۔ ایسا مقام جو عالمی کپ 2011 کے فائنلسٹ کے شایان شان ہوگا جبکہ مسلسل شکستیں بھارت کی پوزیشن کو مزید کمزور کر رہی ہیں جس کے پوائنٹس کی تعداد اب جنوبی افریقہ کے برابر ہو گئی ہے، جو تیسری پوزیشن پر موجود ہے اور اب ایک بھی شکست یا جنوبی افریقہ کی نیوزی لینڈ کے خلاف آنے والے ایک روزہ میں فتح اسے دوسری پوزیشن سے محروم کر سکتی ہے۔ عالمی درجہ بندی میں پاکستان کا قصہ تو پاک ہو گیا، لیکن بھارت، سری لنکا اور جنوبی افریقہ کے درمیان دوسری پوزیشن کے حصول کی دوڑ ابھی جاری ہے دیکھنا یہ ہے کہ سہ فریقی ٹورنامنٹ اور جنوبی افریقہ۔نیوزی لینڈ سیریز کے اختتام پر یہ اہم ترین پوزیشن کون سی ٹیم سنبھالتی ہے۔

ایک روزہ مقابلوں کی درجہ بندی

ٹیموں کی عالمی درجہ بندی

شمار	ملک	میچز	پوائنٹس	ریٹنگ
1	آسٹریلیا	38	4913	129
2	بھارت	50	5821	116
3	جنوبی افریقہ	27	3137	116
4	سری لنکا	43	4847	113
5	انگلستان	39	4333	111
6	پاکستان	41	4250	104
7	نیوزی لینڈ	28	2466	88
8	ویسٹ انڈیز	27	2146	79
9	بنگلہ دیش	32	1995	62
10	زمبابوے	33	1511	46
11	آئرلینڈ	14	504	36
12	نیدرلینڈز	9	137	15
13	کینیا	9	74	8

بلے بازوں کی عالمی درجہ بندی

شمار	کھلاڑی	ریٹنگ	ملک
1	ہاشم آملہ	854	جنوبی افریقہ
2	ابراہم ڈی ویلیئرز	828	جنوبی افریقہ
3	ویراٹ کوہلی	765	بھارت
4	مہندر سنگھ دھونی	756	بھارت
5	شین واٹسن	738	آسٹریلیا
6	جوناتھن ٹراٹ	735	انگلستان
7	مائیکل ہسی	730	آسٹریلیا
8	ایلسٹر کک	729	انگلستان
9	کمار سنگاکارا	723	سری لنکا
10	مائیکل کلارک	705	آسٹریلیا

بالرز کی عالمی درجہ بندی

شمار	کھلاڑی	ریٹنگ	ملک
1	سعید اجمل	722	پاکستان
2	لونوابو سوتسوبے	693	جنوبی افریقہ
3	گریم سوان	683	انگلستان
4	مورنے مورکل	680	جنوبی افریقہ
5	ڈینیل ویٹوری	679	نیوزی لینڈ
6	محمد حفیظ	678	پاکستان
7	مچل جانسن	671	آسٹریلیا
8	شکیب الحسن	662	بنگلہ دیشبنگلہ دیش
9	اسٹیون فن	655	انگلستان
10	کائل ملز	653	نیوزی لینڈ

آخری ترمیم: 22 فروری 2012

رکی پونٹنگ ون ڈے، اینڈریو سائمنڈ ہر قسم کی کرکٹ سے ریٹائر ہو گئے!

آسٹریلیا نے بلے بازی میں مسلسل ناکامی کے باعث رکی پونٹنگ کو سہ فریقی ٹورنامنٹ کے درمیان میں ایک روزہ ٹیم سے باہر کر دیا اور یوں رکی پونٹنگ کا شاندار کیریئر لب گور پہنچ چکا تھا۔ 2011 میں عالمی کپ کے دفاع میں ناکامی کے بعد سے رکی پونٹنگ کا مستقبل ڈانواں ڈول تھا لیکن تمام تر خدشات کے بر خلاف وہ آسٹریلین ٹیم کا حصہ بنے رہے لیکن یہ تازہ اخراج ان کے عظیم کیریئر کے اختتام کا سبب بن گیا ہے۔ انہوں نے سہ فریقی کامن ویلتھ بینک سیریز میں 5 اننگز میں صرف 18 رنز بنائے ہیں اور اس کارکردگی کی بنیاد پر تو پونٹنگ کی ٹیم میں جگہ ویسے ہی نہیں بنتی تھی لیکن ایک ایسے کھلاڑی کو، جس کی عمر 37 سال سے زائد ہو، باہر کرنیکا مطلب یہی تھا کہ اب اس کا کیریئر اب ختم ہو چکا تھا۔ 375 ایک روزہ بین الاقوامی مقابلوں کا وسیع تجربہ رکھنے والے پونٹنگ کے کیریئر میں یہ پہلا موقع ہے کہ مسلسل پانچ اننگز میں وہ ایک مرتبہ بھی دہرے ہندسے میں داخل نہ ہو پائے ہوں۔ 1995 میں بین الاقوامی کرکٹ کا آغاز کرنے والے رکی پونٹنگ ٹیسٹ و ایک روزہ دونوں طرز میں آسٹریلیا کی تاریخ کے بہترین بلے بازوں میں شمار ہوتے ہیں اور انہی کی زیر قیادت آسٹریلیا نے دو مرتبہ یعنی 2003 اور 2007 میں عالمی کپ بھی جیتے لیکن تیسری مرتبہ یعنی 2011 میں آسٹریلیا کا سفر کوارٹر فائنل میں بھارت کے ہاتھوں تمام ہوا اور یہیں سے رکی پونٹنگ کے کیریئر کے خاتمے کے اشارے ملنے لگے۔ پہلے مرحلے میں انہیں قیادت سے محروم کر دیا گیا لیکن ٹیسٹ اور ایک روزہ ٹیم میں انہیں کارکردگی کی بنیاد پر جگہ دی گئی۔ ابھی سہ فریقی ٹورنامنٹ کے آخری دو مقابلوں میں انہوں نے مائیکل کلارک کی جگہ قیادت کی ذمہ داریاں بھی انجام دیں اور ایک میچ میں شکست اور ایک میچ میں فتح حاصل کی لیکن اب کلارک کی واپسی کے ساتھ ہی وہ ٹورنامنٹ کے بقیہ میچز سے باہر کر دیے گئے تھے۔ ٹیسٹ اور ایک روزہ دونوں طرز کی کرکٹ میں 13 ہزار سے زائد رنز بنانے والے رکی پونٹنگ آسٹریلیا کی جانب سے دونوں طرز کی کرکٹ میں سب سے زیادہ رنز بنانے والے کھلاڑی ہیں۔ سب سے زیادہ ٹیسٹ رنز بنانے والے دنیا بھر کے کھلاڑیوں میں وہ تیسرے جبکہ ایک روزہ میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ اس کارکردگی کی بنیاد پر انہیں سر ڈان بریڈمین کے بعد آسٹریلیا کا سب سے عظیم کرکٹر تسلیم کیا جاتا ہے۔ سہ فریقی ٹورنامنٹ کے باقی مقابلوں کے لیے ٹیم کا اعلان کرنے والی آسٹریلیا کی سلیکشن کمیٹی کا کہنا ہے کہ ہماری نظریں 2015 کے عالمی کپ پر مرکوز ہیں اور وہ اس کے لیے نوجوان کھلاڑیوں کو تیار کرنا چاہ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آہستہ آہستہ ایسے کھلاڑیوں کو باعزت طور پر رخصت کرنے کا منصوبہ ہے جن کے اگلا عالمی کپ کھیلنے کے امکانات نہیں۔ عالمی کپ 2015 آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں کھیلا جائے گا اور آسٹریلیا کی پوری کوشش ہوگی کہ وہ ہوم گراؤنڈ اور ہوم کراؤڈ کی سپورٹ کے ساتھ اپنا کھویا ہوا عالمی اعزاز دوبارہ حاصل کرے۔ رکی پونٹنگ سے قبل آسٹریلیا کے دو کپتان مارک ٹیلر اور اسٹیو واہ بھی اپنی مرضی سے ریٹائر نہیں ہوئے تھے، بلکہ انہیں بھی ناقص کارکردگی پر ٹیم سے باہر کیا گیا تھا اور بالآخر انہوں نے ریٹائرمنٹ پر اکتفا کیا اور اب بھی صورتحال صورتحال ویسی ہی دکھائی دی جہاں پونٹنگ ون ڈے کرکٹ سے علیحدہ ہو گئے۔ کامن ویلتھ بینک سیریز کے بقیہ میچز میں آسٹریلیا کی نمائندگی کرنے والی ٹیم میں رکی پونٹنگ کی جگہ شین واٹسن کو واپس بلایا گیا ہے پنڈلی میں تکلیف کے باعث عرصے سے ٹیم سے باہر تھے۔ پونٹنگ کے دور کا خاتمہ ہو چکا ہے تو ایک زبردست قائد، اسٹائلش بلے باز اور پھرتیلے فیلڈر کی حیثیت سے انہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

سائمنڈز ریٹائر، آسٹریلین کرکٹ کا ایک متنازع باب بند

اہم مواقع پر کارآمد گیند باز درکار ہو، یا برق رفتاری سے بلے بازی کرنے والے کی ضرورت ہو یا پھر میدان کے اہم مقامات پر مضبوط فیلڈر کھڑا کرنا ہو، گزشتہ دہائی میں آسٹریلیا کی نظر انتخاب صرف ایک کھلاڑی پر ٹھیرتی تھی اور اس کا نام تھا اینڈریو سائمنڈز۔ تینوں طرز کی کرکٹ میں 40 کے لگ بھگ کا بیٹنگ اوسط رکھنے والے اسی مشہور و متنازع کھلاڑی نے آج خاندانی وجوہات کے پیش نظر ہر طرز کی کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا ہے۔ ریٹائرمنٹ کا اعلان کرتے ہوئے سائمنڈز نے کہا کہ ان کا یہ فیصلہ فوری طور پر نافذ ہوگا، اس لیے وہ رواں سال آئی پی ایل بھی نہیں کھیل پائیں گے۔ انڈین پریمیئر لیگ میں وہ چند سالوں سے ممبئی انڈینز کی نمائندگی کر رہے ہیں اور اس کے علاوہ کہیں بھی ان کی کوئی کرکٹ مصروفیت نہیں ہے کیونکہ وہ آسٹریلیا اور کوئنز لینڈ سے پہلے ہی واسطے توڑ چکے تھے۔ آخری مرتبہ انہوں نے تین سال قبل ایک ٹی ٹوئنٹی مقابلے میں میں قومی کرکٹ ٹیم کی نمائندگی کی تھی۔ عجیب و غریب بالوں اور ہونٹوں پر سفید بام کے باعث سب سے جدا نظر آنے والے سائمنڈز نے اپنے بین الاقوامی کرکٹ کیریئر کا آغاز نومبر 1998ء میں پاکستان کے خلاف لاہور میں ایک روزہ بین الاقوامی مقابلے سے کیا اور انہیں ہمیشہ مختصر طرز کی کرکٹ ہی کا کھلاڑی سمجھا گیا۔ وہ آسٹریلیا کے اس دور کے کھلاڑی تھے جب وہ 'ناقابل شکست' سمجھا جاتا تھا، اور حیثیت تک پہنچنے میں کسی حد تک سائمنڈز کا کردار بھی شامل تھا۔ شعلہ فشاں بلے بازی، برق رفتار فیلڈنگ اور نپی تلی گیند بازی انہیں ایک عظیم ٹیم میں آل راؤنڈر کی حیثیت سے شامل کیے رہی۔ ایک جانب جہاں سائمنڈز کے بلے میں "بریک" نہیں تھے یعنی کہ انہیں مسلسل باؤنڈریز مارنے کی بدعادت تھی تو وہیں وہ اپنی دیگر سرگرمیوں کی وجہ سے وہ ہمیشہ وجہ نزع بنے رہے۔ ایک طرف 2003ء اور 2007ء کے عالمی کپ میں آسٹریلیا کی فتوحات میں کلیدی کارکردگی ان کا نقطہ عروج تھا تو غیر اعلانیہ طور پر ٹیم ہوٹل سے غائب ہونے، شراب خانے میں جھگڑا کرنے، متنازع ریڈیو انٹرویو اور 2008ء میں بھارتی اسپنر ہربھجن سنگھ کے ساتھ میدان میں الجھنے جیسے مشہور واقعات ان کی شخصیت کا ایک تاریک پہلو تھے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر اتنے باصلاحیت کھلاڑی کو وہ مقام حاصل نہ ہو سکا، جس کا وہ حقدار تھا۔ 36 سالہ سائمنڈز کے کیریئر کا یادگار ترین لمحہ بلاشبہ 2003ء کا عالمی کپ ہوگا جس میں ان کی آل راؤنڈ کارکردگی نے آسٹریلیا کو عالمی اعزاز کے کامیاب دفاع میں مدد دی۔ اسی ٹورنامنٹ میں پاکستان کے خلاف اہم ترین میچ میں 125 گیندوں پر 143 رنز کی ناقابل شکست اننگز شائقین کرکٹ کو مدتوں یاد رہے گی۔

سائمنڈز نے مجموعی طور پر 26 ٹیسٹ اور 198 ایک روزہ بین الاقوامی مقابلوں میں آسٹریلیا کی نمائندگی کی۔ ان کا ٹیسٹ کیریئر بہت مختصر تھا کیونکہ انہیں محدود اوورز کا بین الاقوامی کیریئر شروع کرنے کے 6 سال بعد ٹیسٹ ٹیم میں بلایا گیا اور بعد ازاں انہوں نے اپنی توجہ مکمل طور پر ٹی ٹوئنٹی کرکٹ پر مرکوز رکھنے کے لیے ٹیسٹ سے ریٹائرمنٹ کا بھی اعلان کر دیا۔ بہرحال، کھیلے گئے 29 ٹیسٹ مقابلوں میں انہوں نے 40.61 کے اوسط سے 1462 رنز بنائے جن میں 162 رنز کی ناقابل شکست اننگز ان کی بہترین کارکردگی تھی۔ علاوہ ازیں انہوں نے 37.33 کے اوسط سے 24 وکٹیں بھی حاصل کیں۔ دوسری جانب، ایک روزہ کرکٹ میں انہوں نے 198 میچز کھیلے اور 39.75 کے بہترین اوسط سے 5088 رنز بنائے۔ 156 رنز ان کی بہترین بلے بازی تھی۔ اس میں 6 سنچریاں اور 30 نصف سنچریاں شامل تھیں۔ انہوں نے ایک روزہ میں 133 وکٹیں بھی حاصل کیں اور 18 رنز دے کر 5 وکٹیں حاصل کرنا ان کی بہترین کارکردگی تھی۔ انہوں نے آسٹریلیا کی جانب سے 14 ٹی ٹوئنٹی مقابلے بھی کھیلے جن میں ان کا بلے بازی کا اوسط 48.14 رہا۔ اس میں نیوزی لینڈ کے خلاف 85 رنز کی ناقابل شکست اننگز ان کی بہترین بلے بازی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بھی تاریخ کی بہترین آسٹریلین ٹیموں کی فہرست مرتب کی جائے گی تو اس میں گزشتہ دہائی کا کینگروز دستہ ضرور شامل ہوگا اور یوں اس کے کلیدی مہرے اینڈریو سائمنڈز کا نام بھی ہمیشہ زندہ رہے گا۔

☆☆☆

کمر کی تکلیف نے آسٹریلوی اوپنر فل جیکوئس کے کیریئر کا خاتمہ کردیا

آسٹریلوی کھبے اوپنر فل جیکوئس نے کمر کی انجری کے باعث رواں سمر کے سیزن کے اختتام پر انٹرنیشنل کرکٹ سے علیحدگی کا فیصلہ کرلیا 32 سالہ فل جیکوئس یارکشائر کاؤنٹی سے اپنا ناطہ برقرار رکھیں گے جہاں انہیں برطانوی پاسپورٹ رکھنے کے باعث مقامی کھلاڑی کی حیثیت حاصل ہے۔ نیو ساؤتھ ویلز سے 12 سالہ فرسٹ کلاس کیریئر رکھنے والے فل جیکوئس نے 5659 رنز 41.30 کی اوسط سے بنائے۔ جبکہ ٹیسٹ کرکٹ میں بھی وہ کامیاب دکھائی دیتا ہے جہاں 902 رنز 47.47 کی اوسط سے بنائے جس میں 3 سنچریاں بھی شامل رہیں اور آخری اننگز بھی تھری فیگر کی بارباڈوس میں 2008ء میں آسٹریلیا کی جانب سے اسکور کی۔ جسٹن لینگر کی ریٹائرمنٹ کے بعد آسٹریلوی سلیکٹرز کی نگاہوں کا مرکز کھبا فل جیکوئس ٹھہرا اور بظاہر اس کی عمدہ کارکردگی اس بات کی دلیل تھی کہ وہ طویل عرصہ کینگروز کی نمائندگی کرسکتا ہے 2008ء میں بھارتی ٹور میں اسے اپنی کمر کی سنجیدہ نوعیت کی تکلیف کے باعث آسٹریلوی اسکواڈ سے علیحدہ ہونا پڑا جو کہ آپریشن کا تقاضہ کررہی تھی اس کے بعد وہ اپنی عمدہ فارم میں واپس نہ آسکا۔ آخری 3 فرسٹ کلاس سیزن میں وہ محض 35.17 کی اوسط سے رنز اسکور کرسکا۔

فل جیکوئس کا کہنا تھا کہ میں نے انٹرنیشنل کرکٹ سے علیحدگی کا فیصلہ اپنے اہل خانہ کی مشاورت سے کیا میری نگاہیں اب دوسرے باب پر تھیں' میں نے نیو ساؤتھ ویلز سے بہت اچھا سیزن کھیلا بہت اچھا وقت گزارا میرے لئے آسٹریلیا سے کھیلنا قابل فخر تھا میرے بے انتہا دوست یہاں بن چکے ہیں میں چاہتا ہوں کہ میں مستقبل کے لئے نیو ساؤتھ ویلز کے لئے کھلاڑی سے ہٹ کر بھی کوئی خدمت انجام دوں۔ مجھے خوشی ہے کہ نیو ساؤتھ ویلز نے میرے ساتھ ہر جگہ تعاون کیا' لیکن مجھے پتہ تھا کہ میں ہر وقت 100 فیصد کارکردگی نہیں دے سکتا اس لئے عزت کے ساتھ خود کو علیحدہ کرلیا۔

فل جیکوئس نے نیو ساؤتھ ویلز کے لئے پورا کپ کے دو اچھے سیزن کھیلے جن میں 2004-05 اور 2007-08ء کے سیزن شامل تھے جبکہ 2005-06ء کے ون ڈے ایونٹ میں اس نے بلیوز کی جانب سے کھیلتے ہوئے 2340 رنز 39.66 کی اوسط سے اسکور کئے۔ فروری 2010ء میں وہ 171 رنز کی اننگز کھیل کر اسٹیٹ کرکٹ کی ریکارڈز سے تھوڑے فاصلے پر رہ گیا تھا جو کہ اس نے کوئنز لینڈ کے خلاف اسکور کئے تھے۔

فلپ انتھونی جیکوئس نے 3 مئی 1979ء کو وولن گونگ نیو ساؤتھ ویلز میں جنم لیا "پگ" کی عرفیت سے معروف کھبے اوپننگ بلے باز کو لیفٹ آرم میڈیم فاسٹ بالنگ سے دلچسپی تھی۔ دسمبر 2005ء سے جون 2008ء تک محیط ٹیسٹ کیریئر میں اس نے 11 مرتبہ کینگروز کی نمائندگی کی' 19 اننگز میں 902 رنز 47.47 کی اوسط سے بنائے' 150 بہترین اسکور' 3 سنچریاں' 6 نصف سنچریاں اسکور کیں۔ 99 چوکے اور 3 چھکے لگانے کے علاوہ 7 کیچز بھی کئے۔ جبکہ 20 جنوری 2006ء سے 18 فروری 2007ء تک محیط ون ڈے کیریئر میں اسے 6 میچز کھیلنے کو ملے 6 اننگز میں 125 رنز 20.83 کی اوسط سے 176 گیندوں میں ایک نصف سنچری سے بنائے' 94 بہترین اسکور تھا۔ 26 دسمبر 2005ء کو میلبورن میں جنوبی افریقہ کے خلاف اسے ٹیسٹ ڈیبیو کا موقع ملا تو پہلی اننگز میں 12 گیندوں پر وہ محض 2 رنز جبکہ دوسری باری میں 44 گیندوں میں 3 چوکوں سے 28 رنز بنا سکا۔ جنوری 2006ء میں اسے جنوبی افریقہ کے خلاف ون ڈے کیریئر کے آغاز کا موقع میلبورن میں فراہم کیا گیا تو وہ ڈیبیو پر سنچری کے اعزاز سے 6 رنز کی دوری پر 94 رنز کی باری کھیل کر آؤٹ ہوگیا۔ مارچ میں اسے کیپ ٹاؤن میں اپنا دوسرا میچ بھی جنوبی افریقہ کے خلاف کھیلنے کو ملا مگر یہاں وہ کھاتہ بھی نہ کھول سکا۔ اپریل میں کینگروز بنگلہ دیش کے ٹور پر گئی تو چٹاگانگ میں اسے موقع دیا گیا جہاں واحد اننگز میں اس نے 98 گیندوں میں 8 چوکوں اور ایک چھکے سے 66 رنز بنا کر پہلی نصف سنچری اسکور کی۔ ستمبر میں ملائیشیا میں ٹرائنگولر ٹورنامنٹ میں ویسٹ انڈیز کے خلاف وہ 2 جبکہ بھارت کے خلاف 25 رنز بنا سکا۔ فروری 2007ء میں کیویز کے دورے پر وہ دو میچوں میں 1 اور 3 رنز بنا سکا جو کہ اس کی آخری انٹری ون ڈے انٹرنیشنل میں رہی۔ نومبر میں سری لنکا کینگروز کی مہمان بنی تو سڈنی میں کھیلے گئے ٹیسٹ کی واحد اننگز میں وہ 203 گیندوں میں 14 چوکوں سے اپنی پہلی سنچری اننگز پورے 100 رنز بنا کر آؤٹ ہوا تاہم ہوبارٹ میں اگلے ہی ٹیسٹ میں پہلی اننگز میں 237 گیندوں میں 18 چوکوں سے 150 جبکہ اگلی اننگز میں 95 گیندوں میں 6 چوکوں سے 68 رنز بنا ڈالے۔ اگلے ہی ماہ بھارت کے خلاف میلبورن ٹیسٹ میں بھی فل جیکوئس بھرپور فارم میں دکھائی دیا اور 8 چوکوں سے 66 اور 5 چوکوں سے 51 رنز کی باری کھیل ڈالیں۔ سڈنی میں وہ کھاتہ بھی نہ کھول سکا تاہم دوسری اننگز میں 42 رنز بنائے جبکہ پرتھ میں وہ 8 اور 16 رنز ہی بنا سکا۔ مئی 2008ء میں اس نے اپنے کیریئر کا آخری ٹور کیریبئن کا کیا جہاں کنگسٹن میں وہ 9 اور 4 رنز بنا سکا۔ نارتھ ساؤنڈ میں 17 رنز کی باری کھیلنے کے بعد وہ اگلی اننگز میں 76 رنز سمیٹنے میں کامیاب رہا لیکن آخری ٹیسٹ میں جو کہ برج ٹاؤن میں تھا پہلی اننگز میں 31 رنز بنانے کے بعد اس نے دوسری اننگز میں 9 چوکوں سے 224 گیندوں میں 108 رنز بنا ڈالے اپنے کھاتے میں مزید رنز کا اضافہ کرنے کی اہلیت رکھنے والا یہ اوپننگ بلے باز وقت سے پہلے ہی انجریز کا شکار ہوکر آسٹریلوی کرکٹ سے رخصت ہوگیا جو کہ یقینی طور پر ایک باصلاحیت کھلاڑی کی بدقسمتی تھی کہ وہ مزید کھیلنا چاہتا تھا مگر انجریز نے اسے قبل از وقت محض 32 سال کی عمر میں ہی کرکٹ سے ریٹائرمنٹ پر مجبور کردیا۔ فرسٹ کلاس کرکٹ میں 160 میچوں کا تجربہ رکھنے والے کھبے بلے باز نے 3 6 نصف سنچریاں اور 38 سنچریاں اسکور کرنے کے علاوہ 125 کیچز بھی تھامے 11 سالہ فرسٹ کلاس کیریئر میں اسے 68 گیندیں کرانے کا موقع ملا جہاں 87 رنز کے عوض وہ کوئی وکٹ حاصل نہ کرسکا۔ کے۔یو

فل جیکوئس
T20
PKF

آسٹریلین ویمن ٹیم کی ٹی ٹوئنٹی سیریز میں کیویز کے خلاف یک طرفہ کامیابی!!

آسٹریلین ویمن ٹیم نے ہوم گراؤنڈ پر کھیلی جانے والی 5 ٹی ٹوئنٹی میچوں پر مشتمل سیریز میں نیوزی لینڈ کو 1-4 سے شکست دیدی۔ 20 جنوری تا 3 فروری کھیلی گئی سیریز کے ابتدائی چاروں میچز سڈنی جبکہ آخری میچ میلبورن میں کھیلا گیا۔ افتتاحی میچ میں سنسنی خیز مقابلے کی بعد صرف ایک گیند قبل آسٹریلوی ٹیم فتح حاصل کرسکی۔ کیویز نے 7 وکٹوں پر 145 رنز بنائے۔ اوپنرز سوزی بیٹس (33) اور فرانسیس میکی 31 نے ٹیم کو 9 اوور میں 63 رنز کا آغاز فراہم کیا۔ چوتھے نمبر پر کیٹی پارکنس نے 31 رنز کا اضافہ کیا۔ آسٹریلیا کی ایلسی پیری' جولی ہنٹر اور جیس جوناسن نے 2,2 وکٹیں لیں۔ میزبان ٹیم کی جیس کیمرون نے 59 رنز کی اننگز کھیل کر فتح میں اہم کردار ادا کی ا۔ ایلیکس بلیک ویل 35 کے ہمراہ انہوں نے چوتھی وکٹ پر 87 رنز 9 اوور میں جوڑے۔ اختتامی لمحات میں سارا کوئیٹی نے 12 گیندوں میں 17 رنز ناقابل شکست جوڑ کر ٹیم کو فتح تک پہنچایا' 4 وکٹوں سے فتح آسٹریلیا کے نام لکھی گئی۔ سیان رک اور مورنا نیلسن نے 2,2 وکٹیں حاصل کیں۔ جیسی کیمرون میچ کی بہترین کھلاڑی رہیں۔ کھیلے گئے دوسرے میچ میں میزبان ٹیم نے 59 رنز سے باآسانی فتح حصل کی۔ فاتح ٹیم نے 5 وکٹوں پر 128 رنز کا مجموعہ حاصل کیا۔ پانچویں نمبر پر کھیلنے والی لیزا ایس تھیلکر نے 32 گیندوں میں 52 رنز کا اضافہ کیا۔ میگ لیننگ نے 27' ایلیکس بلیک ویل نے 20 رنز جوڑے۔ واکیل کینڈی اور فرانسس مکے نے 2,2 وکٹیں حاصل کیں۔ کیویز کی ٹیم 18 ویں اوور کی پہلی گیند پر 69 رنز پر ڈھیر ہوگئی۔ کیٹی پارکنس 19 رنز کی ساتھ ڈبل فگر میں داخل ہونے والی واحد بلے باز تھیں۔ لیزا ایس تھیلکر نے 16 رنز کے عوض 3 وکٹیں' جولی ہنٹر' سارا کوئیٹی' ایرن اوس بورن نے 2,2 وکٹیں حاصل کیں۔ تیسرے ٹی

ٹوئنٹی میچ میں بھی میزبان ٹیم نے 7 رنز کی فتح کی ساتھ سیز میں فیصلہ کن برتری حاصل کی۔ کینگروز نے 8 وکٹوں پر 134 رنز بنائے۔ ایلیکس بلیک ویل نے 41' لیہ پاؤلٹن نے 35 رنز کا اضافہ کیا۔ فرانسس مکے نے 3' کیٹ براڈمور' لوسی ڈولن نے 2,2 وکٹیں حاصل کیں۔ مورنا نیلسن نے 2 چھکوں سی 12 گیندوں میں 21 رنز ناقابل شکست بنائے لیزا ایس تھیلکر نے 18 رنز دیکر چار وکٹیں لیں۔ سیریز کے چوتھے میچ میں بالآ کر کیویز کی ٹیم سنسنی خیز مقابلے کے بعد پانچ گیندیں قبل 6 وکٹوں سے فتح حاصل کرنے میں کامیاب رہی۔ آسٹریلیا نے بارش سے متاثرہ میچ میں 18 اوور میں 7 وکٹوں پر 92 رنز بنائے۔ چھٹے نمبر پر کھیلتے ہوئے وکٹ کیپر کپتان جوڈی فیلڈر نے 37 ناقابل شکست رنز جبکہ لیزا ایس تھیلکر نے 23 رنز بنائے کیٹ براڈمور نے 9 رنز کے عوض 3 وکٹیں لیں۔ فاتح ٹیم نے 4 وکٹوں پر ہدف حاصل کیا۔ اوپنر سوزی بیٹس 40 اور سارا میک گلیشن 19 نے پانچ اوور میں 32 رنز کا ہدف حاصل کیا۔ اوپنر سوزی بیٹس 40 اور سارا میک گلیشن 19 نے پانچ اوور میں 32 رنز کا آغاز فراہم کیا۔ لیزا ایس تھیلکر نے 2 وکٹیں حاصل کیں۔ آخری میچ میں آسٹریلیا 20 رنز سے فاتح رہی۔ میزبان ٹیم نے 7 وکٹوں پر 129 رنز بنائے۔ اوپنر ایلیسا ہیلی نے 30' ایلیسا ہیلی نے 30' ایلیسا پیری نے نویں نمبر پر 24 ناقابل شکست رنز بنائے۔ لوسی ڈولن نے 21 رنز دیکر 3' فرانسس مکے نے 18 رنز دیکر 2 وکٹیں لیں۔ نیوزی لینڈ کی ٹیم 7 وکٹوں پر 109 رنز بناسکی۔ فرانسس مکے نے 21 ناقابل شکست رنز اسکور کیے۔ جولی ہنٹر نے 15 رنز کے عوض 2' ایرن اوس بورن نے 19 رنز کے عوض 2 وکٹیں لیں۔ لیزا ایس تھیلکر کو پلیئر آف دی سیریز قرار دیا گیا۔

سچن کو عالمی کپ کے بعد ریٹائر ہو جانا چاہیے تھا' عمران خان

ماضی کے عظیم پاکستانی کپتان عمران خان نے کہا ہے کہ سچن ٹنڈولکر کو گزشتہ سال عالمی کپ جیتنے کے فورا بعد ریٹائر ہو جانا چاہیے تھا کیونکہ ہر کھلاڑی یادگار فتح کے ساتھ دنیائے کرکٹ سے رخصت ہونا چاہتا ہے۔ 1992ء کے عالمی کپ کے فاتح پاکستانی کپتان نے کہا کہ اس امر کا تعین بہت دشوار ہوتا ہے کہ کوئی کھلاڑی کس وقت ریٹائر ہو، میرے خیال میں سچن کے لیے بہترین وقت عالمی کپ 2011ء کی جیت تھا، اور اس نے یہ موقع گنوا دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سچن ایک عظیم کھلاڑی ہے اور اس کا کوئی متبادل موجود نہیں ہے۔

سچن کی 100 ویں بین الاقوامی سنچری کے حوالے سے سوال پر عمران خان نے کہا کہ یہ سنچری بنانا یا نہ بنانا معنی نہیں رکھتا کیونکہ اعداد و شمار کسی عظیم کھلاڑی کے لیے حیثیت نہیں رکھتے۔ آپ کو ریکارڈ توڑنے کے لیے نہیں کھیلنا چاہیے بلکہ ریکارڈز کو ٹیم کی جیت کا حصہ ہونے چاہیے۔ سچن ایک عظیم کھلاڑی ہے چاہے 99 سنچریاں بنائے یا 100، وہ بہر صورت عظیم ہی رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے جن کھلاڑیوں کا سامنا کیا ان میں سب سے عظیم ویون رچرڈز تھا۔ مجھے اس کے ریکارڈز پر نظر ڈالنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ وہ عظیم تھا کیونکہ اسے چیلنجز پسند تھے۔ ریکارڈز بہر حال اعداد و شمار ہیں اور یہ اعداد و شمار عظیم کھلاڑیوں کے لیے معنی نہیں رکھتے۔ عمران خان نے کہا کہ اب بھارت کی کرکٹ کے لیے ایک کڑا وقت سامنے آرہا ہے کیونکہ اب کسی ایک کھلاڑی کا معاملہ نہیں بلکہ تین سے چار کھلاڑیوں کی رخصت قریب ہے، اور اب بورڈ کو طے کرنا ہے کہ کون کس کھلاڑی کی جگہ کون لے گا۔

پاک بھارت کرکٹ تعلقات کی بحالی کے حوالے سے عمران خان نے کہا کہ وقت آگیا ہے کہ دونوں پڑوسی ممالک ماضی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نئے تعلقات قائم کریں۔ ہم نے برصغیر کے شائقین کرکٹ کو پاک' بھارت کرکٹ سیریز کی خوشی و مسرت سے محروم کر رکھا ہے۔ آپ خود دیکھیں عالمی کپ کا سب سے شاندار مقابلہ کون سا تھا؟ پاک بھارت سیمی فائنل! اس لیے ہمیں ممبئی دہشت گردوں حملوں سے آگے بڑھنا چاہیے۔ پاکستان میں ہر شخص ممبئی واقعے اور اس میں ملوث افراد کی مذمت کرتا ہے۔ خود پاکستان میں

ہزاروں افراد دہشت گردی کی نذر ہوئے ہیں۔ اس لیے یہ وقت ہے کہ ان معاملات کو ایک جانب رکھ کر پاک بھارت کرکٹ تعلقات کی از سر نو بحالی کو ممکن بنایا جائے۔ آسٹریلیا میں 0-4 سے ٹیسٹ سیریز ہارنے پر سابق عظیم گیند باز نے کہا کہ اگر میری ٹیم مسلسل بھارت کی طرح غیر ملکی سرزمین پر مسلسل 8 مقابلے ہارتی تو میں کرکٹ کھیلنا ہی چھوڑ دیتا۔ بھارت نے 80ء کی دہائی کی ویسٹ انڈین ٹیم کا سامنا نہیں کیا، آپ خود دیکھیں بھارت ہارا کن ٹیموں سے ہے۔ انگلستان

اور آسٹریلیا سے۔ وہ آسٹریلیا جو آجکل بمشکل ہی کوئی سیریز جیت پا رہا ہے اس کے خلاف کلین سوئپ کرتا ہے۔

اس سلسلے میں عمران خان نے بھارت میں ٹی ٹوئنٹی اور آئی پی ایل پر بڑھتے ہوئے زور کا حوالہ دیا اور کہا کہ ٹی ٹوئنٹی اور آئی پی ایل گو کہ بڑی زبردست تفریح ہے لیکن ٹی ٹوئنٹی کا ٹیسٹ کرکٹ سے کیا تقابل؟ ٹیسٹ کرکٹ کسی بھی کھلاڑی کی صلاحیتوں کا حقیقی امتحان ہے۔ اگر بھارت نے اس توازن کو برقرار نہیں رکھا تو وہ ایسی ٹیسٹ ٹیم بن جائے گی جسے مغلوب کرنا بالکل آسان ہوگا۔

پاکستان 72 رنز پر ڈھیر ہوتا تو ہنگامہ کھڑا ہو جاتا: جیفری بائیکاٹ

ماضی کے عظیم انگلش کھلاڑی اور معروف تبصرہ نگار جیفری بائیکاٹ نے کہا ہے کہ اگر انگلستان کی جگہ پاکستان صرف 72 رنز پر ڈھیر ہو جاتا تو ہر سمت سے اُن پر انگلیاں اٹھائی جاتیں اور 'فکسنگ کا بھوت' ایک مرتبہ پھر زندہ ہو جاتا۔ ابوظہبی میں انگلستان کی شرمناک ہار اور پاکستان کے ہاتھوں سیریز گنوانے کے بعد جیفری بائیکاٹ نے انگلش بلے بازوں کی اسپن باؤلنگ کھیلنے کی صلاحیتوں کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا اور معروف برطانوی روزنامے 'ٹیلی گراف' میں لکھے گئے اپنے کالم میں لکھا ہے کہ انگلستان بھی 'گھر کا شیر' بنتے جا رہا ہے جو اجنبی کنڈیشنز میں کارکردگی نہیں دکھا پاتا۔

میچ کے تیسرے روز جب انگلستان کی میچ پر گرفت بہت سخت تھی، تبصرہ کرتے ہوئے جیفری بائیکاٹ نے ازراہ مذاق کہا تھا کہ 'انگلستان لازماً جیتے گا، اور میں اس پر اپنے گھر کی شرط لگانے کو بھی تیار ہوں۔' بعد ازاں ساتھی تبصرہ نگاروں نے اس بیان پر جیفری بائیکاٹ کا اچھا خاصا مذاق اڑایا، لیکن شکر ہے کہ بائیکاٹ نے معاملہ مذاق کی حد تک ہی رکھا، اگر وہ واقعی شرط لگا دیتے تو اس وقت بے گھر پھر رہے ہوتے) بہرحال، تو جیفری بائیکاٹ نے اپنے گھر بچ جانے پر شکر ادا کیا ہوگا وہیں اتنی بڑی بات کہنے پر انہیں ٹیم پر شدید غصہ بھی آ رہا ہوگا، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے کالم میں کئی جگہ پر انگلش ٹیم پر گرم بھی ہوئے اور یہ تک لکھا ہے کہ اب مجھے ہرگز کوئی یہ نہ کہے کہ یہ انگلستان کی تاریخ کی بہترین ٹیم ہے، یہ تو ٹیم عالمی نمبر ایک کہلانے کی اہل بھی نہیں ہے۔

بائیکاٹ نے مزید لکھا ہے کہ انگلستان کی موجودہ ٹیم کو برصغیر کی کنڈیشنز میں اسپنرز کے لیے مددگار پچ پر کھیلنے میں سخت مسائل درپیش ہیں۔ گزشتہ سال عالمی کپ میں یہ ٹیم چٹاگانگ میں بنگلہ دیش کے خلاف ہاری اور پھر کولمبو میں ہونے والے کوارٹر فائنل میں سری لنکا کے خلاف بھی شکست سے دوچار ہوئی۔ اب جبکہ رواں سال میں انگلستان کو سات ٹیسٹ مقابلوں میں انہی کنڈیشنز کا سامنا کرنا ہے، جن میں سے متحدہ عرب امارات میں پاکستان کے خلاف آخری ٹیسٹ کے علاوہ سری لنکا میں دو اور بھارت میں چار مقابلے طے ہیں، اس لیے انہیں جلد از جلد اس سوال کا جواب دینے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے انگلستان کی دوسری اننگز کو ایک 'ڈراؤنی فلم' سے تعبیر کیا۔ بائیکاٹ نے لکھا کہ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ پچ میں بارودی سرنگیں نہیں تھیں، نہ ہی گیند اس پر اچانک اچھل یا یکدم بیٹھ رہی تھی اور نہ ہی پھسل کر تیزی سے بلے باز کی جانب آ رہی تھی لیکن اس کے باوجود انگلستان محض 22 اوورز میں اپنی تمام وکٹیں گنوا بیٹھا۔ میرا نہیں خیال کہ اس وقت انگلستان سے زیادہ اسپن باؤلنگ کو برا کھیلنے والی کوئی ٹیم موجود ہے۔

بائیکاٹ کا کہنا ہے کہ ٹیم کے کوچنگ عملے میں دو ایسے کھلاڑی موجود ہیں جو اسپن گیند بازی کھیلنے کے ماہر ہیں۔ ایک جانب اینڈی فلاور ہیں جو شاندار ریکارڈ رکھتے ہیں، دوسری جانب گراہم گوچ جو دنیا کے بہترین کھلاڑی تھے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اندازہ ہے کہ سعید اجمل کو کھیلنا مشکل ہے لیکن فتح میں اہم کردار تو عبدالرحمن نے ادا کیا۔ ہمارے بلے باز کسی مشہور اسپنر کے ہاتھوں نہیں آؤٹ ہوئے، بلکہ دباؤ اور خوف کی زد میں آ کر اپنی وکٹیں گنواتے رہے اور یہ موجودہ انگلش ٹیم کی بدترین کارکردگی تھی جو میری نظروں سے گزری ہے۔ انہوں نے ماضی کے دو عظیم انگلش اسپنرز جم لیکر اور ٹونی لاک کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر اُن جیسے اسپنر کے سامنے موجودہ انگلش ٹیم کھیلے تو ٹیسٹ تو 2 روز کے اندر تمام ہو جائے گا۔ انگلش ٹاپ آرڈر کا حوالہ دیتے ہوئے بائیکاٹ نے لکھا ہے کہ اینڈریو اسٹراس، کیون پیٹرسن، این بیل اور ایون مورگن نے ابوظہبی ٹیسٹ میں کل ملا کر 93 رنز بنائے ہیں جبکہ سیریز میں ان بلے بازوں کی 16 اننگز میں اُن کے کل رنز 166 ہیں۔ کوئی ٹیم ٹیسٹ مقابلہ نہیں جیت سکتی جب اُن کے ٹاپ آرڈر کے بلے بازوں کی صورتحال یہ ہو۔ گزشتہ سال بھارت کے خلاف کلین سوئپ کر کے عالمی درجہ بندی میں سرفہرست پوزیشن حاصل کرنے والے انگلستان کا یہ نمبر ون پوزیشن کے ساتھ پہلا امتحان تھا جس میں وہ بری طرح ناکام ہوا۔

سعید اجمل کا ایکشن: بھارت کے سابق اسپنرز کے پیٹ میں بھی تکلیف شروع

پاکستان کے اسپنر سعید اجمل کی عالمی نمبر ایک انگلستان کے خلاف شاندار کارکردگی اور عالمی درجہ بندی میں ہر طرز کی کرکٹ میں دنیا کے بہترین اسپنر بننے کے ساتھ ہی دنیا جہاں کے سابق کھلاڑیوں اور نام نہاد ماہرین کے پیٹ میں تکلیف ہونا شروع ہو گئی ہے۔ پہلے پہل انگلستان کے سابق کپتان باب ولس نے اس وقت ان کے باؤلنگ ایکشن کو غیر قانونی قرار دیا جب انگلستان کو دبئی میں ہونے والے پہلے ٹیسٹ میں شکست ہوئی تو اب جبکہ پاکستان انگلستان کے خلاف تاریخی کلین سوئپ مکمل کر چکا تھا تو یہ تکلیف سات سمندر پار کرنے کے بعد بھارت پہنچ گئی ہے جہاں سابق اسپنرز بشن سنگھ بیدی، اریالی پرسنا اور مہندر رسنگھ نے واضح طور پر کہا ہے کہ سعید اجمل بال پھینکتا ہے اور اس پر فوری طور پر پابندی عائد کر دینی چاہیے۔ کرکٹ کی تاریخ کے بہترین اسپنر متیاہ مرلی دھرن پر ماضی میں شدید تنقید کرنے والے بھارت کے سابق کپتان بشن سنگھ بیدی کا معاملہ تو کچھ یوں لگتا ہے جیسے انہیں کرکٹ کی تاریخ میں اپنے علاوہ کوئی بھی اسپنر اچھا نہیں لگتا اور وہ یہی چاہتے ہیں کہ دنیا انہیں کرکٹ کی تاریخ کا عظیم ترین اسپنر تسلیم کرے۔ بھارتی اخبار ٹائمز آف انڈیا کے مطابق سعید اجمل کے حوالے سے نہ صرف یہ کہ انہوں نے حسب توقع متنازع بات ہی کی بلکہ ساتھ ساتھ انتہائی نامناسب زبان بھی استعمال کی۔ بشن سنگھ بیدی نے کہا کہ "ان فضولیات کے ساتھ آپ کس طرح چل سکتے ہیں؟ کسی نہ کسی کو تو اس ڈرامے کو روکنا ہوگا۔ یہ آئی سی سی کا کام ہے کہ وہ اس پر ردعمل دکھائے۔ سعید اجمل کا معاملہ سیدھا سادا بال گیند پھینکنے کا ہے۔ اگر آپ اسے باؤلنگ کرتے ہوئے دیکھیں تو آپ کو صاف نظر آئے گا کہ اسے تو گیند پھینکنے سے قبل دوڑنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ وہ کھڑے کھڑے بھی گیند کو پھینک سکتا ہے جیسا کہ آپ ڈارٹس کھیلتے ہوئے کرتے ہیں۔"

اس سلسلے میں انہوں نے حسب معمول آئی سی سی کو آڑے ہاتھوں لیا اور کہا کہ اسی نے متیاہ مرلی دھرن جیسے گیند باز کو باؤلنگ کی اجازت دی تھی اور یہیں سے مسئلے کا آغاز ہوا۔ مرلی کو باؤلنگ کرتے ہوئے تو کوئی بھی دیکھ سکتا ہے کہ وہ تمام تر قوانین کو توڑتے ہوئے بال پھینکتا تھا، صرف دیکھنے والی آنکھ کی ضرورت ہے اور آپ کو ایک میل کے فاصلے سے بھی پتہ چل جائے گا کہ کون سا باؤلر بال گیند پھینک رہا ہے۔ بیدی نے کہا کہ میچ فکسنگ کے خاتمے کے لیے آئی سی سی کے اقدامات قابل تحسین ہیں لیکن غیر قانونی باؤلنگ ایکشن کے حوالے سے وہ کوئی قدم نہیں اٹھا رہا۔ کسی میچ کے فکس ہونے یا نہ ہونے کا اندازہ لگانا تو مشکل ہے لیکن بال پھینکنے کا معاملہ تو بالکل سیدھا ہے۔

دوسری جانب 49 ٹیسٹ کھیلنے والے بھارت کے سابق آف اسپنر اریالی پرسنا بھی بشن سنگھ بیدی کی ہاں میں ہاں ملاتے دکھائی دیتے ہیں جن کا کہنا ہے کہ آئی سی سی قوانین کے تحت 15 درجے سے زیادہ کے زاویے پر کہنی کو نہیں گھمایا جا سکتا لیکن یہ بندہ تو اپنے منہ سے کہتا ہے کہ اسے 23 درجے زاویے تک کہنی گھمانے کی اجازت ہے۔ یہاں تو حال یہ ہے کہ آئی سی سی خود کہہ رہا ہے کہ اسے سعید اجمل کے ایکشن پر کوئی اعتراض نہیں ہے، اگر ذمہ دار ادارے کا یہ حال ہے تو غیر قانونی باؤلنگ سے نمٹنے کے لیے بمشکل ہی کچھ کیا جا سکتا ہے۔ مہندر رسنگھ بھی یہی رونا روتے دکھائی دے رہے ہیں اور ان کی تان بھی آئی سی سی پر جا کر ہی ٹوٹ رہی ہے۔ "سعید اجمل واضح طور پر بال پھینکتا ہے اور اسے میدان میں داخل ہونے کی اجازت بھی نہیں ہونی چاہیے۔ آئی سی سی نے ہی اس کو 23.5 درجے کے زاویے تک اپنا بازو موڑنے کی اجازت دی ہے لیکن میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ 30 درجے سے زائد زاویے پر بازو موڑتا ہے اور اس ایکشن کے ساتھ وہ 'تیسرا' تو کیا 'چوتھا' بھی پھینک سکتا ہے۔" انہوں نے مزید کہا کہ غیر قانونی ایکشن کے حوالے سے آئی سی سی نے کبھی بھی سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ کیا انہوں نے کبھی ڈکی برڈ جیسے ریٹائر امپائروں پر مشتمل کوئی کمیٹی بنائی، جو یہ بتائے کہ کیا غلط اور کیا ٹھیک ہے؟

واضح رہے کہ پاکستان اور انگلستان کے درمیان حالیہ ٹیسٹ سیریز کے پہلے ہی مقابلے میں سعید اجمل کی 10 وکٹوں کی بدولت پاکستان نے کامیابی حاصل کی تو انگلستان کے سابق کپتان باب ولس نے ان کے ایکشن پر اعتراضات اٹھائے تھے جس کے بعد سے کافی پانی پلوں کے نیچے سے بہہ چکا ہے حتیٰ کہ بین الاقوامی کرکٹ کونسل کو میدان میں کودنا پڑا جس کا کہنا ہے کہ سعید اجمل کا ایکشن بالکل صاف و شفاف ہے۔

ٹرائنگولر سیریز: عالمی چیمپیئن بھارت کی مایوس کن کارکردگی

سہ فریقی ٹورنامنٹ 'کامن ویلتھ بینک سیریز' کے بارش سے متاثرہ پہلے مقابلے میں آسٹریلیا نے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عالمی چیمپئن بھارت کو شکست دے دی۔ ٹاس جیت کر بھارت کا باؤلنگ کرنے کا فیصلہ اس وقت تک تو بہترین ثابت ہو رہا تھا جب تک بارش نہیں آئی۔ 35 کے مجموعے پر بارش نے ملبورن کے تاریخی میدان کو آ لیا اور 18 اوورز کا کھیل ضائع ہو گیا اور دونوں ٹیموں کی اننگز کو 32، 32 اوورز تک محدود کر دیا گیا۔ بارش کے خاتمے کے بعد جب مقابلہ دوبارہ شروع ہوا تو آسٹریلیا کو سنبھلنے کا موقع مل چکا تھا گو کہ وہ جلد ہی اپنے کپتان مائیکل کلارک سے محروم ہو گیا لیکن اپنے کیریئر کا پہلا ایک روزہ بین الاقوامی مقابلہ کھیلنے والے میتھیو ویڈ نے تجربہ کار مائیکل ہسی کے ساتھ مل کر اننگز کو درست طریق پر ڈالنے کا کام کیا اور دونوں نے انتہائی برق رفتاری سے رنز بنائے۔ دونوں کی شراکت میں آسٹریلیا نے محض 8 اوورز میں 73 رنز بنائے۔ ویڈ 69 گیندوں پر 2 چھکوں اور 4 چوکوں کی مدد سے 67 رنز بنا کر پویلین لوٹے اور ذمہ داری ہسی برادران پر ڈال گئے، جنہیں دونوں نے خوب نبھایا۔ مائیکل ہسی 32 گیندوں پر 45 رنز بنانے کے بعد ونے کمار کا تیسرا و آخری نشانہ بنے۔ جبکہ ڈیوڈ ہسی نے یادگار ترین اننگز کھیلتے ہوئے میچ کو بھارت کی پہنچ سے کہیں دور کر دیا۔ انہوں نے صرف 30 گیندوں پر 3 چھکوں اور 4 چوکوں کی مدد سے 61 رنز بنائے اور یہی وجہ ہے کہ آسٹریلیا آخری 6 اوورز میں 62 رنز بنانے میں کامیاب ہوا۔ خصوصاً انڈین پریمیئر لیگ میں 2 ملین ڈالرز کی خطیر رقم میں 'بکنے' والے رویندر جدیجا کے ڈھائی اوورز میں 41 رنز سمیٹ کر آسٹریلیا نے انہیں اپنی حیثیت یاد دلا دی۔ اننگز کا 31 واں یعنی آخری اوور راہول شرما نے کیا، دو گیندیں پھینک چکے تو امپائرز کو احساس ہوا کہ قانون کے تحت صرف دو باؤلرز کو سات اوورز پھینکنے کی اجازت تھی جبکہ پروین اور ونے کمار 7، 7 اوورز پھینک چکے ہیں اس لیے راہول یہ اوور نہیں کر سکتے اس لیے انہیں دو گیندوں پر باؤلنگ سے ہٹا دیا گیا اور آخری چار گیندیں پھینکنے کے لیے دھونی نے رویندر جدیجا کو لانے کا فیصلہ کیا جن کا ڈیوڈ ہسی نے دو چھکوں کے ذریعے 'سواگت' کیا اور یوں اپنے چند اوورز میں ان کی خوب "درگت" بنی۔ جواب میں بین ہلفنہاس کے ابتدائی حملوں اور بعد ازاں کلنٹ میک کے کی گیند بازی بھارت کے بلے بازوں کو لاجواب کر گئی۔ اسٹارک نے اپنے پہلے ہی اوور میں سچن ٹنڈولکر اور دوسرے اوور میں گوتم گمبھیر کو پویلین کا راستہ دکھا کر بھارت کو محض 13 رنز پر ہی اوپنرز سے محروم کر دیا۔ میچ کا فیصلہ کن اوور 12 واں تھا جس میں میک کے نے اپنے پہلے ہی اوور میں ویرات کوہلی اور روہیت شرما کے درمیان نہ صرف 51 رنز کی شراکت کا خاتمہ کیا بلکہ ایک گیند کے وقفے سے دونوں بلے بازوں کو پویلین کی راہ دکھا کر بھارت کو سخت مشکل میں ڈال دیا۔ کوہلی سب سے زیادہ 31 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے جبکہ روہیت شرما نے 21 رنز بنائے۔ آنے والے بلے بازوں میں کپتان مہندر سنگھ دھونی کے علاوہ کوئی کھلاڑی قابل ذکر کارکردگی نہ دکھا سکا۔ کپتان دھونی 29 رنز بنا کر بھارت کی گرنے والی نویں وکٹ بنے اور بعد ازاں اننگز 30 ویں اوور میں 151 رنز پر تمام ہوئی میتھیو ویڈ کو کیریئر کے پہلے ہی ایک روزہ بین الاقوامی مقابلے میں 67 رنز بنانے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

بھارت کی سری لنکا پر کامیابی

ویرات کوہلی کی 77 رنز کی عمدہ اننگز اور آخری لمحات میں روی چندر ایشون کی ذمہ دارانہ بلے بازی نے بھارت کو سہ فریقی ٹورنامنٹ میں پہلی فتح دلا دی۔ واکا پرتھ میں کھیلے گئے مقابلے میں سری لنکا نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کا فیصلہ کیا لیکن نصف منزل تک 100 رنز پر صرف دو کھلاڑی آؤٹ ہونے کے باوجود وہ میچ کو اپنے شکنجے میں نہ جکڑ سکا اور خاص طور پر روی چندر ایشون نے مڈل آرڈر کے تین اہم بلے بازوں کی وکٹیں حاصل کر کے سری لنکا کو ایک بڑے اسکور تک پہنچنے نہیں دیا۔ آشون نے جے وردھنے، تھیسارا پریرا اور دنیش چندیمال کی وکٹیں حاصل کیں۔ موخر الذکر سری لنکا کی جانب سے سب سے زیادہ رنز بنانے والے بلے باز رہے جنہوں نے 64 رنز بنائے۔ ان سے قبل سابق کپتان تلکارتنے دلشان نے غیر روایتی طور پر ایک ذمہ دارانہ اننگز کھیلی اور 79 گیندوں پر 48 رنز بنائے۔ 189 کے مجموعے پر چندیمال کی وکٹ گرتے ہی سری لنکا کے بڑے ہدف تک پہنچنے کے امکانات کم ہو گئے تھے لیکن انجلو میتھیوز نے 28 گیندوں پر 33 رنز سمیٹ کر کسی طرح سری لنکا کو 233 رنز پر پہنچا دیا۔

جواب میں بھارت کو ابتدا میں وریندر سہواگ کا دھچکا سہنے کے باوجود عمدہ آغاز ملا خصوصاً عظیم ماسٹر سچن ٹنڈولکر اور ان کے ممکنہ جانشین ویرات کوہلی کے درمیان 75 رنز کی شراکت داری نے ہی فتح کی بنیاد رکھی۔ خاص طور پر لوگوں کی توجہ کا مرکز سچن کی اننگز تھی کیونکہ بین الاقوامی کرکٹ میں اپنی 100 ویں سنچری کی تلاش میں عرصے سے سرگرداں ہیں لیکن بدقسمتی سے وہ محض 48 رنز بنا کر ہی آؤٹ ہو گئے۔ اس کے بعد بھارت کی اننگز فتح کی جستجو میں کچھ دیر کے لیے لڑکھڑا گئی۔ 122 کے مجموعی اسکور پر روہیت شرما کی وکٹ گرنے کے بعد 181 تک بھارت کے تمام بلے باز پویلین لوٹ گئے۔ سریش رینا 24، مہندر سنگھ دھونی 4 اور کوہلی 77 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے تو میچ کا توازن تقریباً برابر ہو چکا تھا۔ سری لنکا کو بیٹنگ لائن اپ کو صرف آخری دھچکا دینے کی ضرورت تھی جس میں وہ ناکام رہا اور بھارت کے دو آل راؤنڈر جدیجا اور ایشون میچ کو نکال لے گئے۔

میتھیوز ایک اور 'معجزہ' پیش نہ کر سکے، سری لنکا 5 رنز سے ناکام

انجلو میتھیوز ایک مرتبہ پھر تاریخ دہرانے جا رہے تھے، ناممکن کو ممکن بنانے کے انتہائی قریب پہنچنے کے باوجود قسمت نے انجلو کا ساتھ نہ دیا اور سری لنکا کامن ویلتھ بینک سیریز کے تیسرے معرکے میں آسٹریلیا سے محض 5 رنز سے شکست کھا گیا۔ نومبر 2010ء میں انجلو میتھیوز نے لاستھ مالنگا کے ساتھ مل کر آسٹریلیا کے خلاف سیریز کے پہلے ایک روزہ میں یادگار کارکردگی دکھائی تھی اور دونوں بلے بازوں نے 240 رنز کا تعاقب کرنے والے سری لنکا کی جانب سے نویں وکٹ پر 132 رنز کی فتح گر شراکت داری قائم کی اور سری لنکا کی فتح میں مرکزی کردار ادا کیا تھا لیکن اس مرتبہ انجلو تاریخ دہرانے میں ناکام رہے بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا تقریباً دہرا چکے تھے لیکن قسمت آڑے آ گئی۔ واکا، پرتھ میں ہونے والے اس مقابلے میں سری لنکا یہ میچ اپنے مڈل آرڈر بلے بازوں کی غیر ذمہ داری کی باعث ہارا، ورنہ انجلو کو اگر ایک ریگولر بلے باز بھی مل جاتا تو وہ باآسانی میچ نکال لیتے۔ جب 88 کے مجموعے پر سری لنکا کے محض 2 کھلاڑی آؤٹ تھے تو میچ واضح طور پر ان کے ہاتھوں میں نظر آ رہا تھا لیکن 129 تک پہنچتے پہنچتے تمام بلے باز پویلین لوٹ چکے تھے جن میں تلکارتنے دلشان 40، کپتان مہیلا جے وردھنے 13، لاہیرو تھریمانے 3 اور دنیش چندیمال 37 رنز شامل تھے۔ اس صورتحال میں کہ جب کوئی بلے باز موجود نہ تھا، انجلو نے 64 رنز کی زبردست اننگز کھیلی۔ اس جرات مندانہ اننگز کے دوران انہوں نے آخری وکٹ پر بھی دھمیکا پرساد کے ساتھ 46 رنز کا اضافہ بھی کیا اور آخری اوور میں جب سری لنکا کو فتح کے لیے 18 رنز درکار تھے انہوں نے پہلی دو گیندوں پر چوکا اور چھکا رسید کر کے میچ تقریباً نکال لیا تھا لیکن پانچویں گیند کو لانگ آن پر میدان بدر کرنے کی کوشش میں کیچ آؤٹ ہو گئے اور اتنا قریب پہنچ کر بھی منزل حاصل نہ کر پائے۔ میتھیوز 76 گیندوں پر 4 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 64 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے۔ سری لنکا نے ٹاس جیت کر آسٹریلیا کو بیٹنگ کی دعوت دی تو سری لنکا کے تمام باؤلرز کی یکساں عمدہ کارکردگی کے باعث محض 231 رنز پر ڈھیر ہو گیا۔ اگر کپتان مائیکل کلارک 57 رنز کی اچھی اننگز نہ کھیلتے تو آسٹریلیا کا 200 کے مجموعے تک پہنچنا بھی ممکن نہ تھا کیونکہ 130 رنز اس کی 5 وکٹیں گر چکی تھیں۔ کلارک نے ڈینیل کرسٹیان کے ساتھ مل کر چھٹی وکٹ پر 56 رنز کا اضافہ کیا اور آسٹریلیا کی 200 کا ہندسہ عبور کرنے کی راہ ہموار کی۔ آخری لمحات میں کلنٹ میک کے کے 25 اور مچل اسٹارک کے 14 رنز نے آسٹریلیا کو 231 رنز تک پہنچنے میں مدد دی۔ مائیکل کلارک کو آل راؤنڈ کارکردگی پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

فولادی اعصاب کے دھونی نے بھارت کو مقابلہ جتا دیا

آسٹریلیا گزشتہ میچ میں سری لنکا کے ہاتھوں کو شکست سے بال بال بچ گیا، لیکن اس مرتبہ مہندر سنگھ دھونی کے فولادی اعصاب کے سامنے اس کی ایک نہ چلی جنہوں نے آخری اوور میں درکار 13 رنز ابتدائی 4 گیندوں پر ہی حاصل کر کے بھارت کو سہ فریقی کامن ویلتھ بینک سیریز میں اہم فتح دلا دی۔ کلنٹ میک کے، جنہوں نے دن کا اہم ترین یعنی آخری اوور کرایا، نے پہلی دو گیندوں پر صرف ایک رن دیا اور بھارت خصوصاً دھونی کو مشکل میں ڈال دیا جن کو آخری چار گیندوں پر 12 رنز کی ضرورت تھی لیکن ٹھنڈے مزاج کے دھونی نے اگلی گیند کو وائیڈ لانگ آن باؤنڈری سے باہر پھینک دیا۔ یہ ایک بلند و بالا چھکا تھا، جو تماشائیوں کے درمیان جا گرا۔ اگلی گیند دھونی کی کمر سے بلند فل ٹاس کی صورت میں پھینکی جس کو حریف کپتان نے ہوا میں اٹھایا اور ڈیپ اسکوائر لیگ پر کیچ دے بیٹھے لیکن امپائر نے بلندی کے باعث اس گیند کو نو بال قرار دیا اور یوں بھارت کو دو مزید رنز مل گئے۔ دھونی نے اگلی ہی گیند پر درکار تین رنز مکمل کر کے بھارت کی نیا پار لگا دی۔ قبل ازیں بھارت کی فتح کی بنیاد گوتم گمبھیر کی 92 رنز کی اننگز نے رکھی جبکہ سچن ٹنڈولکر سے محروم مڈل آرڈر میں دھونی اور سریش رائنا کی 61 رنز کی شراکت داری نے بھارت کو لب بام تک پہنچا دیا لیکن 47 ویں اور 49 ویں اوورز میں رینا اور پھر رویندر جدیجا کی وکٹ گرنے سے یکدم میچ بھارت کی گرفت سے نکلنے لگا اور 49 ویں اوور میں اسپنرز یوایز ڈورتھی کی عمدہ باؤلنگ کے بعد تمام تر ذمہ داری دھونی کے کاندھوں پر آ گئی جنہوں نے آخری اوور میں اسے بخوبی نبھایا۔ گمبھیر کے 92 رنز کے علاوہ بھارت کی دوسری سب سے بڑی اننگز مہندر سنگھ دھونی نے کھیلی جو 44 رنز کے ساتھ ناٹ آؤٹ رہے۔ 58 گیندوں پر کھیلی گئی اس اننگز میں صرف ایک باؤنڈری شامل تھی، جو انہوں

نے آخری اوور میں چھکے کی صورت میں لگائی۔ یہ آسٹریلوی سرزمین پر ہدف کے تعاقب میں بھارت کی سب سے بڑی فتح ہے۔ اس سے قبل انہوں نے 1986ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف 260 رنز بنا کر سب سے بڑا ہدف حاصل کیا تھا۔

آسٹریلیا، جس نے ٹاس جیت کر پہلے بلے بازی کا فیصلہ کیا تھا، ابتدا میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کے باوجود لڑکھڑا گیا۔ مائیکل ہسی کی جگہ ٹیم میں شامل کیے گئے پیٹر فورسٹ نے اپنے پہلے ہی بین الاقوامی مقابلے میں 66 رنز کی عمدہ اننگز کھیلی اور انہوں نے ڈیوڈ ہسی کے ساتھ مل کر چوتھی وکٹ پر 98 رنز کا اضافہ کیا۔ لیکن 36 ویں اوور میں فورسٹ کے میدان سے لوٹتے ہی رنز بنانے کی رفتار میں کمی آتی گئی اور آسٹریلیا کے بلے باز آخری 15 اوورز میں صرف 90 رنز بنا پائے اور یہی وہ مرحلہ تھا جہاں سے بھارت کو میچ میں واپس آنے کا پورا موقع ملا۔ فورسٹ نے 66 جبکہ ڈیوڈ ہسی نے 72 رنز بنائے جبکہ حتمی لمحات میں ڈینیل کرسٹیان کے 39 رنز بھی اچھا اضافہ ثابت ہوئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نچلے بلے بازوں کو زیادہ تیز رفتاری سے رنز بنانے کی ضرورت تھی جس میں وہ ناکام رہے اور آسٹریلیا جو ایک لمحے با آسانی 300 سے زائد رنز حاصل کرتا دکھائی دے رہا تھا صرف 269 رنز ہی بنا پایا۔

سری لنکا کی آسٹریلیا پر زبردست فتح، بونس پوائنٹ بھی حاصل کر لیا

باؤلرز، فیلڈرز اور بیٹسمین سب کی یکساں بہترین کارکردگی نے سری لنکا کو کامن ویلتھ بینک سہ فریقی سیریز کے ایک بارش سے متاثرہ مقابلے میں آسٹریلیا کو ایک زبردست شکست دے دی۔ بارش کے باعث 41 اوورز فی اننگز تک محدود کیے گئے اس مقابلے میں سری لنکا کی 8 وکٹوں کی آسان فتح نے اسے بونس پوائنٹ بھی دے دیا۔ مائیکل کلارک کی جگہ قیادت کرنے والے رکی پونٹنگ کے لیے یہ مقابلہ یادگار نہ ہو سکا۔ آخری مرتبہ انہوں نے عالمی کپ 2011ء کے کوارٹر فائنل میں آسٹریلیا کی کپتانی کی تھی جب اسے شکست کھا کر ٹورنامنٹ سے باہر ہونا پڑا تھا اور اب بھی ان کی زیر قیادت شکستوں کا سلسلہ جاری رہا۔ خصوصاً ان کی اپنی کارکردگی بھی مایوس کن رہی اور وہ 2 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے۔ سڈنی میں کھیلے گئے اس مقابلے میں سری لنکا کی شاندار کارکردگی کی بدولت آسٹریلیا 104 رنز پر اپنی 8 وکٹوں سے محروم ہوا۔ اگر ڈیوڈ ہسی 58 رنز کی اننگز نہ کھیلتے تو آسٹریلیا کی کہانی 100 رنز سے قبل ہی مکمل ہو چکی ہوتی۔ انہوں نے نویں وکٹ پر کلنٹ اسٹارک کے ساتھ مل کر اسکور میں 49 رنز کا اضافہ کیا اور مزاحمت دکھائی۔ جب 88 رنز پر آسٹریلیا کے 6 کھلاڑی آؤٹ تھے تو میچ کو بارش نے آلیا اور تقریباً دو گھنٹے کا کھیل ضائع ہوا جس کی وجہ سے میچ کو محدود کر کے 41 اوورز فی اننگز کر دیا گیا۔ یہ وقفہ ملنے کے باعث آسٹریلیا کو کچھ سوچنے کا موقع ملا اور میدان میں واپس آ کر ڈیوڈ ہسی نے اسکور کو آگے بڑھانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ تاہم آخری یعنی 41 ویں اوور میں پوری ٹیم 158 پر آؤٹ ہو گئی اور سری لنکا کو 159 رنز کا ایک آسان ہدف ملا جسے پہلی وکٹ پر مہیلا جے وردھنے اور تلکارتنے دلشان کی 74 رنز کی شراکت نے مزید آسان کر دیا۔ کپتان جے وردھنے 67 گیندوں پر 61 رنز کے ساتھ ناقابل شکست رہے جبکہ دلشان 45 رنز بنانے کے بعد آؤٹ ہوئے۔ سری لنکا کی دوسری گرنے والی وکٹ کمار سنگاکارا کی تھی جنہوں نے 30 رنز کی اننگز کے دوران اپنے ایک روزہ کیریئر کے 10 ہزار رنز مکمل کیے۔ وہ یہ اعزاز حاصل کرنے والے تاریخ کے دسویں بلے باز ہیں۔ سری لنکا نے ڈک ورتھ لوئس طریقہ کار کے تحت ملنے والا 152 رنز کا ہدف 24.1 اوورز میں صرف دو وکٹوں کے نقصان پر حاصل کر لیا اور ایک ہی مقابلے میں شاندار فتح حاصل کر لیا۔ تھیسارا پریرا کو دو وکٹیں حاصل کرنے اور دو کھلاڑیوں کو رن آؤٹ کرنے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

آسٹریلیا نے بھارت کو آؤٹ کلاس کر دیا، بونس پوائنٹ کے ساتھ فتح

بین ہلفنہاس اور بریٹ لی کی تباہ کن باؤلنگ نے بھارت کی گزشتہ فتح کا نشہ ہرن کر دیا۔ بھارت اپنی ناقص بلے بازی کے باعث ایک مرتبہ پھر مکمل طور پر ناکام ثابت ہوا اور 110 رنز کی بھاری شکست کا حقدار ٹھہرا اس بڑی فتح کے نتیجے میں آسٹریلیا کو بونس پوائنٹس بھی ملا ادھر مائیکل کلارک کی عدم موجودگی میں رکی پونٹنگ کی زیر قیادت آسٹریلیا گزشتہ مقابلے میں شکست کے بعد بھارت کے خلاف اہم معرکے میں مختلف روپ میں نظر آیا اور بلے بازوں اور باؤلرز دونوں نے اپنی بھرپور ذمہ داریاں نبھائیں۔ آسٹریلیا نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کی اور سوائے رکی پونٹنگ کے تمام ہی بلے بازوں کی عمدہ کارکردگی کے باعث اسکور بورڈ پر 288 رنز جمانے میں کامیاب ہوا۔ دولن گابا، برسبین کی تیز پچ پر یہ کافی سے زیادہ اسکور تھا۔ سب سے اہم اننگز مائیکل ہسی نے کھیلی جنہوں نے 52 گیندوں پر 59 رنز بنائے جبکہ پیٹر فورسٹ نے 52 رنز کے ساتھ ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ دونوں نے چوتھی وکٹ پر 100 رنز جوڑے جبکہ ان سے قبل اوپنرز میتھیو ویڈ اور ڈیوڈ وارنر نے 70 رنز کی شراکت داری فراہم کی۔ وارنر 43 رنز بنانے کے بعد آؤٹ ہونے والے پہلے کھلاڑی تھے جبکہ ان کے بعد آسٹریلیا کو جلد ہی اپنے کپتان رکی پونٹنگ سے محروم ہو جانا پڑا جو 7 رنز بنا پائے۔ 117 کے مجموعے پر میتھیو ویڈ 45 رنز بنا کر پویلین لوٹے تو مائیکل ہسی اور پیٹر فورسٹ کی سنچری شراکت داری قائم ہوئی جس کے سہارے آخری اوورز میں ڈیوڈ ہسی اور ڈینیل کرسٹیان نے حتمی 6 اوورز میں 65 رنز تیز رفتار شراکت داری قائم کی اور اسکور کو 288 تک پہنچا دیا۔ ڈیوڈ ہسی 20 گیندوں پر 26 اور کرسٹیان 18 گیندوں پر 30 رنز بنا کر نا قابل شکست رہے۔ جواب میں بھارت بریٹ لی اور بین ہلفنہاس کی تباہ کن گیند بازی کا سامنا نہ کر سکا۔ جنہوں نے پچ سے ملنے والی مدد کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور 36 کے مجموعے تک بھارت کے 4 ٹاپ بلے بازوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ ہلفنہاس جو 2009ء کے بعد پہلی بار کسی ایک روزہ مقابلے میں آسٹریلیا کی نمائندگی کر رہے تھے، نے یادگار کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور سچن ٹنڈولکر، ویرات کوہلی اور مہندر سنگھ دھونی جیسی اہم وکٹوں سمیت مجموعی طور پر 5 کھلاڑیوں کو شکار کیا۔ یہ ان کے مختصر ایک روزہ کیریئر میں پہلا موقع ہے کہ انہوں نے ایک اننگز میں 5 وکٹیں حاصل کی ہوں۔ بھارت کے عظیم بلے باز سچن ٹنڈولکر سب سے مایوس کن انداز میں آؤٹ ہوئے۔ سب سے پہلے تو انہوں نے اپنے ہیلمٹ پر بریٹ لی کی ایک باؤنسر سہی اور اس کے بعد بریٹ لی ہی کی ایک اوپر اٹھتی ہوئی گیند کو سلپ کے اوپر سے تھرڈ مین باؤنڈری کی راہ دکھانے کی ناکام کوشش کی اور وہاں کھڑے زیویئر ڈوہرتی کے ہاتھوں میں براہ راست کیچ تھما بیٹھے۔ دوسری جانب ویرات کوہلی کا آؤٹ تیسرے امپائر کے فیصلے کے بعد دیا گیا جنہیں سلپ میں ڈیوڈ ہسی نے کیچ آؤٹ کیا۔ کوہلی ہیڈن کی طرح اس فیصلے سے بھی ناخوش تھے۔ 82 رنز پر 5 کھلاڑیوں کے آؤٹ ہو جانے کے بعد بھارت کے میچ میں واپس آنے کے امکانات بہت کم تھے تاہم کپتان مہندر سنگھ دھونی نے 56 رنز کی مزاحمتی اننگز کھیلی۔

سری لنکا بھارت کیلئے بھاری ثابت ہو گیا، زبردست فتح

اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ کھیلنے کے باوجود بھارت سہ فریقی کامن ویلتھ بینک سیریز کے اہم معرکے میں سری لنکا کو زیر کرنے میں ناکام ہو گیا۔ حتیٰ کہ ان کھلاڑیوں کو جنہیں روٹیشن پالیسی کے تحت آرام دیا جاتا تھا، انہیں بھی ٹیم کا حصہ بنایا گیا اور ایک اسپنر بھی کھلایا گیا لیکن یہ تمام جال سری لنکا کو پھنسانے میں ناکام رہے اور بھارت 51 رنز کی شکست سے دوچار ہوا۔ مہندر سنگھ دھونی بھارت کے دو مرتبہ سلو اوور ریٹ کے مرتکب ٹھیرنے پر ایک میچ کی پابندی کی سزا بھگت رہے تھے اور اس میچ میں نہیں کھیلے۔ اگر وہ ہوتے تو ضرور عرفان پٹھان کے ساتھ ان کی شراکت داری میچ میں فیصلہ کن کردار ادا کرتی، جنہیں آخری وقت میں ایک قابل بھروسہ ساتھی کی بہت کمی محسوس ہوئی۔ دھونی کی جگہ کھیلنے والے پارتھیو پٹیل صرف 4 رنز بنا پائے۔ بہر حال، ٹاس جیتا سری لنکا اور گابا، برسبین کی تیز پچ پر پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا اور کیا ہی درست فیصلہ رہا۔ تجربہ کار اوپنرز مہیلا جے وردھنے اور تلکارتنے دلشان نے 95 رنز کا زبردست پلیٹ فارم مہیا کیا اور مڈل آرڈر نے اس کا بھرپور استعمال کیا۔ گو کہ سری لنکا کمار سنگاکارا کو جلد ہی کھو بیٹھا لیکن نوجوان دنیش چندیمال اور لاہیرو تھریمانے کی 71 رنز کی شراکت اور بعد ازاں ان فارم انجیلو میتھیوز کی 49 رنز کی تیز رفتار و ناقابل شکست اننگز نے سری لنکا کو ایک اچھے مجموعے تک پہنچا دیا۔ چندیمال نے 38 اور تھریمانے نے 62 رنز بنائے۔ تھریمانے اور انجیلو نے پانچویں وکٹ پر 49 رنز جوڑے۔ آخری 8 اوورز میں سری لنکا کے بلے بازوں نے 81 رنز بنائے اور یہیں سے میچ پر بھارت کی گرفت کمزور پڑ گئی۔ ان رنز میں سے 24 رنز ونے کمار کے دو اوورز میں اور اتنے ہی رنز کوہلی اور رائنا کے اوور میں حاصل کیے گئے۔ مقررہ 50 اوورز کے اختتام پر سری لنکا نے 6 وکٹوں پر 289 رنز بنائے اور بھارت کو 50 اوورز میں 290 رنز کا مشکل ہدف ملا۔ بھارت نے دو تجربہ کار ترین بلے بازوں وریندر سہواگ اور سچن ٹنڈولکر سے اوپننگ کروائی اور گزشتہ تین میچز میں دو مرتبہ سنچری کے قریب پہنچنے والے گوتم گمبھیر کو تیسرے نمبر پر بھیجا گیا۔ نتیجہ کیا نکلا؟ سہواگ تو عادت سے مجبور ہو کر ایک باہر جاتی ہوئی گیند کھیلنے کی کوشش میں پویلین لوٹے ہی ساتھ میں گمبھیر کا تسلسل بھی توڑ گئے جو نووان کولاسیکرا کی عمدہ باؤلنگ کا دوسرا نشانہ بنے جو ان سے قبل 22 کے انفرادی اسکور پر سچن ٹنڈولکر کو بھی بولڈ کر چکے تھے۔ صرف 54 کے مجموعے پر بھارت اپنے ابتدائی تین اہم بلے بازوں سے محروم ہو چکا تھا اور نوجوان مڈل آرڈر پر بھاری ذمہ داری ڈال گیا۔ ویرات کوہلی اور سریش رائنا نے 92 رنز کی شراکت داری کر کے میچ بچانے کی کوشش کی لیکن اس شراکت کے قیام میں ان سے زیادہ اہم کردار سری لنکن فیلڈرز کا تھا جنہوں نے تین کیچ ضائع کیے لیکن یہ موقع ملنے کے باوجود بھارت مقابلے میں واپس نہ آ سکا کیونکہ ملنے والا ہدف اس کی پہنچ سے کہیں دور تھا۔ اور بالآخر رائنا کے لڑکھڑاتے ہی سری لنکا مقابلے پر غالب آ گیا۔ رائنا نے 55 گیندوں پر 32 رنز بنائے اور فروز مہاروف کا واحد شکار بنے۔ اس موقع پر ویرات کوہلی کو کسی ایسے شراکت دار کی ضرورت تھی جو اننگز کو دوبارہ درست طریقے پر ڈال سکے لیکن دھونی کی عدم موجودگی میں بھارت کو لوئر مڈل آرڈر میں بڑا خلا محسوس ہوا اور اس خلا کے دباؤ کو محسوس کرتے ہوئے کوہلی خود ہی آؤٹ ہو گئے۔ انہوں نے 83 گیندوں پر 66 رنز کی ذمہ دارانہ اننگز کھیلی لیکن جو دھچکا بھارت کو ابتدا میں لگ چکا تھا اس سے نکلنے کے لیے مڈل آرڈر سے معجزانہ کارکردگی کی توقع تھی جو وہ پیش نہ کر پایا۔ آخر میں عرفان پٹھان نے 34 گیندوں پر 47 رنز کی مزاحمتی اننگز کھیلی لیکن انہیں کسی کا اچھا ساتھ نہ مل سکا، تاہم وہ شکست کا مارجن کم کرنے اور سری لنکا کا بونس پوائنٹ ضائع کرنے میں کامیاب ہوئے۔ بالآخر 46 ویں اوور کی پہلی گیند پر عرفان خود تھیسارا پریرا کو کیچ تھما کر اپنی اور بھارت کی اننگز کا خاتمہ کر گئے۔ پوری ٹیم 238 رنز پر ڈھیر ہو گئی اور اہم معرکے میں شکست اس کا مقدر ٹھہری۔ کولاسیکرا کو میچ کی اہم ترین وکٹیں سمیٹنے پر بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

☆☆☆

زمبابوے کی شرمناک کارکردگی، نیوزی لینڈ کا وائٹ واش

نیوزی لینڈ نے مسلسل تیسرے ایک روزہ بین الاقوامی مقابلے میں زمبابوے کو بدترین شکست دے کر ایک مرتبہ پھر دہائیاں پیچھے پہنچا دیا ہے، جب افریقی ملک بڑی ٹیموں کے خلاف جدوجہد کرتا دکھائی دیتا تھا۔ لیکن خاص طور پر جو حال اس کا بیرون ملک سرزمین پر ہو رہا ہے، اس سے اندازہ ہو رہا ہے کہ اندرونی سیاست اور بورڈ میں نااہل افراد کی موجودگی کرکٹ پر کتنے بھیانک اثرات مرتب کرتی ہے۔ یہ گھٹیا سوچ زمبابوے کی بین الاقوامی کرکٹ کے دھارے میں واپسی کو سخت دھچکا پہنچائے گا۔ نیپئر کے میک لین پارک میں ہونے والے تیسرے و آخری ایک روزہ بین الاقوامی مقابلے میں نیوزی لینڈ نے زبردست بلے بازی کرتے ہوئے 373 رنز بنائے اور جواب میں زمبابوے کو صرف 171 رنز پر ڈھیر کر دیا۔ میچ کی خاص بات نیوزی لینڈ کے ٹاپ آرڈر بالخصوص کپتان برینڈن میک کولم کی برق رفتار بلے بازی تھی جنہوں نے صرف 88 گیندوں پر 7 چوکوں اور 5 چھکوں کی مدد سے 119 رنز بنائے۔ جبکہ اوپنرز راب نکول اور مارٹن گپٹل نے 153 رنز کی شراکت داری قائم کی جس میں نکول 61 اور گپٹل 85 رنز بنا کر یکے بعد دیگرے آؤٹ ہوئے۔ جس کے بعد چارج کپتان میک کولم نے سنبھالا جنہوں نے زمبابوین گیند بازوں سے انتہائی بے رحمانہ برتاؤ کیا اور آخری اوور کی آخری گیند پر ہی آؤٹ ہوئے جب اسکور 373 رنز پر پہنچ چکا تھا۔ یہ نیوزی لینڈ کی ایک روزہ تاریخ کا تیسرا سب سے بڑا مجموعہ ہے۔ نیوزی نے 2005ء میں زمبابوے ہی کے خلاف 397 رنز بنائے تھے جو ان کا قومی ریکارڈ ہے۔ یہ برینڈن میک کولم کے کیریئر کی چوتھی سنچری تھی اور اسٹرائیک ریٹ کے لحاظ سے سب سے بہترین اننگز بھی۔ نیوزی لینڈ کے بلے بازوں نے کل ملا کر 16 چھکے لگائے جن میں سے مارٹن گپٹل اور برینڈن میک کولم نے 5،5 جبکہ ناتھن میک کولم نے 3، راب نکول نے 2 اور ٹام لیتھم نے ایک چھکا رسید کیا۔ زمبابوین باؤلرز کی جو درگت بنی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک روزہ کرکٹ کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ جب دو گیند بازوں کو ایک ہی مقابلے میں 90 سے زائد رنز پڑے ہوں۔ نیوزی لینڈ نے زمبابوے کے اسٹرائیک باؤلر برائن وٹوری سے 9 اوورز میں 105 اور ایلٹن چگمبورا سے 10 اوورز میں 92 رنز لوٹے۔ وٹوری کو پڑنے والے 105 رنز کسی بھی باؤلرز کی جانب سے دیے گئے دوسرے سب سے زیادہ رنز ہیں۔ سب سے زیادہ رنز دینے کا ریکارڈ آسٹریلیا کے مک لوئس کے پاس ہے جنہوں نے مارچ 2006ء میں جنوبی افریقہ کے خلاف دس اوور میں 113 رنز دیے تھے۔ باؤلنگ میں، اور فیلڈنگ میں بھی، اس بدترین مظاہرے کے بعد اولین دونوں مقابلے بلا مزاحمت ہارنے والے زمبابوے سے کسی معجزے کی امید نہیں کی جا سکتی تھی اور یہی ہوا کہ اوپنرز ایک مرتبہ پھر ناکام ہوئے اور 14 رنز کے مجموعے پر دونوں پویلین میں بیٹھے تھے۔ آنے والے بلے بازوں میں سوائے کپتان برینڈن ٹیلر کے کسی نے قابل ذکر مزاحمت نہیں کی۔ ٹیلر نے 62 گیندوں پر 2 چھکوں اور 6 چوکوں کی مدد سے 65 رنز بنائے اور پوری ٹیم 44 اوورز میں 171 رنز پر آؤٹ ہو گئی۔ نیوزی لینڈ کی جانب سے تارون میتھولا، ناتھن میک کولم اور کین ولیم سن نے 2،2 جبکہ ڈوگ بریسویل اور مائیکل بیٹس نے 1،1 وکٹ حاصل کی۔

ایک سبزی مائل وکٹ پر اپنے چار تیز گیند بازوں کی مدد سے نیوزی لینڈ نے زمبابوے کو پہلے ایک روزہ بین الاقوامی مقابلے میں با آسانی 90 رنز سے زیر کر لیا۔ یونیورسٹی اوول، ڈنیڈن میں میزبان نیوزی لینڈ نے حریف ٹیم کی جانب سے ملنے والی بلے بازی کی دعوت کو بخوشی قبول کیا اور باؤلرز کے لیے سازگار وکٹ کے باوجود 248 رنز کا مجموعہ اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ البتہ یہاں تک پہنچنے کے لیے اسے اپنی تمام وکٹیں ضرور گنوانا پڑیں۔ نیوزی لینڈ کے اننگز ساز کھلاڑی دائیں ہاتھ سے بلے بازی کرنے والے مارٹن گپٹل رہے جنہوں نے صورتحال کے رنگ میں ڈھلنے کے بجائے اپنے روایتی تیز رفتار انداز سے بلے بازی کی اور 66 گیندوں پر 70 رنز بنا کر میزبان ٹیم کی فتح کی بنیاد رکھی۔ گپٹل کے بعد کین ولیم سن، ناتھن میک کولم اور اینڈریو ایلس کی مختصر اننگز نے نیوزی لینڈ کے سفر کو جاری رکھا۔ ولیم سن نے 35، ناتھن نے 30 اور ایلس نے 33 رنز بنائے۔ لیکن تمام تر کوششوں کے باوجود ٹیم پورے اوورز نہ کھیل سکی اور 49 ویں اوور میں 248 رنز پر تمام ہوئی۔ زمبابوے کے باؤلرز نے کنڈیشنز اور وکٹ پر موجود گھاس سے ملنے والی مدد کا بھرپور استعمال کیا۔ شنگی ماساکازا نے سب سے زیادہ 4 وکٹیں حاصل کیں جبکہ کائل جارویس اور ایلٹن چگمبورا کو 2،2 وکٹیں ملیں۔ گزشتہ سال بنگلہ دیش کے خلاف ایک روزہ میچ میں چہرے پر گیند لگنے کی وجہ سے اپنے کئی دانت گنوا بیٹھنے والے باؤلر کیگن میتھ نے ایک وکٹ حاصل کی۔ جواب میں محض 15 رنز پر تین وکٹیں گنوا بیٹھنے کے باوجود زمبابوے خصوصاً ان کے کپتان برینڈن ٹیلر نے ہمت نہیں ہاری۔ ٹیلر نے نیوزی لینڈ کے ڈومیسٹک سیزن میں شرکت کے تجربے کا بھرپور فائدہ اُٹھایا اور بلے بازوں کے لیے مشکل صورتحال کے باوجود بلیک کیپس کی پیس بیٹری کا بھرپور مقابلہ کیا۔ البتہ انہیں اپنے کسی ساتھی کی جانب سے وہ مدد نہ مل سکی جو منزل کی جانب پیش قدمی میں کارآمد ثابت ہوتی۔ ٹیلر نے 68 گیندوں پر ایک چھکے اور 8 چوکوں کی مدد سے 58 رنز بنائے۔ آخری مرتبہ جب دونوں ٹیمیں زمبابوین سرزمین پر آمنے سامنے آئی تھیں تو نیوزی لینڈ کو ایک انتہائی سنسنی خیز معرکے کے بعد شکست کا ذائقہ چکھنا پڑا تھا لیکن اس مرتبہ ایسا نہیں ہوا کیونکہ زمبابوے کی اننگز 42 ویں اوور کے آغاز کے ساتھ ہی 158 رنز پر ہی مکمل ہو گئی۔ یوں اسے نیوزی لینڈ نے با آسانی 90 رنز کی فتح سمیٹی۔ نیوزی لینڈ کی جانب سے راب نکول نے سب سے زیادہ یعنی 4 وکٹیں حاصل کیں جبکہ تین وکٹیں کائل ملز کو ملیں۔ یہ تقریباً دو سال قبل پہلے ایک روزہ بین الاقوامی مقابلے کی میزبانی کرنے والے یونیورسٹی اوول کا دوسرا ایک روزہ مقابلہ تھا۔ اس مرتبہ بھی فتح نے نیوزی لینڈ کے قدم چومے۔ مارٹن گپٹل کو سب سے نمایاں اننگز کھیلنے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

نیوزی لینڈ نے زمبابوے کو 141 رنز کے بھاری مارجن سے شکست دے کر ایک روزہ سیریز با آسانی جیت لی۔ جس کی خاص بات 28 سالہ اوپنر راب نکول کی 146 رنز کی زبردست اننگز تھی جو 6 چھکوں اور 10 چوکوں سے مزین تھی جس کی بدولت نیوزی لینڈ نے اپنی تاریخ کے بڑے مجموعوں میں سے ایک اکٹھا کیا۔ بیرون ملک زمبابوے کی بدترین کارکردگی کا تسلسل جاری رہا جس کے نہ صرف گیند باز بلکہ بلے باز بھی مکمل طور پر ناکام رہے اور نیوزی لینڈ کی جارحانہ حکمت عملی نے اسے مسلسل دیوار کے ساتھ ہی لگائے رکھا۔ کوب ہیم اوول، وانگھیری میں کھیلے گئے دوسرے ایک روزہ مقابلے میں زمبابوے نے ٹاس جیت کر میزبان ٹیم کو بلے بازی کی دعوت دی لیکن پہلی وکٹ پر نکول اور مارٹن گپٹل کے درمیان 131 رنز کی شراکت داری نے برینڈن ٹیلر کے اس فیصلے کو غلط ثابت کر دیا۔ 33 ویں اوور میں جب نیوزی لینڈ کا اسکور 208 رنز تک پہنچ چکا تھا تو اس کی ایک وکٹ ہی ضائع ہوئی تھی اور آنے والے شعلہ فشاں بلے بازوں خصوصاً برینڈن میک کولم کے ہوتے ہوئے توقع کی جا رہی تھی کہ نیوزی لینڈ بہت بڑا اسکور کرے گا لیکن میک کولم کی محض 20 رنز پر روانگی نے اس مقصد کو دھچکا پہنچایا۔ اس لیے تمام تر ذمہ داری نکول نے اپنے کاندھوں پر لی اور 49 ویں اوور تک ان کا بلا رنز تیزی سے اُگلتا رہا اور بالآخر 146 رنز پر ان کی اننگز تمام ہوئی۔ انہوں نے صرف 134 گیندوں کا سامنا کیا جبکہ آخر میں ٹام لیتھم کے 28 گیندوں پر 48 رنز نے ان کے کام کو کافی آسان کیا اور 50 اوورز کی تکمیل پر نیوزی لینڈ کا اسکور 6 وکٹوں پر 372 پر پہنچ چکا تھا۔ زمبابوے کی جانب سے پراسپر اتسیا نے 3 وکٹیں حاصل کیں جبکہ شنگی ماساکازا، رے پرائس اور ہملٹن ماساکازا کو ایک، ایک وکٹ ملی۔

جواب میں زمبابوین اوپنرز کی ناکامی کا سلسلہ بدستور جاری رہا جو 12 کے مجموعے تک آؤٹ ہو چکے تھے لیکن زمبابوے کو بڑا نقصان ان فارم کپتان برینڈن ٹیلر کی وکٹ کی صورت میں اٹھانا پڑا جو 17 کے مجموعی اسکور پر 4 رنز بنا کر آؤٹ ہو گئے۔ فتح کی جانب پیشقدمی کا تصور باؤلرز کی ناقص کارکردگی کے ساتھ ہی ختم ہو چکا تھا، اس لیے آنے والے بلے بازوں نے بس ایک بہتر مجموعے کے حصول اور شکست کے مارجن کو کم سے کم کرنے کی جدوجہد کی۔ اس دوران سابق کپتان تاتندا تائبو کے 50 اور ایلٹن چگمبورا کے 63 رنز قابل ذکر رہے جبکہ شنگی ماساکازا نے آخر میں 2 چھکوں اور 3 چوکوں سے مزین 38 رنز کی اننگز کھیلی۔ مقررہ 50 اوورز کے اختتام تک زمبابوے 8 وکٹوں کے نقصان پر 231 رنز پر ہی پہنچ پایا۔ نیوزی لینڈ کی جانب سے سب سے زیادہ وکٹیں جیکب اورم نے حاصل کیں جنہوں نے 10 اوورز میں صرف 29 رنز دے کر 3 وکٹیں سمیٹیں جبکہ دو وکٹیں کائل ملز اور ایک، ایک وکٹ ٹم ساؤتھی، راب نکول اور کین ولیم سن کو ملی۔ راب نکول کو عمدہ سنچری اننگز پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

راب نکول

جنوبی افریقہ کا اینٹی چوک، نیوزی لینڈ کی ناقابل یقین شکست

اگر آپ نے یہ دیکھنا ہو کہ اپنے ہاتھوں سے مقابلہ کیسے گنوایا جاتا ہے تو جنوبی افریقہ۔نیوزی لینڈ تیسرا ٹی ٹوئنٹی دیکھ لیں جہاں نیوزی لینڈ کو آخری پانچ اوورز میں صرف 25 رنز درکار تھے اور اس کی 7 وکٹیں باقی تھیں، لیکن اس کے بلے بازوں کی نااہلی اور جنوبی افریقہ کے بالرز کی بہت ہی عمدہ بالنگ نے میچ کا پانسہ پلٹ کر رکھ دیا۔ فتح کے اتنے نزدیک پہنچ کر بھی جیت حاصل نہ کر پانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ نیوزی لینڈ مقابلے کے ساتھ ساتھ سیریز بھی گنوا بیٹھا اور درجہ بندی میں بھی تنزلی کا شکار ہو گیا۔ جنوبی افریقہ جو چوکر کا داغ ماتھے پر لیے عرصے سے پھر رہا تھا، اس مرتبہ حیران کن طور پر روایت کے برعکس کارکردگی دکھائی جو بقول شخصے اینٹی چوک پرفارمنس ہے۔ اس فتح کے ہیرو رہے تو جوان و نوآموز مرچنٹ دے لانگے، جنہوں نے اپنے کیریئر کے محض تیسرے ٹی ٹوئنٹی میں ایسے وقت میں کمال کی گیند بازی کی جب نیوزی لینڈ کو آخری اوور میں صرف 7 رنز درکار تھے۔ جبکہ ان سے قبل مورنے مورکل اور یوہان بوتھا کے اچھے اوورز نے میچ کو آخری اوور تک لے جانے میں اہم کردار ادا کیا۔

اب کہانی سنیے اس آخری اوور کی جس میں نیوزی لینڈ کو جیتنے کے لیے آخری اوور میں 7 رنز چاہیے تھے اور پانچ وکٹیں باقی تھیں۔ اوور کی پہلی گیند پر جیمز فرینکلن نے لانگ آف کی جانب ایک رن لیا اور ناتھن میک کولم اگلی گیند کا سامنا کرنے آئے جنہوں نے ایک شارٹ اور باہر جاتی ہوئی گیند کو اس دھوکے میں جانے دیا کہ شاید امپائر اسے وائیڈ دے دے گا لیکن امپائر نے ایسا نہیں کیا اور یہیں سے نیوزی لینڈ گھبرا گیا۔ ناتھن نے تیسری گیند کو پل کرنے کی کوشش کی اور وکٹوں کے پیچھے حریف کپتان ابراہم ڈی ویلیئرز کو کیچ تھما بیٹھے۔ آنے والے بلے باز ڈوگ بریسویل نے پہلے ایک بانسر کھایا اور اگلی گیند کو میدان سے باہر پھینکنے کی کوشش کی لیکن گیند وہ ہوا کی سیر کرتی ہوئی پوائنٹ پوزیشن پر ہاشم آملہ کے مضبوط ہاتھوں میں جا پہنچی۔ اب نیوزی لینڈ کو آخری گیند پر چھ رنز درکار تھے، اور یہاں دے لانگے ایک بڑی غلطی کر بیٹھے۔ انہوں نے اگلا گیند نوبال کی صورت میں پھینک دیا اور ٹم ساؤتھی نے بھاگ کر ایک رن بھی بنا لیا۔ اب آخری گیند پر اسے فری ہٹ بھی ملی یعنی کہ نیوزی لینڈ کی وکٹ نہ گر سکتی تھی لیکن اصل مسئلہ وکٹ گرنے کا نہ تھا کہ بلکہ یہ تھا کہ ساتھی آخری گیند پر چوکا مار پائیں گے یا نہیں؟ اور حقیقت یہ تھی کہ اس کا امکان 10 فیصد ہی تھا الا یہ کہ قسمت نیوزی لینڈ کے ساتھ ہوتی۔ بہرحال، ساتھی نے بلا گھمایا لیکن گیند سیدھا وکٹ کیپر کے دستانوں میں پہنچی اور یوں جنوبی افریقہ نے حیران کن طور پر 3 رنز سے کامیابی حاصل کر لی۔ دراصل 16 ویں اوور میں مورنے مورکل کے ہاتھوں کین ولیم سن کا آؤٹ ہونا اور پھر 17 اور 18 ویں اوور میں رائیڈر کا صرف 7 رنز بنا پانا ہی وہ مرحلہ تھا جس نے نیوزی لینڈ کے خیمے میں ہنگامی صورتحال پیدا کر دی تھی۔ گو کہ 18 ویں اوور کی آخری گیند پر رائیڈر کو زندگی بھی ملی لیکن 19 ویں اوور کے آخر میں رائیڈر کا آٹ ہونا ایسی ضرب ثابت ہوا جس سے نیوزی لینڈ باہر نہ نکل پایا۔ 19 ویں اوور میں یوہان بوتھا نے صرف 3 رنز دیے اور معاملے کو آخری اوور تک لے گئے جہاں نیوزی لینڈ کو 6 رنز درکار تھے اور دے لانگے کی عمدہ گیند بازی کے سامنے اس کے آخری بلے بازوں کی ایک نہ چلی۔ قبل ازیں 166 رنز کے ہدف کے تعاقب میں ابتدائی 6 اوورز میں بغیر کسی وکٹ کے نقصان کے ملنے والی 65 رنز کی شراکت داری نے نیوزی لینڈ کی فتح کو یقینی بنا دیا تھا اور اس وقت تک کوئی شک ہی نہ تھا جب رائیڈر اور ولیم سن موجود تھے اور نیوزی لینڈ کو 6 سے بھی کم اوسط سے رنز درکار تھے۔ اوپنرز راب نکول نے 33 اور مارٹن گپٹل نے 26 رنز بنائے جبکہ جیسی رائیڈر 42 گیندوں پر 52 رنز کے ساتھ ٹاپ اسکورر رہے۔ ولیم سن 19 گیندوں پر 18 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے۔ گو کہ بالرز کی ویسے کارکردگی کوئی خاص نہیں رہی کیونکہ انہوں نے مختصر سے مقابلے میں 12 وائیڈ گیندیں پھینکیں لیکن اہم مواقع پر وکٹیں حاصل کرنا خصوصاً اختتامی اوورز میں مورکل، بوتھا اور دے لانگے کی عمدہ گیند بازی نے غیر یقینی فتح کی راہ ہموار کی۔ قبل ازیں نیوزی لینڈ نے ٹاس جیت کر جنوبی افریقہ کو بلے بازی کی دعوت دی جو ژاں پال ڈومنی کے 38، ہاشم آملہ کے 33 اور ابراہم ڈی ویلیئرز کے 29 رنز کے بعد آخری لمحات میں وین پارنل کے 22 رنز کی بدولت 165 رنز کا مجموعہ اکٹھا کرنے میں کامیاب ہوا اور اس کے لیے 7 وکٹیں گنوائیں۔ گزشتہ میچ کے ہیرو رچرڈ لیوی اس مرتبہ شعلہ فشانی نہ دکھا پائے اور 11 کے انفرادی اسکور پر فرینکلن کا واحد نشانہ بنے۔ آخری 3 اوورز میں پارنل اور پیٹرسن نے 27 رنز سمیٹے اور ایک اچھے مجموعے تک پہنچنے کو ممکن بنایا۔ نیوزی لینڈ نے صرف 20 اوورز پھینکنے کے لیے 7 گیند باز آزمائے جن میں سے ٹم ساؤتھی اور راب نکول کو 2، 2 جبکہ جیمز فرینکلن اور ناتھن میک کولم کو 1، 1 وکٹ حاصل ہوئی۔ اس شاندار سیریز فتح کے ساتھ ہی جنوبی افریقہ ٹی ٹوئنٹی کی عالمی درجہ بندی میں دوسرے نمبر پر پہنچ گیا ہے جبکہ نیوزی لینڈ تنزلی کے ساتھ چوتھی پوزیشن پر آ گیا ہے۔ یوہان بوتھا کو ڈیتھ اوورز میں حریف بلے بازوں کو باندھ رکھنے اور مارٹن گپٹل اور جیسی رائیڈر کی قیمتی ترین وکٹیں حاصل کرنے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا

رچرڈ لیوی کی ریکارڈ ساز سنچری اننگز کی بدولت جنوبی افریقہ نے نیوزی لینڈ کو دوسرے ٹی ٹوئنٹی میں شکست دے کر سیریز برابر کر ڈالی۔ لیوی نے صرف 45 گیندوں پر سنچری داغ کر ٹی ٹوئنٹی کرکٹ کی تاریخ کی تیز ترین سنچری بنائی اور ساتھ ساتھ 13 چھکے لگا کر اننگز میں سب سے زیادہ چھکے لگانے کا ریکارڈ بھی بنا ڈالا۔ صرف دوسرا بین الاقوامی میچ کھیلنے والے رچرڈ نے پاکستان کے جارحانہ مزاج بلے باز شاہد خان آفریدی کی یاد تازہ کر دی کیونکہ انہوں نے بھی اپنے دوسرے ہی بین الاقوامی مقابلے میں 37 گیندوں پر سنچری اسکور کر کے ایک روزہ کرکٹ کی تاریخ کی تیز ترین سنچری بنائی تھی، جو آج 16 سال گزرنے کے بعد بھی ایک ریکارڈ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ لیوی کا بنایا گیا یہ ریکارڈ کب تک برقرار رہتا ہے۔ ان سے قبل ٹی ٹوئنٹی کرکٹ میں تیز ترین سنچری کا ریکارڈ ویسٹ انڈیز کے کرس گیل اور نیوزی لینڈ کے برینڈن میک کولم کے پاس تھا جنہوں نے 50،50 گیندوں پر سنچریاں بنائی تھیں۔ گیل نے ستمبر 2007ء میں جنوبی افریقہ ہی کے خلاف جوہانسبرگ میں 57 گیندوں پر 117 رنز کی اننگز کھیلی تھی جس میں 10 چھکے شامل تھے جبکہ برینڈن میک کولم نے فروری 2010ء میں آسٹریلیا کے خلاف کرائسٹ چرچ میں 56 گیندوں پر 116 رنز بنائے تھے۔ جس میں 8 چھکے شامل تھے۔ ایک اننگز میں سب سے زیادہ چھکے مارنے کا ریکارڈ کرس گیل ہی کو حاصل ہے جنہوں نے مذکورہ بالا میچ میں 10 چھکے لگائے تھے لیکن اب دونوں ریکارڈز جنوبی افریقہ کے نوجوان رچرڈ لیوی کے پاس ہیں۔ گو کہ نیوزی لینڈ نے پہلے بیٹنگ کرتے ہوئے 173 رنز کا مجموعہ اکٹھا کیا تھا لیکن ہملٹن کے سیڈن پارک کی چھوٹی باؤنڈریز اور لیوی کی جارح مزاجی میزبان ٹیم کی شکست کے لیے کافی ثابت ہوئی اور جنوبی افریقہ نے اتنا بڑا ہدف با آسانی حاصل کر لیا۔ جنوبی افریقی اننگز میں شاید ہی کوئی لمحہ ایسا ہو جب رنز بنانے کی رفتار 10 رنز فی اوور کے اوسط سے کم ہوئی ہو۔ رچرڈ لیوی کی اننگز 'کلین ہٹنگ' کی عمدہ مثال تھی اور انہوں نے میدان کے چھوٹے حجم کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ گو کہ جنوبی افریقہ ابتدا ہی میں ایک مرتبہ پھر ناکام ہونے والے ہاشم آملہ اور تیسرے نمبر پر بھیجے گئے آل راؤنڈر وین پارنل کی وکٹیں کھو بیٹھا تھا لیکن لیوی کی اننگز نے کسی بھی لمحے نیوزی لینڈ کو حاوی نہ ہونے دیا۔ لیوی نے دیگر باؤلرز کو تو درکنار نیوزی لینڈ کے اہم گیند بازوں ٹم ساؤتھی اور ڈوگ بریسویل کو بھی نہ چھوڑا جبکہ بریسویل کو ایک تو ہی اوور میں دو چھکے اور ایک چوکا رسید کیا۔ ساؤتھی کے مقررہ 4 اوورز میں 40 رنز پڑے۔ لیوی نے مجموعی طور پر 51 گیندوں پر 117 رنز بنائے، جس میں 13 چھکے اور 5 چوکے شامل تھے جبکہ کپتان ابراہم ڈی ویلیئرز 36 گیندوں پر 39 رنز کے ساتھ ناقابل شکست رہے۔ جنوبی افریقہ نے 174 رنز کا ہدف صرف 16 اوورز میں حاصل کر لیا۔ قبل ازیں نیوزی لینڈ کے بلے بازوں کی مشترکہ کاوش بلیک کیپس کو مقررہ 20 اوورز میں 4 وکٹوں کے نقصان پر 173 رنز پہنچانے میں کامیاب ہوئی۔ ان فارم مارٹن گپٹل نے سب سے زیادہ 47 رنز بنائے اور بدقسمتی سے ایک اور نصف سنچری سے محروم رہ گئے۔ وہ گزشتہ 6 بین الاقوامی مقابلوں سے ہر میچ میں نصف سنچری داغتے آ رہے تھے لیکن مسلسل ساتویں نصف سنچری بنانے میں ناکام ہو گئے۔ انہوں نے 35 گیندوں کا سامنا کیا اور ایک چھکا اور 7 چوکے لگائے جبکہ برینڈن میک کولم نے 35 اور جیمز فرینکلن اور کین ولیم سن نے 28،28 رنز بنائے۔

رچرڈ لیوی

بیرون ملک سیریز! بھارت کی مسلسل دوسری کلین سوئپ شکست

اور وہی ہوا جس کی پیش بینی کرنے پر کئی ماہرین کرکٹ نے کلین میک گرا کا مذاق بھی اڑایا تھا، جی ہاں! آسٹریلیا نے بھارت کو مسلسل چوتھے ٹیسٹ میں شکست دے کر سیریز 4-0 سے جیت لی یعنی بھارت کو بیرون ملک مسلسل دوسرا کلین سوئپ!۔ ایڈیلیڈ میں بلے بازی کے لیے نسبتاً آسان وکٹ پر بھی بھارتی بیٹسمین نہ چل پائے اور پہلی اننگز میں 272 اور دوسری اننگز میں محض 201 رنز بنا کر تمام ہوئے۔ آسٹریلیا نے پہلی اننگز میں رکی پونٹنگ اور مائیکل کلارک کی ڈبل سنچریوں کی بدولت 604 رنز بنائے۔ یہ ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ کے ان چند مواقع میں سے ایک تھا جب ایک ہی اننگز میں دو بلے بازوں نے ڈبل سنچریاں بنائی ہوں۔ آسٹریلیا نے فالو آن کا شکار ہونے کے باوجود بھارت کو دوسری اننگز میں بلے بازی کی دعوت نہیں دی جس کی وجہ سے کم از کم بھارت اننگز کی شکست سے بچ گیا، پھر بھی آسٹریلیا نے 298 رنز کے بھاری مارجن سے جیت اپنے نام کی۔ یہ سیریز پست ہمت آسٹریلیا کے لیے حوصلہ افزا ثابت ہوئی کیونکہ گزشتہ سیریز ہی میں اسے عالمی نمبر 8 نیوزی لینڈ کے ہاتھوں ہوبارٹ میں شکست کھانا پڑی تھی جس کے بعد لگتا تھا کہ بھارت اپنی مضبوط بیٹنگ لائن اپ کی بدولت آسٹریلیا کی کمزوریوں کا بھرپور فائدہ اٹھائے گا لیکن بارڈر۔ گواسکر ٹرافی کے کسی بھی میچ میں بھارت مقابلے کا خواہشمند دکھائی نہیں دیا۔ تمام ہی مقابلے مکمل طور پر یکطرفہ ثابت ہوئے بلکہ اگر اسے ماضی قریب کی 'یکطرفہ ترین سیریز' قرار دی جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ تمام چار میچز کے نتائج ملاحظہ کریں: آسٹریلیا ملبورن میں کھیلا گیا پہلا ٹیسٹ 122 رنز سے، سڈنی میں دوسرا ٹیسٹ اننگز اور 68 رنز سے، پرتھ میں تیسرا ٹیسٹ اننگز اور 37 رنز سے اور ایڈیلیڈ کا یہ چوتھا معرکہ 298 رنز سے جیتا، اس سے زیادہ مقابلہ تو شاید بنگلہ دیش کی ٹیم کر لیتی۔

حیران کن طور پر اس جامع فتح کے باوجود آسٹریلیا عالمی درجہ بندی میں آگے نہیں بڑھ پایا، جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ٹیسٹ اکھاڑے میں آسٹریلیا کی حالیہ کارکردگی نے اسے کتنا پیچھے دھکیل دیا تھا۔ اسی لیے بھارت کے خلاف اس سیریز کو 'ہوا کا تازہ جھونکا' سمجھا جا سکتا ہے اور اب توقع ہے کہ آسٹریلیا ویسٹ انڈیز کے خلاف آنے والی سیریز میں فتوحات سمیٹ کر ایک مرتبہ پھر عالمی درجہ بندی میں بہتری کی جانب گامزن ہوگا۔ دوسری جانب اگر بھارت کا جائزہ لیا جائے تو یہ بیرون ملک اس کی مسلسل 8 ویں شکست تھی۔ بھارت گزشتہ سال انگلستان کے دورے میں بھی تمام ٹیسٹ مقابلے ہارا تھا اور وہاں سے بھی کلین سوئپ کی ذلت کا طوق گلے میں لٹکائے وطن واپس لوٹا تھا۔ اب بیرون ملک مسلسل دوسری کلین سوئپ شکست اس تاثر کو مضبوط کر رہی ہے کہ بھارت صرف اپنے ہوم گراؤنڈز پر ہی فتوحات سمیٹ سکتا ہے اور اس تاثر کو ختم کرنے کے لیے بھارت کو اب کافی محنت کرنا ہوگی اور بہت سخت فیصلے کرنا ہوں گے۔ خصوصاً آسٹریلیا کے آرگس کمیشن کی طرز پر ایک تحقیقاتی کمیٹی بٹھانے اور شکست کی وجوہات جانچنے اور نئے فیصلے کرنے کی ضرورت ہے۔ بہرحال، اگر میچ کے چار ایام میں ہونے والی پیشرفت پر نظر ڈالیں تو میچ ایڈیلیڈ اوول کی بلے بازوں کے لیے سازگار پچ پر آسٹریلیا نے ٹاس جیت کر بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا اور ابتدا ہی میں دو وکٹیں گنوانے کے بعد موجودہ و سابق کپتان یعنی مائیکل کلارک اور رکی پونٹنگ نے ریکارڈ ساز شراکت داری قائم کی۔ دونوں کھلاڑی چوتھی وکٹ پر 386 رنز بنا کر میچ کو بھارت کی پہنچ سے کہیں دور لے گئے۔ یہ آسٹریلیا کی تاریخ کی چوتھی سب سے بڑی شراکت داری تھی۔ رکی پونٹنگ نے کیریئر کی چھٹی اور بھارت کے خلاف تیسری ڈبل سنچری بنائی اور یوں اپنے بلے کے ذریعے ان تمام ناقدین کے منہ بند کر دیے جو ان کو ٹیم پر اضافی بوجھ سمجھ رہے تھے۔ یہ 2006ء کے بعد پہلا موقع ہے کہ رکی پونٹنگ نے ایک ہی سیریز میں دو سنچریاں اسکور کی ہیں۔ ساتھ ساتھ یہ اننگز اس لحاظ سے بھی یادگار رہے کہ اس کے دوران رکی پونٹنگ نے اپنے 13 ہزار ٹیسٹ رنز بھی مکمل کیے اور اس سنگ میل کو عبور کرنے والے دنیا کے تیسرے بلے باز بنے۔ دوسری جانب مائیکل کلارک کے یہ سیریز بہت یادگار رہی جنہوں نے سڈنی میں ٹرپل سنچری بنائی تھی اور اب ایڈیلیڈ میں ڈبل سنچری سے ثابت کر دیا کہ قیادت نے ان پر کوئی اضافی بوجھ نہیں ڈالا اور وہ اب بھی بلے کے ذریعے اپنا بھرپور حصہ ڈال سکتے ہیں۔ مائیکل کلارک 275 گیندوں پر 26 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 210 رنز بنانے میں کامیاب ہوئے جبکہ رکی پونٹنگ نے نسبتاً سست اننگز کھیلی اور 404 گیندوں پر 21 چوکوں کی مدد سے 221 رنز بنائے۔

ان دونوں کی یادگار بلے بازی کی بدولت آسٹریلیا نے 604 رنز 7 کھلاڑی آؤٹ پر اننگز ڈکلیئر کر کے بھارت کو بلے بازی کی دعوت دی جو پوری سیریز میں بلے بازوں کو درپیش مسائل میں ہی الجھا رہا اور سوائے ویرات کوہلی کے 116 رنز کے کوئی بلے باز نمایاں کارکردگی نہ دکھا سکا۔ یہ کوہلی کے کیریئر کی پہلی سنچری تھی جس پر وہ بہت زیادہ جذباتی دکھائی دیے، جیسا کہ وہ ہمیشہ میدان میں رہتے ہیں۔ یہ سنچری ان کے لیے انفرادی طور پر تو سنگ میل ثابت ہو سکتی ہے لیکن جب ٹیم ذلت کی ان گہرائیوں میں موجود ہو تو ان کا میدان میں اپنی انفرادی سنچری کا جشن منانا کچھ عجیب سا ضرور لگا۔ ادھر 100 ویں بین الاقوامی سنچری کے متلاشی سچن ٹنڈولکر محض 25 رنز بنا سکے جبکہ مہندر سنگھ دھونی پر ایک میچ کی پابندی کے باعث وکٹ کیپنگ کے فرائض انجام دینے والے وریدھمن ساہا 35 رنز کے ساتھ دوسرے بہترین بلے باز رہے۔ بھارت کی پہلی اننگز محض 272 پر تمام ہوئی لیکن اس کے باوجود آسٹریلیا نے اسے فالو آن پر مجبور نہیں کیا اور خود دوبارہ بیٹنگ کے لیے میدان میں اترا۔ پیٹر سڈل نے سب سے زیادہ 5 وکٹیں حاصل کیں جبکہ بین ہلفنہاس کو 3 اور ریان ہیرس اور ناتھن لیون کو 1، 1 وکٹ ملی۔ آسٹریلیا کا بھارت کو دوبارہ بلے بازی کی دعوت نہ دینا اس لحاظ سے حیران کن تھا کہ اگر آسٹریلیا یہ فیصلہ کرتا تو یہ 60 سے زائد سالوں کے بعد پہلا موقع ہوتا کہ آسٹریلیا کسی سیریز کے 3 ٹیسٹ اننگز سے جیتتا جبکہ بھارت بھی گزشتہ 50 سال میں کسی سیریز میں اننگز کے مارجن سے تین ٹیسٹ نہیں ہارا تھا۔ بہرحال آسٹریلیا کا یہ فیصلہ سمجھ سے بالاتر رہا۔ پھر جب وہ بلے بازی کے لیے میدان میں اترا تو اس کے ابتدائی تین بیٹسمین یعنی ڈیوڈ وارنر، ایڈ کووان اور شان مارش پہلی اننگز کی طرح اس مرتبہ بھی مکمل طور پر ناکام رہے اور ذمہ داری پھر رکی پونٹنگ اور مائیکل کلارک کے گلے میں آ گئی جنہوں نے تیسری وکٹ پر 71 رنز جوڑ کر اسے بھرپور انداز سے نبھایا اور بالآخر 5 وکٹوں کے نقصان پر 167 رنز بنا کر اننگز ڈکلیئر کرنے کا اعلان کیا اور بھارت کو 500 رنز کا زبردست ہدف دیا۔ رکی پونٹنگ 60 رنز کے ساتھ سب سے نمایاں بلے باز رہے اور آؤٹ بھی نہیں ہوئے۔ گرنے والی پانچ میں سے 2 وکٹیں روی چندر آشون نے حاصل کیں جبکہ ظہیر خان، ایشانت شرما اور امیش یادیو کو ایک، ایک وکٹ ملی۔ اس ہمالیہ جیسے ہدف کے تعاقب میں بھارت کے بلے بازوں نے پہلی اننگز سے بھی گھٹیا کارکردگی دکھائی اور محض 201 رنز پر پوری ٹیم ڈھیر ہو گئی۔ قائم مقام کپتان وریندر سہواگ ٹیسٹ کو ایک روزہ یا ٹی ٹوئنٹی میچ سمجھ کر کھیلے اور 53 گیندوں پر 12 چوکوں کی مدد سے 62 رنز بنا کر بہترین بلے باز رہے۔ آسٹریلیا کو پانچویں روز بھارت کی آخری 4 وکٹیں سمیٹنے میں صرف ایک گھنٹہ لگا۔ یوں یہ سیریز کا واحد میچ بنا جس کا نتیجہ پانچویں روز آیا ورنہ بھارت تمام ہی مقابلوں میں حتمی روز سے قبل ہی شکست سے دوچار ہوا۔ اسپنر ناتھن لیون نے سب سے زیادہ 4 وکٹیں سمیٹیں اور ریان ہیرس نے 3 وکٹیں حاصل کیں۔ ایک، ایک وکٹ پیٹر سڈل اور بین ہلفنہاس کو بھی ملی۔ پیٹر سڈل کو چھ وکٹیں حاصل کرنے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا جبکہ پوری سیریز میں عمدہ بلے بازی پر آسٹریلوی کپتان مائیکل کلارک سیریز کے بہترین کھلاڑی قرار پائے۔ اس بدترین شکست کے بعد بھارت اب اگلے سال تک کوئی سیریز بیرون ملک نہیں کھیلے گا اور اندازہ ہے کہ وہ اپنے ہوم گراؤنڈز پر ایک مرتبہ پھر فتوحات کی راہ پر گامزن ہوگا۔

ایچ آر وی کپ' آکلینڈ نے کینٹربری کو ہرا کر ٹائٹل جیت لیا

نیوزی لینڈ ڈومیسٹک کرکٹ کا پُرکشش ایونٹ ایچ آر وی ٹی ٹوئنٹی کپ آکلینڈ نے کینٹربری کو 44 رنز سے ہرا کر جیت لیا۔ پاکستانی آل راؤنڈر اظہر محمود اور مارٹن گپٹل نے اپنی ٹیم کو 8.3 اوور میں 71 رنز کا آغاز فراہم کر کے فتح کی بنیاد رکھ دی تھی۔ اظہر محمود نے 44 رنز کے لئے 32 گیندوں میں 7 چوکے جبکہ مارٹن گپٹل نے 70 رنز کے لئے 41 گیندوں میں چار چوکوں اور اور اتنے ہی چھکوں کا سہارا لیا۔ کِن نے 26' گرانڈ ہوم نے 24 جبکہ کپتان گیرتھ ہوپکنز نے 9 گیندوں میں 3 چوکوں سے 17 رنز بنائے۔ آکلینڈ کا مجموعہ 5 وکٹوں پر 196 رنز رہا۔ کینٹربری کی جانب سے پاکستانی آل راؤنڈر یاسر عرفات نے 35 رنز دیکر دو وکٹیں لیں۔ جواب میں کینٹربری 9 گیندیں قبل ہی 152 رنز بنا کر آؤٹ ہوگئی۔ آٹھویں نمبر پر کھیلنے والے اینڈریو الائسی نے 17 گیندوں میں 5 چھکوں اور ایک چوکے سے 41 رنز بنا کر میچ میں دلچسپی کا سامان پیدا کیا۔ پیٹر فلٹن 33' دوسرے نمایاں بیٹسمین تھے۔ مچل بیٹس اور آندرے ایڈمز نے 3،3 وکٹیں سمیٹیں' کائل ملز کو دو وکٹیں ملیں۔ اظہر محمود کے دو اوور میں 30 رنز لوٹے گئے جبکہ کوئی وکٹ انہیں نہ مل سکی۔ ایونٹ میں آکلینڈ' کینٹربری' سینٹرل ڈسٹرکٹ' ناردرن ڈسٹرکٹ' اوٹاگو' ویلنگٹن کی ٹیم شریک تھیں اور ٹاپ ٹو ٹیموں نے فائنل کے لئے کوالیفائی کیا۔ آکلینڈ کے مارٹن گپٹل نے 10 میچوں میں 504 رنز ایک سنچری اور 3 نصف سنچریوں سے اسکور کر کے ٹاپ اسکورر کا اعزاز حاصل کیا۔ بریڈن میکلم (اوٹاگو) نے 9 میچوں میں 372 رنز ایک سنچری اور ایک نصف سنچری سے اظہر محمود نے 10 میچوں میں 331 رنز ایک سنچری اور دو نصف سنچریوں سے' راب نکول نے 10 میچوں میں 292 رنز ایک سنچری اور ایک نصف سنچری سے' جیمز فرینکلن (ویلنگٹن) نے 9 میچوں میں 270 رنز ایک نصف سنچری سے کینٹربری کے جارج ورکر نے 10 میچوں میں 251 رنز ایک نصف سنچری سے بنائے۔ آکلینڈ کے رونی ہیرا 10 میچوں میں 14 وکٹیں' آکلینڈ ہی کے مچل بیٹس نے بھی 10 میچوں میں 14 وکٹیں حاصل کر کے ٹاپ وکٹ ٹیکر کا اعزاز حاصل کیا۔ کینٹربری کے راب نکول نے 9 میچوں میں 13' ویلنگٹن کے اینڈریو مَیکے نے 9 میچوں میں 12' آکلینڈ کے کائل ملز نے 10 میچوں میں 12' ناردرن ڈسٹرکٹ کے ٹم ساؤتھی نے 10 میچوں میں 11' آکلینڈ کے آندرے ایڈمز نے 5 میچوں میں 10' سینٹرل ڈسٹرکٹ کے تارن بیتھولا نے 8 میچوں میں 10 اور کینٹربری کے یاسر عرفات نے 10 میچوں میں اتنی ہی وکٹیں حاصل کیں۔

بگ بیش لیگ کرکٹ ٹائٹل سڈنی سکسرز کے نام رہا

آسٹریلیا میں کھیلی جانے والی بیش قیمت بگ بیش ٹی ٹوئنٹی لیگ چیمپئن شپ کا فائنل سڈنی سکسرز نے پرتھ اسکار چرز کو 7 وکٹ سے ہرا کر جیت لیا۔ پرتھ اسکار چر سڈنی سکسرز کے مقابلے میں زیادہ تجربہ کار کھلاڑیوں پر مشتمل تھی مگر نوجوان کھلاڑیوں پر مشتمل سڈنی سکسرز چیمپئن شپ اپنے نام کرانے میں کامیاب رہی کیونکہ فائنل پوائنٹ ٹیبل پر ہوبرٹ ہوریکنز' پرتھ اسکار چرز کے ساتھ یکساں 10 پوائنٹس حاصل کر کے تیسرے نمبر پر تھی جبکہ چوتھے نمبر پر میلبورن اسٹارز نے کوالیفائی کر کے سیمی فائنل کے لئے کوالیفائی کیا۔ 16 دسمبر سے 28 جنوری تک ڈیڑھ ماہ پر محیط اس ایونٹ میں دنیا کے اسٹار کھلاڑیوں نے شرکت کی اور فائنل فور ٹیموں کا پہلا معرکہ پرتھ اسکار چرز اور میلبورن اسٹارز کے درمیان رہا جسے دلچسپ مقابلے کے بعد پرتھ نے 11 رنز سے اپنے نام کیا۔ پہلے بیٹنگ کرنے والی فاتح ٹیم نے 3 وکٹوں پر 174 رنز کا مجموعہ ہرشل گبز کی 46 گیندوں میں 11 چوکوں سے 71' مچل مارش کے 22 گیندوں میں 4 چوکوں اور ایک چھکے سے 41 ناٹ آؤٹ' کالنگ ووڈ کے 3 چوکوں سے 25 گیندوں پر 31 رنز کی مدد سے سجایا۔ میلبورن اسٹارز 8 وکٹوں پر 163 رنز تک محدود رہی۔ جیمز فالکنر نے 27 گیندوں میں 38' میتھیو ویڈ نے 17 گیندوں میں 3 چھکوں اور 37 لیوک رائٹ نے 25 گیندوں میں 33 رنز جوڑے' مچل مارش 17 رنز کے عوض 2 وکٹیں حاصل کر کے آل راؤنڈر پرفارمنس پر مین آف دی میچ رہے۔ دوسری سیمی فائنل میں سڈنی سکسرز نے ہوبرٹ ہوریکنز کو 7 رنز سے شکست دی۔ سڈنی نے 6 وکٹوں پر 153 رنز اسکور کئے۔ نک میڈنسن نے 51 گیندوں میں 68 رنز 8 چوکوں سے سین اوکیف نے 24 گیندوں میں 30 رنز بنائے۔ ہوبرٹ ہوریکنز نے 7 وکٹوں پر 147 رنز بنائے۔ اختتامی اوورز میں رانا نوید الحسن نے 14 گیندوں میں دو چوکوں اور دو چھکوں سے ناقابل شکست 30 رنز بنا کر ٹیم کو فتح دلانے کی بھرپور کوشش کی۔ ٹِم پین نے 48 گیندوں میں 6 چوکوں اور ایک چھکے سے 63 رنز جوڑے۔ نک میڈ ڈنسن مین آف دی میچ رہے۔ فائنل میں پرتھ اسکار چر نے پہلے کھیلتے ہوئے 5 وکٹوں پر 156 رنز اسکور کئے۔ مچل مارش نے 57 گیندوں میں 4 چھکوں اور 5 چوکوں سے 77 ناٹ آؤٹ' کالنگ ووڈ نے 25 گیندوں میں 32 رنز اسکور کئے۔ بریٹ لی اور مچل اسٹارک نے 2،2 وکٹیں لیں۔ سڈنی سکسرز نے ہدف 7 گیندیں قبل حاصل کرلیا۔ اسٹیون اسمتھ نے اختتامی لمحات میں چار چوکوں سے 11 گیندوں میں 21 ناٹ آؤٹ رنز جوڑ کر ہدف آسان کیا۔ مائیکل ہسی نے 41 گیندوں میں 4 چھکوں اور 6 چوکوں سے 70' سین اوکیف نے 46 گیندوں میں 48 رنز بنائے۔ دونوں کھلاڑیوں نے 12.1 اوورز میں 110 رنز کی افتتاحی شراکت فراہم کی۔ مائیکل ہسی مین آف دی میچ جبکہ ڈیوڈ ہسی جنہوں نے میلبورن اسٹارز کی نمائندگی کرتے ہوئے 8 میچوں میں 243 رنز 40.50 کی اوسط سے 7 چھکوں اور 21 چوکوں سے دو نصف سنچریوں سے بنانے کے علاوہ 8 وکٹیں 21 اوورز میں 156 رنز کے عوض 19.50 کی اوسط سے حاصل کیں اور پلیئر آف دی سیریز رہے۔

بیگ بیش لیگ ٹی ٹوئنٹی کرکٹ......نمایاں بیٹسمین (250 یا زائد رنز)

بیٹسمین	ٹیم	میچز	رنز	اوسط	بہترین	100	50
ٹریوس برٹ	ہوبرٹ	8	345	43.12	74	-	3
مچل مارش	پرتھ	9	309	51.50	77*	-	2
ہرشل گبز	پرتھ	7	302	43.14	71	-	4
اویس شاہ	ہوبرٹ	8	282	70.50	69	-	2
نک میڈنسن	سڈنی	8	275	30.55	68	-	1
مارکوس نارتھ	پرتھ	9	273	39.00	70	-	2
آرون فنچ	ملبورن	7	259	37.00	72	-	2
کرس گیل	سڈنی	7	252	42.00	100*	1	2

نوٹ: پاکستانی آل راؤنڈر شاہد آفریدی نے میلبورن رینی گیڈز سے کھیلتے ہوئے 7 میچوں میں 45 گیندوں پر 69 رنز 23.00 کی اوسط سے بنائے' 26 بہترین اسکور رہا۔ 6 چوکے اور 3 چھکے لگائے جبکہ عبدالرزاق نے 6 میچوں میں 35 گیندوں میں 42 رنز 14.00 کی اوسط سے بنائے۔ 27 ناٹ آؤٹ بہترین جبکہ 3 چھکے اور ایک چوکا لگایا جبکہ رانا نوید الحسن نے 8 میچوں میں 20 گیندوں میں 35 رنز 13 اننگز کے دوران اسکور کئے' 30* بہترین اسکور رہا' 3 چوکے اور 2 چھکے لگائے۔

نمایاں بالرز (اولیت 10 یا زائد وکٹیں)

بالرز	ٹیم	میچز	اوورز	رنز	وکٹیں	اوسط	بہترین	4 وکٹیں
رانا نوید	ہوبرٹ	8	31.5	255	15	17.00	4/22	1
بین ایڈمنڈسن	پرتھ	9	35.1	297	14	21.21	4/40	1
مچل اسٹارک	سڈنی	6	21.3	176	13	13.53	3/17	x
بریڈ ہوگ	پرتھ	9	34	191	13	14.69	3/20	x
جیمز فالکنر	میلبورن اسٹارز	8	29	229	13	17.61	4/46	1
کلنٹ میکے	میلبورن اسٹارز	8	28.1	212	11	19.27	3/17	x
جیمز کریجا	ہوبرٹ	7	27	216	11	19.63	3/39	x
کالٹر نائل	پرتھ	7	24	174	10	17.40	3/09	x
شاہد آفریدی	میلبورن رینی گیڈز	7	27.5	208	10	20.80	3/21	x

آسٹریلیا کی بھارت کے خلاف ٹیسٹ سیریز میں فتح کی تصویری جھلکیاں
vodafone
SAHARA

بالآخر بھارت جیت گیا، آسٹریلیا کے خلاف ٹی ٹونٹی سیریز برابر

دنیا کی مہنگی ترین لیگ 'انڈین پریمئر لیگ' کی بولی کے آغاز سے صرف ایک روز قبل بھارتی کھلاڑیوں عرصہ دراز کے بعد بیرون ملک بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آسٹریلیا کو دوسرے ٹی ٹونٹی میں با آسانی 8 وکٹوں سے شکست دے دی۔ یہ بیرون ملک مختلف طرز کی کرکٹ میں مسلسل 16 شکستوں کے بعد بھارت کی پہلی فتح تھی۔ آسٹریلیا کے جاری دورے میں چاروں ٹیسٹ میچز میں شکست سے قبل بھارت گزشتہ سال دورہ انگلستان میں تمام ٹیسٹ مقابلوں میں شکست سے دوچار ہوا تھا اور ایک روزہ اور ٹی ٹونٹی مقابلوں میں بھی

فتح سے محروم رہا تھا۔ ملبورن کے تاریخی اسٹیڈیم میں کھیلے گئے اس مقابلے کی سب سے خاص بات بھارتی فیلڈرز کی پھرتی تھی جنھوں نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کرنے والے آسٹریلیا کے چار بلے بازوں کو رن آؤٹ کیا۔ جن میں رویندر جدیجا کی جانب سے کیے گئے دو خوبصورت رن آؤٹ بھی شامل تھے۔ علاوہ ازیں بھارتی گیند بازوں کی نپی تلی باؤلنگ نے بھی آسٹریلیا کو کھل کر اسکور نہ کرنے دیا اور ان کے سب سے برق رفتار کھلاڑی ڈیوڈ وارنر اور کپتان جارج بیلے کو دہرے ہندسے میں بھی نہ پہنچنے دیا۔ گزشتہ میچ کے ہیرو میتھیو ویڈ بھی اس مرتبہ نہ چلے اور محض 32 رنز بنا پائے۔ آسٹریلیا پورے 20 اوورز کھیلنے میں بھی ناکام رہا اور آخری اوور کی چوتھی گیند پر پوری ٹیم 131 پر آؤٹ ہو کر پویلین پہنچ گئی۔ بھارت کو فتح کے لیے 132 رنز کا آسان ہدف ملا اور اس میں مزید آسانی اس وقت پیدا ہو گئی جب اوپنرز وریندر سہواگ اور گوتم گمبھیر نے 43 رنز کی افتتاحی شراکت قائم کی۔ بھارت کو ہدف تک پہنچنے کے لیے صرف دو وکٹوں کا نقصان اٹھانا پڑا جن میں وریندر سہواگ 23 اور ویرات کوہلی 31 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے جبکہ گوتم گمبھیر 56 اور کپتان مہندر سنگھ دھونی 21 رنز پر ناٹ آؤٹ رہے۔ رویندر جدیجا کو شاندار فیلڈنگ اور ایک وکٹ حاصل کرنے پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

پہلے ٹی ٹونٹی بین الاقوامی مقابلے میں آسٹریلیا نے بھارت کو با آسانی 31 رنز سے زیر کر لیا۔ بھارت نے ٹاس جیت کر پہلے میزبان ٹیم کو بلے بازی کی دعوت دی جو اپنے بین الاقوامی کیریئر کا آغاز کرنے والے جارج بیلے کی زیر قیادت میدان میں اتری تھی جبکہ دو مزید کھلاڑیوں زیوار ڈوہرتی اور جیمز فاکنر نے اپنے ٹی ٹونٹی بین الاقوامی کیریئر کی شروعات کی۔ آسٹریلیا نے میتھیو ویڈ کی شعلہ فشاں

بلے بازی کی بدولت مقررہ 20 اوورز میں صرف 4 وکٹوں کے نقصان پر 171 رنز بنائے۔ ویڈ کی اننگز میں 3 چھکے اور 5 چوکے شامل تھے جبکہ ڈیوڈ ہسی نے 30 گیندوں پر 42 رنز بنا کر رنز بنانے کی رفتار کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے 3 چھکے اور ایک چوکا لگایا۔ آسٹریلوی اننگز میں بارش کے باعث پیدا ہونے والا مختصر سا وقفہ بھی رنز بنانے کی رفتار کو روکنے میں ناکام رہا۔ میتھیو ویڈ نے یہ اننگز کھیل کر ثابت کیا کہ وکٹ کیپر بریڈ ہیڈن کو آرام کا موقع دے کر انہیں کھلانے کا فیصلہ کس قدر درست تھا۔ مہندر سنگھ دھونی نے مصباح الحق سے 'متاثر' ہو کر باؤلنگ کا آغاز اسپنر روی چندر آشون سے کروایا لیکن 'الٹی ہو گئی سب تدبیریں، کچھ نہ دوا نے کام کیا' کے مصداق کوئی

حکمت عملی بھارت کے حق میں نہ گئی اور آسٹریلیا نے اسکور بورڈ پر اتنا مجموعہ اکٹھا کر لیا جو بھارت کی پہنچ سے بہت دور تھا۔ خصوصاً پہلے ہی اوور میں بریٹ لی کے ہاتھوں وریندر سہواگ کی وکٹ نے تو اس ہدف کو ناقابل عبور بنا دیا کیونکہ بھارتی بیٹنگ لائن اپ میں صرف وہی ایسے بلے باز تھے جو برق رفتاری کے ساتھ انتہائی عمدہ اسٹروکس کھیل کر حریف ٹیم کا حوصلہ گرانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ گوتم گمبھیر اور ویرات کوہلی نے اننگز کو درست طریق پر ڈالنے کی کوشش کی اور چھٹے اوور میں اسکور کو بغیر کسی مزید وکٹ کے نقصان کے 47 تک پہنچا ڈالا لیکن ایک اینڈ سے ڈیوڈ ہسی نے گوتم گمبھیر کو 20 رنز پر پویلین کی راہ دکھائی تو 40 سال کی عمر میں آسٹریلیا کی ٹیم میں واپس آنے والے بریڈ ہوگ نے اپنے پہلے ہی اوور میں ویرات کوہلی کو 22 رنز پر ٹھکانے لگا کر

بھارت کو کرارے دو جھٹکے لگائے۔ رہی سہی کسر ڈیوڈ ہسی کے اگلے اوور میں روہیت شرما کی صفر پر گرنے والی وکٹ نے پوری کر دی۔ 9 سے زائد کی اوسط سے درکار رنز کے ساتھ ہدف تک پہنچنے کے لیے اب ذمہ داری سریش رینا اور کپتان مہندر سنگھ دھونی کے کاندھوں پر تھی۔ دھونی تو اینڈ پر ڈٹے رہے لیکن دوسری جانب سے مستقل وکٹیں گرتی رہیں۔ ساتھ ساتھ بلے باز مطلوبہ اوسط سے رنز بنانے میں بھی ناکام رہے۔ یہی وجہ تھی کہ بھارت کسی بھی لمحے ہدف کے حصول کی جانب حقیقی پیش قدمی نہیں کرتا دکھائی دیا۔ سریش رائنا 14 اور رویندر جدیجا 7 رنز بنا کر ڈینیل کرسچن کے شکار بنے جبکہ دھونی 48 اور روی چندر آشون 15 رنز بنا کر ناقابل شکست رہے۔ 20 اوورز کی تکمیل تک بھارت کا اسکور 6 وکٹوں کے نقصان پر 140 تک ہی پہنچ پایا۔ آسٹریلیا کی جانب سے ڈیوڈ ہسی اور ڈینیل کرسٹیان نے دو، دو وکٹیں حاصل کیں۔ سڈنی 2000ء اولمپکس کے میزبان اسٹیڈیم آسٹریلیا، سڈنی میں کھیلا گیا یہ پہلا بین الاقوامی کرکٹ مقابلہ تھا جس میں 59 ہزار 659 تماشائیوں نے شرکت کی جو سڈنی میں ہونے والی کسی بھی مقابلے میں شریک تماشائیوں کا نیا ریکارڈ ہے۔

Commonwealth Bank Series - 7th match
Australia v India
Australia won by 110 runs

ODI no. 3244 | 2011/12 season
Played at Brisbane Cricket Ground, Woolloongabba, Brisbane
19 February 2012 - day/night (50-over match)

Australia innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
MS Wade†	c & b Sharma	**45**	126	67	2	1	67.16
DA Warner	c Tendulkar b Pathan	**43**	58	46	5	1	93.47
RT Ponting*	c Pathan b Khan	**7**	30	26	0	0	26.92
PJ Forrest	c Kohli b Pathan	**52**	116	71	3	0	73.23
MEK Hussey	c Raina b Pathan	**59**	76	52	6	0	113.46
DJ Hussey	not out	**26**	33	20	1	1	130.00
DT Christian	not out	**30**	27	18	3	0	166.66
Extras	(b 2, lb 12, w 12)	**26**					
Total	(5 wickets; 50 overs)	**288**	(5.76 runs per over)				

Did not bat B Lee, MA Starc, XJ Doherty, BW Hilfenhaus

Fall of wickets 1-70 (Warner, 12.6 ov), 2-83 (Ponting, 19.2 ov), 3-117 (Wade, 27.4 ov), 4-217 (MEK Hussey, 43.1 ov), 5-233 (Forrest, 43.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Z Khan	10	0	46	1	4.60	(4w)
R Vinay Kumar	10	0	60	0	6.00	(1w)
IK Pathan	10	0	61	3	6.10	(5w)
SK Raina	10	0	44	0	4.40	
U Yadav	7	0	46	0	6.57	(1w)
RG Sharma	3	0	17	1	5.66	(1w)

India innings (target: 289 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
G Gambhir	c †Wade b Lee	**5**	10	5	1	0	100.00
SR Tendulkar	c Doherty b Hilfenhaus	**3**	23	12	0	0	25.00
V Kohli	c DJ Hussey b Hilfenhaus	**12**	42	25	0	0	48.00
RG Sharma	c †Wade b Lee	**0**	5	3	0	0	0.00
SK Raina	c †Wade b Christian	**28**	77	41	1	1	68.29
MS Dhoni*†	c Christian b Hilfenhaus	**56**	114	84	2	1	66.66
RA Jadeja	c Forrest b Starc	**18**	29	35	1	0	51.42
IK Pathan	c †Wade b Hilfenhaus	**19**	49	27	1	1	70.37
R Vinay Kumar	b Lee	**6**	12	12	0	0	50.00
Z Khan	c †Wade b Hilfenhaus	**9**	12	11	2	0	81.81
U Yadav	not out	**6**	8	6	1	0	100.00
Extras	(lb 4, w 10, nb 2)	**16**					
Total	(all out; 43.3 overs)	**178**	(4.09 runs per over)				

Fall of wickets 1-6 (Gambhir, 1.3 ov), 2-15 (Tendulkar, 4.4 ov), 3-16 (Sharma, 5.5 ov), 4-36 (Kohli, 10.3 ov), 5-83 (Raina, 22.2 ov), 6-114 (Jadeja, 30.4 ov), 7-149 (Dhoni, 37.2 ov), 8-162 (Vinay Kumar, 40.2 ov), 9-168 (Pathan, 41.1 ov), 10-178 (Khan, 43.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
BW Hilfenhaus	9.3	1	33	5	3.47	(1nb, 1w)
B Lee	10	0	49	3	4.90	(1nb, 3w)
DT Christian	6	0	27	1	4.50	(2w)
MA Starc	8	0	36	1	4.50	(2w)
XJ Doherty	10	0	29	0	2.90	(2w)

Commonwealth Bank Series - 8th match
India v Sri Lanka
Sri Lanka won by 51 runs

ODI no. 3245 | 2011/12 season
Played at Brisbane Cricket Ground, Woolloongabba, Brisbane (neutral venue)
21 February 2012 - day/night (50-over match)

Sri Lanka innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
DPMD Jayawardene*	c Sehwag b Pathan	**45**	80	55	2	0	81.81
TM Dilshan	c †Patel b Ashwin	**51**	92	72	5	1	70.83
KC Sangakkara†	c Tendulkar b Yadav	**8**	30	15	0	0	53.33
LD Chandimal	b Pathan	**38**	68	49	0	0	77.55
HDRL Thirimanne	c Raina b Ashwin	**62**	83	62	5	0	100.00
AD Mathews	not out	**49**	58	37	4	1	132.43
NLTC Perera	b Raina	**10**	14	7	1	0	142.85
MF Maharoof	not out	**4**	4	4	0	0	100.00
Extras	(b 1, lb 2, w 18, nb 1)	**22**					
Total	(6 wickets; 50 overs; 220 mins)	**289**	(5.78 runs per over)				

Did not bat KMDN Kulasekara, SL Malinga, HMRKB Herath

Fall of wickets 1-95 (Jayawardene, 18.4 ov), 2-104 (Dilshan, 21.5 ov), 3-124 (Sangakkara, 27.1 ov), 4-195 (Chandimal, 38.6 ov), 5-244 (Thirimanne, 45.6 ov), 6-265 (Perera, 48.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
R Vinay Kumar	8	1	48	0	6.00	(1nb)
IK Pathan	10	0	54	2	5.40	(4w)
U Yadav	8	0	58	1	7.25	(2w)
RA Jadeja	10	0	43	0	4.30	(1w)
R Ashwin	10	0	50	2	5.00	(4w)
V Sehwag	2	0	9	0	4.50	
SK Raina	1	0	10	1	10.00	(1w)
V Kohli	1	0	14	0	14.00	(2w)

India innings (target: 290 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
V Sehwag*	c Kulasekara b Malinga	**0**	1	2	0	0	0.00
SR Tendulkar	b Kulasekara	**22**	33	23	3	0	95.65
G Gambhir	c Perera b Kulasekara	**29**	46	34	4	0	85.29
V Kohli	c Kulasekara b Perera	**66**	116	83	2	0	79.51
SK Raina	c Thirimanne b Maharoof	**32**	70	55	1	0	58.18
RA Jadeja	b Kulasekara	**17**	35	21	1	0	80.95
IK Pathan	c & b Perera	**47**	51	34	7	0	138.23
PA Patel†	c Malinga b Perera	**4**	15	7	0	0	57.14
R Ashwin	c †Sangakkara b Malinga	**5**	11	6	0	0	83.33
R Vinay Kumar	c sub (SMSM Senanayake) b Perera	**0**	4	4	0	0	0.00
U Yadav	not out	**0**	5	2	0	0	0.00
Extras	(lb 7, w 9)	**16**					
Total	(all out; 45.1 overs; 202 mins)	**238**	(5.26 runs per over)				

Fall of wickets 1-0 (Sehwag, 0.2 ov), 2-38 (Tendulkar, 7.5 ov), 3-54 (Gambhir, 11.1 ov), 4-146 (Raina, 30.3 ov), 5-172 (Kohli, 35.3 ov), 6-191 (Jadeja, 37.4 ov), 7-215 (Patel, 40.4 ov), 8-232 (Ashwin, 42.6 ov), 9-233 (Vinay Kumar, 43.6 ov), 10-238 (Pathan, 45.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
SL Malinga	8	0	55	2	6.87	(2w)
KMDN Kulasekara	9	1	40	3	4.44	(6w)
MF Maharoof	10	1	52	1	5.20	
AD Mathews	4	0	12	0	3.00	
NLTC P	7.1	0	37	4	5.16	(1)

South Africa in New Zealand T20I Series - 1st T20I
New Zealand v South Africa
New Zealand won by 6 wickets (with 4 balls remaining)

T20I no. 221 | 2011/12 season
Played at Westpac Stadium, Wellington
17 February 2012 - day/night (20-over match)

South Africa innings (20 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
RE Levi	c Bracewell b Southee	**13**	25	12	1	1	108.33
HM Amla	run out (Guptill)	**19**	12	15	2	1	126.66
CA Ingram	st †BB McCullum b NL McCullum	**0**	4	2	0	0	0.00
AB de Villiers*†	c Guptill b Hira	**8**	19	17	0	0	47.05
JP Duminy	c Mills b Southee	**41**	50	37	3	0	110.81
JL Ontong	c & b Southee	**32**	25	17	0	4	188.23
JA Morkel	not out	**13**	24	12	1	0	108.33
J Botha	not out	**14**	11	8	1	1	175.00
Extras	(lb 7)	**7**					
Total	(6 wickets; 20 overs; 88 mins)	**147**	(7.35 runs per over)				

Did not bat J Theron, M Morkel, LL Tsotsobe

Fall of wickets 1-24 (Amla, 3.3 ov), 2-34 (Ingram, 4.2 ov), 3-38 (Levi, 5.6 ov), 4-52 (de Villiers, 8.6 ov), 5-102 (Ontong, 15.2 ov), 6-127 (Duminy, 17.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ
NL McCullum	4	0	16	1	4.00
KD Mills	4	0	44	0	11.00
TG Southee	4	0	28	3	7.00
RM Hira	2	0	12	1	6.00
DAJ Bracewell	3	0	10	0	3.33
KS Williamson	2	0	27	0	13.50
RJ Nicol	1	0	3	0	3.00

New Zealand innings (target: 148 runs from 20 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
RJ Nicol	c Amla b Theron	**13**	30	18	1	0	72.22
MJ Guptill	not out	**78**	93	55	5	4	141.81
BB McCullum*†	b Duminy	**16**	26	17	0	0	94.11
KS Williamson	run out (JA Morkel)	**24**	22	21	3	0	114.28
C de Grandhomme	c Levi b M Morkel	**2**	8	3	0	0	66.66
JEC Franklin	not out	**8**	7	4	1	0	200.00
Extras	(lb 3, w 2, nb 2)	**7**					
Total	(4 wickets; 19.2 overs; 93 mins)	**148**	(7.65 runs per over)				

Did not bat NL McCullum, DAJ Bracewell, KD Mills, RM Hira, TG Southee

Fall of wickets 1-49 (Nicol, 7.1 ov), 2-90 (BB McCullum, 12.2 ov), 3-127 (Williamson, 16.6 ov), 4-136 (de Grandhomme, 18.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
JA Morkel	3	0	20	0	6.66	
LL Tsotsobe	3	0	28	0	9.33	
M Morkel	4	1	26	1	6.50	(1nb, 1w)
J Botha	3.2	0	24	0	7.20	
J Theron	4	0	27	1	6.75	(1nb, 1w)
JP Duminy	2	0	20	1	10.00	

Match details

Toss New Zealand, who chose to field

South Africa in New Zealand T20I Series - 2nd T20I
New Zealand v South Africa
South Africa won by 8 wickets (with 24 balls remaining)

T20I no. 222 | 2011/12 season
Played at Seddon Park, Hamilton
19 February 2012 - day/night (20-over match)

New Zealand innings (20 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
RJ Nicol	run out (†de Villiers)	**23**	18	17	3	1	135.29
MJ Guptill	c JA Morkel b de Lange	**47**	48	35	7	1	134.28
BB McCullum*†	c Ontong b Botha	**35**	39	31	4	1	112.90
KS Williamson	not out	**28**	30	20	1	2	140.00
JEC Franklin	c †de Villiers b M Morkel	**28**	14	10	0	4	280.00
C de Grandhomme	not out	**3**	4	7	0	0	42.85
Extras	(b 1, lb 3, w 5)	**9**					
Total	(4 wickets; 20 overs; 83 mins)	**173**	(8.65 runs per over)				

Did not bat NL McCullum, DAJ Bracewell, KD Mills, RM Hira, TG Southee

Fall of wickets 1-37 (Nicol, 4.3 ov), 2-97 (Guptill, 11.5 ov), 3-104 (BB McCullum, 14.4 ov), 4-159 (Franklin, 17.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
J Botha	4	0	22	1	5.50	
LL Tsotsobe	3	0	23	0	7.66	(1w)
M Morkel	4	0	38	1	9.50	
M de Lange	4	0	43	1	10.75	(4w)
WD Parnell	2	0	15	0	7.50	
JP Duminy	3	0	28	0	9.33	

South Africa innings (target: 174 runs from 20 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
RE Levi	not out	**117**	67	51	3	13	229.4
HM Amla	c Franklin b NL McCullum	**2**	8	3	0	0	66.6
WD Parnell	st †BB McCullum b Nicol	**4**	10	6	1	0	66.6
AB de Villiers*†	not out	**39**	47	36	4	0	108.3
Extras	(lb 2, w 10)	**12**					
Total	(2 wickets; 16 overs; 67 mins)	**174**	(10.87 runs per over)				

Did not bat JP Duminy, JL Ontong, M de Lange, JA Morkel, J Botha, M Morkel, LL Tsotsobe

Fall of wickets 1-25 (Amla, 2.1 ov), 2-41 (Parnell, 4.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
NL McCullum	2	0	18	1	9.00	(1w)
DAJ Bracewell	2	0	37	0	18.50	
TG Southee	4	0	40	0	10.00	(2w)
RJ Nicol	1	0	10	1	10.00	(1w)
RM Hira	4	0	34	0	8.50	(1w)
KD Mills	2	0	26	0	13.00	
JEC Franklin	1	0	7	0	7.00	

Match details

Toss South Africa, who chose to field
Series 3-match series level 1-1

T20I debut M de Lange (South Africa)
Player of the match RE Levi (South Africa)

Umpires GAV Baxter and CB Gaffaney
TV umpire BG Frost

Zimbabwe in New Zealand ODI Series - 1st ODI

New Zealand v Zimbabwe

New Zealand won by 90 runs

ODI no. 3230 | 2011/12 season
Played at University Oval, Dunedin
3 February 2012 (50-over match)

New Zealand innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
RJ Nicol	c Taylor b Meth	**0**	3	5	0	0	0.00
MJ Guptill	b Chigumbura	**70**	105	66	9	0	106.06
BB McCullum*†	lbw b Jarvis	**3**	4	3	0	0	100.00
KS Williamson	c & b SW Masakadza	**35**	67	53	4	0	66.03
TWM Latham	c †Taibu b Chigumbura	**24**	43	33	3	0	72.72
DG Brownlie	run out (Chakabva)	**19**	30	28	2	0	67.85
NL McCullum	b SW Masakadza	**30**	65	42	2	0	71.42
AM Ellis	b SW Masakadza	**33**	40	30	4	0	110.00
DAJ Bracewell	not out	**8**	28	15	0	0	53.33
KD Mills	b Jarvis	**7**	12	12	1	0	58.33
TG Southee	lbw b SW Masakadza	**3**	6	4	0	0	75.00
Extras	(lb 7, w 9)	**16**					
Total	(all out; 48.3 overs; 208 mins)	**248**	(5.11 runs per over)				

Fall of wickets 1-1 (Nicol, 0.5 ov), 2-4 (BB McCullum, 1.2 ov), 3-92 (Williamson, 16.3 ov), 4-130 (Guptill, 24.4 ov), 5-147 (Latham, 28.6 ov), 6-166 (Brownlie, 33.1 ov), 7-223 (Ellis, 42.4 ov), 8-230 (NL McCullum, 44.3 ov), 9-241 (Mills, 47.3 ov), 10-248 (Southee, 48.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
KD Meth	7	0	48	1	6.85	(3w)
KM Jarvis	9	1	41	2	4.55	(1w)
SW Masakadza	9.3	0	46	4	4.84	(2w)
E Chigumbura	10	0	46	2	4.60	
RW Price	10	1	47	0	4.70	
H Masakadza	3	0	13	0	4.33	(2w)

Zimbabwe innings (target: 249 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
H Masakadza	run out (Ellis)	**7**	20	19	1	0	36.84
S Matsikenyeri	lbw b Mills	**1**	3	2	0	0	50.00
RW Chakabva	c Nicol b Mills	**2**	23	12	0	0	16.66
BRM Taylor*	c Ellis b Nicol	**58**	87	68	8	1	85.29
T Taibu†	c Williamson b Ellis	**20**	59	39	2	0	51.28
MN Waller	lbw b Nicol	**12**	34	20	0	0	60.00
E Chigumbura	c & b Bracewell	**15**	18	16	2	0	93.75
KD Meth	lbw b Nicol	**10**	47	26	1	0	38.46
SW Masakadza	c Nicol b Mills	**2**	6	5	0	0	40.00
RW Price	not out	**26**	41	35	5	0	74.28
KM Jarvis	st †BB McCullum b Nicol	**2**	7	5	0	0	40.00
Extras	(w 3)	**3**					
Total	(all out; 41.1 overs; 176 mins)	**158**	(3.83 runs per over)				

Fall of wickets 1-3 (Matsikenyeri, 0.6 ov), 2-10 (H Masakadza, 5.2 ov), 3-15 (Chakabva, 6.1 ov), 4-67 (Taibu, 19.5 ov), 5-97 (Taylor, 25.3 ov), 6-110 (Waller, 27.6 ov), 7-119 (Chigumbura, 29.4 ov), 8-122 (SW Masakadza, 30.5 ov), 9-156 (Meth, 39.2 ov), 10-158 (Jarvis, 41.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
KD Mills	8	2	26	3	3.25	
DAJ Bracewell	8	1	33	1	4.12	(1w)
TG Southee	8	0	27	0	3.37	(1w)
AM Ellis	8	1	34	1	4.25	

Zimbabwe in New Zealand ODI Series - 2nd ODI   **Tweet**

New Zealand v Zimbabwe

New Zealand won by 141 runs

ODI no. 3232 | 2011/12 season
Played at Cobham Oval (New), Whangarei
6 February 2012 (50-over match)

New Zealand innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
RJ Nicol	c SW Masakadza b Utseya	**146**	198	134	10	6	108.95
MJ Guptill	c SW Masakadza b Price	**77**	93	80	8	2	96.25
JDP Oram	c Chakabva b H Masakadza	**59**	35	28	5	4	210.71
BB McCullum*†	c SW Masakadza b Utseya	**20**	23	18	1	1	111.11
KS Williamson	c H Masakadza b Utseya	**4**	7	8	0	0	50.00
TWM Latham	b SW Masakadza	**48**	41	28	5	2	171.42
DG Brownlie	not out	**2**	7	2	0	0	100.00
AM Ellis	not out	**7**	2	2	0	1	350.00
Extras	(b 1, lb 1, w 7)	**9**					
Total	(6 wickets; 50 overs; 206 mins)	**372**	(7.44 runs per over)				

Did not bat TS Nethula, KD Mills, TG Southee

Fall of wickets 1-131 (Guptill, 23.4 ov), 2-208 (Oram, 32.4 ov), 3-246 (McCullum, 38.3 ov), 4-261 (Williamson, 40.6 ov), 5-353 (Nicol, 48.5 ov), 6-364 (Latham, 49.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
SW Masakadza	8	1	68	1	8.50	(2w)
KM Jarvis	9	1	73	0	8.11	
P Utseya	10	0	71	3	7.10	
E Chigumbura	8	0	55	0	6.87	(4w)
RW Price	10	0	67	1	6.70	(1w)
H Masakadza	5	0	36	1	7.20	

Zimbabwe innings (target: 373 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
H Masakadza	c Brownlie b Southee	**5**	6	8	0	0	62.50
S Matsikenyeri	c Ellis b Mills	**3**	18	9	0	0	33.33
RW Chakabva	lbw b Oram	**11**	49	33	0	0	33.33
BRM Taylor*	c †McCullum b Mills	**4**	10	8	0	0	50.00
T Taibu†	c Nethula b Nicol	**50**	114	76	1	0	65.78
MN Waller	c †McCullum b Oram	**18**	25	23	2	0	78.26
E Chigumbura	b Oram	**63**	75	69	7	1	91.30
P Utseya	not out	**27**	58	43	2	0	62.79
SW Masakadza	c Ellis b Williamson	**38**	42	31	3	2	122.58
RW Price	not out	**0**	1	0	0	0	-
Extras	(lb 4, w 8)	**12**					
Total	(8 wickets; 50 overs; 203 mins)	**231**	(4.62 runs per over)				

Did not bat KM Jarvis

Fall of wickets 1-5 (H Masakadza, 1.4 ov), 2-12 (Matsikenyeri, 4.2 ov), 3-17 (Taylor, 6.5 ov), 4-35 (Chakabva, 13.3 ov), 5-62 (Waller, 19.1 ov), 6-142 (Taibu, 35.3 ov), 7-167 (Chigumbura, 39.1 ov), 8-231 (SW Masakadza, 49.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
KD Mills	8	1	27	2	3.37	
TG Southee	10	0	50	1	5.00	(4w)
JDP Oram	10	1	29	3	2.90	(2w)
TS Nethula	10	0	55	0	5.50	
RJ Nicol	4	0	25	1	6.25	
AM Ellis	5	0	25	0	5.00	(2w)
KS Williamson	3	0	16	1	5.33	

Zimbabwe in New Zealand ODI Series - 3rd ODI

New Zealand v Zimbabwe

New Zealand won by 202 runs

ODI no. 3234 | 2011/12 season
Played at McLean Park, Napier
9 February 2012 - day/night (50-over match)

New Zealand innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
RJ Nicol	lbw b Utseya	**61**	87	63	6	2	96.82
MJ Guptill	st †Taibu b Price	**85**	90	69	7	5	123.19
JDP Oram	b Jarvis	**25**	31	24	3	0	104.16
BB McCullum*†	c Mawoyo b Jarvis	**119**	120	88	7	5	135.22
KS Williamson	lbw b Chigumbura	**38**	49	40	3	0	95.00
NL McCullum	c Matsikenyeri b Price	**21**	13	7	0	3	300.00
AM Ellis	run out (Mawoyo)	**5**	11	5	0	0	100.00
DAJ Bracewell	c Taylor b Vitori	**1**	8	2	0	0	50.00
TWM Latham	not out	**7**	4	3	0	1	233.33
Extras	(b 1, lb 1, w 8, nb 1)	**11**					
Total	(8 wickets; 50 overs; 211 mins)	**373**	(7.46 runs per over)				

Did not bat TS Nethula, MD Bates

Fall of wickets 1-153 (Nicol, 21.6 ov), 2-154 (Guptill, 21.6 ov), 3-192 (Oram, 29.5 ov), 4-276 (Williamson, 42.1 ov), 5-320 (NL McCullum, 45.2 ov), 6-344 (Ellis, 47.3 ov), 7-364 (Bracewell, 48.6 ov), 8-373 (BB McCullum, 49.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
BV Vitori	9	0	105	1	11.66	(4w)
KM Jarvis	9	1	58	2	6.44	(1nb)
E Chigumbura	10	0	92	1	9.20	(3w)
RW Price	10	0	59	2	5.90	(1w)
P Utseya	10	1	47	1	4.70	
MN Waller	2	0	10	0	5.00	

Zimbabwe innings (target: 374 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
TMK Mawoyo	run out (Latham)	**9**	23	18	2	0	50.00
S Matsikenyeri	lbw b Bracewell	**5**	28	19	0	0	26.31
BRM Taylor*	c sub (C de Grandhomme) b Williamson	**65**	98	62	6	2	104.83
T Taibu†	c sub (C de Grandhomme) b Bates	**26**	58	46	1	0	56.52
MN Waller	run out (sub [C de Grandhomme]/NL McCullum/†BB McCullum)	**4**	11	7	0	0	57.14
RW Chakabva	c sub (TG Southee) b NL McCullum	**24**	74	54	0	0	44.44
E Chigumbura	lbw b Nethula	**16**	29	30	1	0	53.33
P Utseya	c Williamson b Nethula	**5**	16	14	0	0	35.71
RW Price	c Bates b Williamson	**14**	11	12	0	1	116.66
BV Vitori	c †BB McCullum b NL McCullum	**0**	1	2	0	0	0.00
KM Jarvis	not out	**0**	1	0	0	0	
Extras	(w 3)	**3**					
Total	(all out; 44 overs; 176 mins)	**171**	(3.88 runs per over)				

Fall of wickets 1-14 (Mawoyo, 5.1 ov), 2-14 (Matsikenyeri, 6.6 ov), 3-81 (Taibu, 20.2 ov), 4-101 (Waller, 23.2 ov), 5-115 (Taylor, 26.5 ov), 6-137 (Chigumbura, 35.1 ov), 7-147 (Utseya, 39.1 ov), 8-168 (Price, 42.5 ov), 9-171 (Chakabva, 43.4 ov), 10-171 (Vitori, 43.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
DAJ Bracewell	8	1	26	1	3.25	
MD Bates	8	1	24	1	3.00	
JDP Oram	4	0	17	0	4.25	(2w)
TS Nethula	10	1	41	2	4.10	
AM Ellis	8	1	29	0	3.62	(1w)

Zimbabwe in New Zealand T20I Series - 1st T20I

New Zealand v Zimbabwe

New Zealand won by 7 wickets (with 19 balls remaining)

T20I no. 219 | 2011/12 season
Played at Eden Park, Auckland
11 February 2012 - day/night (20-over match)

Zimbabwe innings (20 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
BRM Taylor*	b Bates	**3**	7	6	0	0	50.00
H Masakadza	c Franklin b Williamson	**53**	40	36	3	3	147.22
F Mutizwa	c Guptill b Mills	**0**	4	3	0	0	0.00
T Taibu†	c Bracewell b NL McCullum	**27**	35	24	3	0	112.50
MN Waller	c Guptill b Mills	**11**	17	14	1	0	78.57
E Chigumbura	c Guptill b Bates	**48**	29	24	3	4	200.00
SW Masakadza	b Hira	**8**	11	7	1	0	114.28
KD Meth	not out	**6**	11	6	0	0	100.00
P Utseya	c Franklin b Bates	**0**	1	1	0	0	0.00
RW Price	not out	**0**	1	0	0	0	-
Extras	(lb 1, w 1, nb 1)	**3**					
Total	(8 wickets; 20 overs; 92 mins)	**159**	(7.95 runs per over)				

Did not bat KM Jarvis

Fall of wickets 1-5 (Taylor, 1.4 ov), 2-10 (Mutizwa, 2.5 ov), 3-78 (H Masakadza, 10.2 ov), 4-80 (Taibu, 12.2 ov), 5-106 (Waller, 14.5 ov), 6-135 (SW Masakadza, 17.4 ov), 7-156 (Chigumbura, 19.3 ov), 8-157 (Utseya, 19.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
KD Mills	4	0	32	2	8.00	
MD Bates	4	0	31	3	7.75	
DAJ Bracewell	4	0	47	0	11.75	(1w)
NL McCullum	2	0	11	1	5.50	
RM Hira	4	0	12	1	3.00	(1w)
RJ Nicol	1	0	9	0	9.00	
KS Williamson	1	0	6	1	6.00	

New Zealand innings (target: 160 runs from 20 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
RJ Nicol	b Jarvis	**12**	6	8	2	0	150.00
MJ Guptill	not out	**91**	74	54	5	6	168.51
BB McCullum*†	c Chigumbura b Jarvis	**0**	1	1	0	0	0.00
KS Williamson	run out (SW Masakadza)	**48**	62	38	5	0	126.31
C de Grandhomme	not out	**0**	2	0	0	0	-
Extras	(w 9)	**9**					
Total	(3 wickets; 16.5 overs; 74 mins)	**160**	(9.50 runs per over)				

Did not bat JEC Franklin, NL McCullum, DAJ Bracewell, KD Mills, RM Hira, MD Bates

Fall of wickets 1-14 (Nicol, 1.3 ov), 2-15 (BB McCullum, 1.4 ov), 3-152 (Williamson, 16.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
KD Meth	4	0	34	0	8.50	(2w)
KM Jarvis	3	0	32	2	10.66	(4w)
SW Masakadza	2.5	0	26	0	9.17	(2w)
RW Price	4	0	34	0	8.50	
P Utseya	2	0	18	0	9.00	(1w)
E Chigumbura	1	0	16	0	16.00	

Match details

Toss Zimbabwe, who chose to bat

HRV Cup - Final

Auckland v Canterbury

Auckland won by 44 runs

Twenty20 match | 2011/12 season
Played at Colin Maiden Park, Auckland
22 January 2012 (20-over match)

Auckland innings (20 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
Azhar Mahmood	c Latham b Nicol	**44**	32	32	7	0	137.50
MJ Guptill	c Diamanti b Ellis	**70**	59	41	4	4	170.73
AK Kitchen	c Nicol b Yasir Arafat	**26**	31	25	1	0	104.00
C de Grandhomme	b Claydon	**24**	23	11	1	2	218.18
GJ Hopkins*†	c Henry b Yasir Arafat	**17**	9	9	3	0	188.88
RM Hira	not out	**6**	8	3	1	0	200.00
Extras	(lb 5, w 3, nb 1)	**9**					
Total	(5 wickets; 20 overs; 83 mins)	**196**	(9.80 runs per over)				

Did not bat C Munro, KD Mills, AR Adams, BP Martin, MD Bates

Fall of wickets 1-71 (Azhar Mahmood, 8.3 ov), 2-142 (Guptill, 15.4 ov), 3-149 (Kitchen, 16.4 ov), 4-170 (Hopkins, 18.2 ov), 5-196 (de Grandhomme, 19.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
GH Worker	2	0	29	0	14.50	(1w)
ME Claydon	4	0	44	1	11.00	(1nb)
MJ Henry	2	0	21	0	10.50	(1w)
Yasir Arafat	4	0	35	2	8.75	
RJ Nicol	4	0	31	1	7.75	
AM Ellis	4	0	31	1	7.75	(1w)

Canterbury innings (target: 197 runs from 20 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
RJ Nicol	b Bates	**2**	7	7	0	0	28.57
GH Worker	c †Hopkins b Adams	**16**	20	13	2	0	123.07
PG Fulton*	c Kitchen b Mills	**33**	46	30	2	0	110.00
DG Brownlie	c Kitchen b Adams	**3**	9	6	0	0	50.00
TWM Latham	c & b Martin	**8**	8	8	0	0	100.00
Yasir Arafat	c Azhar Mahmood b Hira	**2**	3	3	0	0	66.66
BJ Diamanti	c Mills b Adams	**22**	26	16	3	0	137.50
AM Ellis	lbw b Bates	**41**	20	17	1	5	241.17
MJ Henry	lbw b Mills	**9**	14	6	0	1	150.00
RA Young†	c Azhar Mahmood b Bates	**1**	3	2	0	0	50.00
ME Claydon	not out	**4**	4	3	0	0	133.33
Extras	(lb 6, w 5)	**11**					
Total	(all out; 18.3 overs; 84 mins)	**152**	(8.21 runs per over)				

Fall of wickets 1-4 (Nicol, 1.3 ov), 2-32 (Worker, 4.5 ov), 3-39 (Brownlie, 6.4 ov), 4-54 (Latham, 8.5 ov), 5-57 (Yasir Arafat, 9.3 ov), 6-75 (Fulton, 12.3 ov), 7-131 (Diamanti, 15.1 ov), 8-143 (Ellis, 17.1 ov), 9-147 (Young, 17.5 ov), 10-152 (Henry, 18.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
KD Mills	3.3	0	31	2	8.85	(2w)
MD Bates	3	0	18	3	6.00	(2w)
AR Adams	4	0	32	3	8.00	(1w)
Azhar Mahmood	2	0	30	0	15.00	(1w)
RM Hira	4	0	25	1	6.25	
BP Martin	2	0	10	1	5.00	

Australia 604/7d & 167/5d
India 272 & 201 (69.4 ov)

Australia won by 298 runs

Border-Gavaskar Trophy - 4th Test
Test no. 2031 | 2011/12 season
Played at Adelaide Oval
24,25,26,27,28 January 2012 (5-day match)

Australia 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
EJM Cowan	c Laxman b Ashwin	**30**	110	63	3	0	47.61
DA Warner	lbw b Khan	**8**	26	23	0	0	34.78
SE Marsh	b Ashwin	**3**	15	12	0	0	25.00
RT Ponting	c Tendulkar b Khan	**221**	516	404	21	0	54.70
MJ Clarke*	b Yadav	**210**	390	275	26	1	76.36
MEK Hussey	run out (Gambhir)	**25**	51	33	3	0	75.75
BJ Haddin	not out	**42**	91	66	1	2	63.63
PM Siddle	c †Saha b Ashwin	**2**	12	15	0	0	13.33
RJ Harris	not out	**35**	64	51	2	1	68.62
Extras	(b 3, lb 17, w 8)	**28**					
Total	(7 wickets dec; 157 overs; 636 mins)	**604**	(3.84 runs per over)				

Did not bat BW Hilfenhaus, NM Lyon

Fall of wickets 1-26 (Warner, 6.5 ov), 2-31 (Marsh, 9.6 ov), 3-84 (Cowan, 25.5 ov), 4-470 (Clarke, 120.3 ov), 5-520 (Hussey, 133.6 ov), 6-530 (Ponting, 136.1 ov), 7-533 (Siddle, 139.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Z Khan	31	4	96	2	3.09	(2w)
U Yadav	26	1	136	1	5.23	(1nb)
R Ashwin	53	6	194	3	3.66	
I Sharma	30	6	100	0	3.33	
V Sehwag	16	0	55	0	3.43	
V Kohli	1	0	3	0	3.00	

India 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
G Gambhir	c Hussey b Siddle	**34**	140	94	4	0	36.17
V Sehwag*	c & b Siddle	**18**	21	18	3	0	100.00
R Dravid	b Hilfenhaus	**1**	9	9	0	0	11.11
SR Tendulkar	c Ponting b Siddle	**25**	94	69	3	0	36.23
VVS Laxman	c †Haddin b Lyon	**18**	63	43	1	0	41.86
V Kohli	lbw b Hilfenhaus	**116**	237	213	11	1	54.46
WP Saha†	b Harris	**35**	137	94	1	1	37.23
R Ashwin	lbw b Siddle	**5**	17	9	0	0	55.55
Z Khan	c †Haddin b Siddle	**0**	1	1	0	0	0.00
I Sharma	b Hilfenhaus	**16**	30	23	3	0	69.56
U Yadav	not out	**0**	5	0	0	0	-
Extras	(lb 1, w 1, nb 2)	**4**					
Total	(all out; 95.1 overs; 378 mins)	**272**	(2.85 runs per over)				

Fall of wickets 1-26 (Sehwag, 5.1 ov), 2-33 (Dravid, 8.6 ov), 3-78 (Tendulkar, 31.2 ov), 4-87 (Gambhir, 33.5 ov), 5-111 (Laxman, 46.1 ov), 6-225 (Saha, 84.4 ov), 7-230 (Ashwin, 87.1 ov), 8-230 (Khan, 87.2 ov), 9-263 (Sharma, 93.6 ov), 10-272 (Kohli, 95.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
RJ Harris	25	[illegible]	71	1	2.84	
BW Hilfenhaus	22.1	5	62	3	2.79	(2nb, 1w)
PM Siddle	15	2	49	5	3.26	
NM Lyon	21	8	48	1	2.28	
MJ Clarke	6	1	23	0	3.83	
MEK H	6	0	18	0	3.00	

Big Bash League - Final

Perth Scorchers v Sydney Sixers

Sydney Sixers won by 7 wickets (with 7 balls remaining)

Twenty20 match | 2011/12 season
Played at Western Australia Cricket Association Ground, Perth
28 January 2012 - day/night (20-over match)

Perth Scorchers innings (20 overs maximum)		R	B	4s	6s	SR
HH Gibbs	c Thornely b Lee	**0**	1	0	0	0.00
MJ North*	c O'Keefe b MacGill	**22**	24	3	0	91.66
L Ronchi†	c †Nevill b Lee	**2**	4	0	0	50.00
MR Marsh	not out	**77**	57	5	4	135.08
PD Collingwood	c Smith b Starc	**32**	25	4	0	128.00
SM Katich	c Maddinson b Starc	**12**	7	2	0	171.42
NJ Rimmington	not out	**4**	2	1	0	200.00
Extras	(b 2, lb 2, w 3)	**7**				
Total	(5 wickets; 20 overs)	**156**	(7.80 runs per over)			

Did not bat NM Coulter-Nile, GB Hogg, MA Beer, BM Edmondson

Fall of wickets 1-0 (Gibbs, 0.1 ov), 2-2 (Ronchi, 0.5 ov), 3-60 (North, 8.6 ov), 4-112 (Collingwood, 16.2 ov), 5-143 (Katich, 18.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
B Lee	4	0	21	2	5.25	(3w)
MA Starc	4	0	40	2	10.00	
MC Henriques	2	0	27	0	13.50	
SNJ O'Keefe	4	0	22	0	5.50	
SCG MacGill	4	0	20	1	5.00	
JA Moran	2	0	22	0	11.00	

Sydney Sixers innings (target: 157 runs from 20 overs)		R	B	4s	6s	SR
MC Henriques	st †Ronchi b Hogg	**70**	41	6	4	170.73
SNJ O'Keefe	c Rimmington b Edmondson	**48**	46	3	2	104.34
NJ Maddinson	c North b Edmondson	**10**	13	1	0	76.92
SPD Smith*	not out	**21**	11	4	0	190.90
BJ Rohrer	not out	**3**	2	0	0	150.00
Extras	(w 6)	**6**				
Total	(3 wickets; 18.5 overs)	**158**	(8.38 runs per over)			

Did not bat DJ Thornely, PM Nevill†, JA Moran, B Lee, MA Starc, SCG MacGill

Fall of wickets 1-110 (Henriques, 12.1 ov), 2-134 (Maddinson, 16.2 ov), 3-134 (O'Keefe, 16.4 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
MA Beer	3	0	29	0	9.66	
NJ Rimmington	3	0	36	0	12.00	(1w)
NM Coulter-Nile	4	0	23	0	5.75	(2w)
BM Edmondson	3.5	0	30	2	7.82	(1w)
GB Hogg	4	0	29	1	7.25	(2w)
MR Marsh	1	0	11	0	11.00	

Match details

Toss Perth Scorchers, who chose to bat
Series Sydney Sixers won the 2011/12 Big Bash League

Player of the match MC Henriques (Sydney Sixers)
Player of the series DJ Hussey

4th Test: Australia v India at Adelaide, Jan 24-28, 2012 | Cricket Scorecard

		R	M	B	4s	6s	SR
EJM Cowan	lbw b Ashwin	**10**	47	27	1	0	37.03
SE Marsh	lbw b Khan	**0**	5	4	0	0	0.00
RT Ponting	not out	**60**	146	96	5	0	62.50
MJ Clarke*	c †Saha b Yadav	**37**	71	43	4	0	86.04
MEK Hussey	lbw b Sharma	**15**	42	40	1	0	37.50
BJ Haddin†	not out	**11**	28	26	2	0	42.30
Extras	(lb 6)	**6**					
Total	(5 wickets dec; 46 overs; 191 mins)	**167**	(3.63 runs per over)				

Did not bat PM Siddle, RJ Harris, BW Hilfenhaus, NM Lyon

Fall of wickets 1-39 (Warner, 9.6 ov), 2-40 (Marsh, 10.6 ov), 3-40 (Cowan, 11.4 ov), 4-111 (Clarke, 28.2 ov), 5-147 (Hussey, 38.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ
Z Khan	13	1	38	1	2.92
R Ashwin	20	2	73	2	3.65
I Sharma	8	0	27	1	3.37
U Yadav	5	0	23	1	4.60

India 2nd innings (target: 500 runs)		R	M	B	4s	6s	SR
G Gambhir	c †Haddin b Harris	**3**	19	18	0	0	16.66
V Sehwag*	c Ponting b Lyon	**62**	92	53	12	0	116.98
R Dravid	c Hussey b Harris	**25**	95	71	2	0	35.21
SR Tendulkar	c Cowan b Lyon	**13**	46	34	2	0	38.23
VVS Laxman	c Marsh b Lyon	**35**	101	88	4	0	39.77
V Kohli	run out (Hilfenhaus)	**22**	56	62	2	0	35.48
I Sharma	c †Haddin b Harris	**2**		12	0	0	16.66
WP Saha†	c †Haddin b Siddle	**3**		20	0	0	15.00
R Ashwin	not out	**15**		31	1	0	48.38
Z Khan	c Warner b Hilfenhaus	**15**		18	3	0	83.33
U Yadav	c †Haddin b Lyon	**1**		11	0	0	9.09
Extras	(lb 3, w 2)	**5**					
Total	(all out; 69.4 overs)	**201**	(2.88 runs per over)				

Fall of wickets 1-14 (Gambhir, 4.3 ov), 2-80 (Sehwag, 19.1 ov), 3-100 (Dravid, 28.1 ov), 4-110 (Tendulkar, 31.4 ov), 5-162 (Laxman, 53.2 ov), 6-166 (Kohli, 54.6 ov), 7-166 (Sharma, 58.2 ov), 8-170 (Saha, 59.5 ov), 9-193 (Khan, 66.2 ov), 10-201 (Yadav, 69.4 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
RJ Harris	19	5	41	3	2.15	(1w)
BW Hilfenhaus	11	2	35	1	3.18	(1w)
PM Siddle	14	5	47	1	3.35	
NM Lyon	21.4	4	63	4	2.90	
MEK Hussey	2	0	3	0	1.50	
MJ Clarke	2	0	9	0	4.50	

Match details

Toss Australia, who chose to bat
Series Australia won the 4-match series 4-0

Player of the match PM Siddle (Australia)
Player of the series MJ Clarke (Australia)

Umpires Aleem Dar (Pakistan) and HDPK Dharmasena (Sri Lanka)
TV umpire SJ Fry
Match referee RS Madugalle (Sri Lanka)
Reserve umpire P Wilson

سعید اجمل کے بالنگ ایکشن پر گوروں کے اعتراضات جھاگ کی طرح بیٹھ گئے......

پاکستان و انگلستان کے درمیان سیریز میں اسپنرز نے میدان مار لیا خصوصاً پاکستانی اسپنر سعید اجمل کی وکٹوں نے فیصلہ کن کردار ادا کیا اور پاکستان نے تمام تر توقعات کے برعکس انگلستان کو 3-0 سے زیر کر کے تاریخی فتح سمیٹی۔ لیکن کچھ برطانوی ذرائع ابلاغ کے ہتھکنڈوں اور کچھ پاکستانی گیند باز کے بے وقوفانہ بیان نے سعید اجمل کے ایکشن کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کردیے۔ سب سے پہلے یہ معاملہ انگلستان کے سابق باؤلر باب ولس نے اٹھایا جن کا کہنا تھا کہ سعید اجمل، خصوصاً جب وہ دوسرا نامی گیند پھینکتے ہیں تو، بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی باؤلرز کو دی گئی اجازت سے تجاوز کر جاتے ہیں اور متعلقہ حکام کو اس حوالے سے کارروائی کرنی چاہیے۔ گزشتہ سال جب پاکستان نے ویسٹ انڈیز کے خلاف ٹیسٹ سیریز برابر کی تھی اور سعید اجمل سیریز کے بہترین کھلاڑی قرار پائے تھے تو ویسٹ انڈیز کے لیجنڈ بلے باز ویوین رچرڈز نے بھی انہی خیالات کا اظہار کیا تھا۔ لیکن اس مرتبہ مسئلہ اس لیے بڑھ گیا کہ پاک-انگلستان سیریز کے آخری ٹیسٹ کے اختتام پر سعید اجمل نے برطانوی نشریاتی ادارے بی بی سی کو انٹرویو میں یہ کہہ ڈالا کہ ایک حادثے کے باعث ان کے بازو میں خم موجود ہے اس لیے آئی سی سی نے انہیں 15 درجے تک کہنی موڑنے کی اجازت سے کہیں زیادہ چھوٹ دے رکھی ہے اور وہ 23.5 درجے تک کے زاویے پر کہنی گھما سکتے ہیں۔ یوں انگریزی زبان اور سائنسی معلومات سے لاعلمی نے دنیائے کرکٹ میں ہنگامہ برپا کر دیا۔ بین الاقوامی کرکٹ کونسل نے فوری طور پر بیان جاری کیا کہ انہوں نے کسی کو چھوٹ نہیں دی ہے اور تمام باؤلرز کو 15 درجے کے زاویے تک بازو موڑنے کی اجازت کے اندر کام کرنا ہوگا۔

پاکستان کرکٹ بورڈ بھی اس معاملے میں کودا اور اس نے سعید اجمل کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ انگریزی کمزور ہونے کی وجہ سے وہ اپنی بات درست انداز میں بیان نہیں کر پائے۔ ایک ویب سائٹ کے مطابق سعید اجمل کا ایکشن بالکل واضح ہے اور تمام تر قوانین کی حد کے اندر ہے۔ ویب سائٹ ایڈیٹر جارج ڈوبیل کا کہنا ہے کہ 23.5 درجے کا زاویہ، جس کا حوالہ سعید نے اپنے انٹرویو میں دیا، وہ گیند پھینکے جانے سے قبل ان کے بازو کا اوسط زاویہ ہے جبکہ ماہرین کے مطابق گیند پھینکتے وقت ان کا ایکشن بالکل قانونی ہے اور گو کہ وہ بازو میں خم کے ساتھ گیند پھینکتے ہیں لیکن وہ خم محض 8 درجے زاویے کا ہے جو مکمل طور پر آئی سی سی کی اجازت کے مطابق ہے۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ اس طرح کی باتیں اسی وقت منظر عام پر آتی ہیں جب کھلاڑی بہت ہی عمدہ کارکردگی دکھائے۔ جب سعید نے 2010ء کے ٹی ٹوئنٹی عالمی کپ سیمی فائنل میں مائیکل ہسی کے ہاتھوں دھنائی کے بعد پاکستان کے آسان فتح سے محروم کروایا تھا اس وقت کسی نے ان کے ایکشن پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور نہ ہی اس وقت جب وہ کاؤنٹی کرکٹ کھیلنے کے لیے برطانیہ میں موجود تھے۔ حتیٰ کہ یہ برطانوی ذرائع ابلاغ بھی اس وقت خاموش تھے جب سعید اجمل 2010ء میں دورہ انگلستان میں پاکستان کی نمائندگی کر رہے تھے۔ صرف اس لیے کہ اس سیریز میں سعید اجمل نے کوئی خاص کارکردگی نہیں دکھائی تھی۔ لیکن جیسے ہی سعید کی گیندیں انگلش بلے بازوں کی وکٹیں گرانے لگیں، سب کو ایکشن پر اعتراض یاد آ گیا۔ سعید کے ایکشن کو 2009ء میں رپورٹ کیا گیا تھا اور تمام تر تجربات کے بعد ان کے ایکشن کو بین الاقوامی کرکٹ کونسل نے کلیئر قرار دے دیا تھا۔ ویسے اس کے خبر کے منظر عام پر آتے ہی وارسسٹر شائر نے اگلے سیزن کے لیے سعید اجمل سے دوبارہ معاہدہ کر لیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک روزہ کرکٹ میں دنیا کے بہترین باؤلر سعید اجمل انگلستان کے خلاف ایک روزہ و ٹی ٹوئنٹی سیریز میں کیا کارنامے انجام دیتے ہیں۔